بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

صحیح

تاریخ الاسلام والمُسلمین

(مطوّل)

جلد ۱

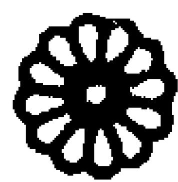
انبیآء علیہم الصّلٰوۃ والسّلام
اوران کے زمانہ کے مسلمین کے حالات

مؤلف
مسعُودؒ احمد
امام جماعت المُسلمین

جماعت المُسلمین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

کتاب کا نام	صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین (مطوّل)
سال طباعت	۱۴۲۲ھ مطابق ۲۰۰۱ء
اشاعت	۴
کتابت	عبدالحفیظ
تعداد	ایک ہزار
قیمت	



جماعت المسلمین
مسجد المسلمین کوثر نیازی کالونی، نارتھ ناظم آباد بلاک جی کراچی ۳۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

صحیح

تاریخ الاسلام والمسلمین

(مطوّل)

مقدمہ

تاریخ اسلام کا سلسلہ قرآن مجید سے شروع ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے قصص اور کچھ دوسرے لوگوں کے قصّے مختصراً بیان کئے ہیں. ان قصوں سے اصل مقصد اگرچہ عبرت اور نصیحت حاصل کرنا ہے تاہم تاریخ کے لحاظ سے بھی ان کی اہمیت کم نہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام اور دوسرے اسلاف کے بیش بہا کارنامے ہمارے لئے صرف سبق آموز اور درسِ عبرت ہی نہیں بلکہ ہماری تاریخ کا روشن اور تابناک جزء ہیں۔ اسلاف کے شاندار کارنامے ہماری ہمّت افزائی کا سبب ہیں۔ تاریخ کا یہ حصّہ ہمیں ہمارے شاندار ماضی کی یاد دلاتا ہے اور اسی جیسے شاندار دور کو پھر حاصل کرنے کے لئے ہمیں برانگیختہ کرتا ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زندگیوں کا تو ہر پہلو روشن اور تمام غلطیوں سے پاک اور مبرّا ہے البتہ دوسرے لوگوں کی زندگیوں میں غلطیاں پائی جاسکتی ہیں۔ کسی میں زیادہ، کسی میں کم اور کسی میں برائے نام۔ اسلاف کی غلطیاں ہمارے لئے تنبیہ کا سبب اور ہمیں ہوشیار رکھنے کا موجب ہیں۔ اس لحاظ سے تاریخ کی اہمیّت بہت بڑھ جاتی ہے۔ اسلاف کے روشن کارنامے بعد والوں میں جوش، جذبہ اور ولولہ پیدا کرتے ہیں اور ان کی غلطیاں بعد والوں کو ان جیسی غلطیاں دوہرانے سے باز رکھتی ہیں اور ان سے بچنے کے لئے قبل از وقت جد وجہد کرنے پر ابھارتی ہیں گویا تاریخ ہر دو لحاظ سے بعد والوں کی زندگیوں میں اچھے اثرات مترتب کرتی ہے۔

تدوینِ تاریخ — پہلی صدی ہجری

اسلامی تاریخ کی تدوین باقاعدہ طور پر حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ خلافت سے شروع ہوئی۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اس سلسلہ میں کافی دلچسپی لی اور کافی اشخاص نے تاریخی واقعات کو قلمبند کیا۔ مثلاً عُبید ابن شریہ نے "کتاب الملوک" لکھی۔ عروہ بن زبیر نے سیرت پر کئی کتابیں لکھیں پھر ابان بن عثمان نے

ہجرت پر کئی صحیفے لکھے، پھر وہب بن منبہ اور اُن کے بعد بہت سے علماء نے کتابیں لکھیں مثلاً موسیٰ بن عقبہ اور معمر بن راشد نے تاریخ پر کتابیں لکھیں (سیرۃ ابن ہشام مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ص۵) ابن الندیم نے اپنی کتاب "الفہرست" میں ایسے کئی آدمیوں کا نام تحریر کیا ہے جنہوں نے حضرت امیر معاویہؓ اور ان کے جانشینوں کے دور میں تاریخی واقعات کو جمع کیا (ماخوذ از تاریخ ابن خلدون مترجمہ ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ حصہ اوّل فصل اوّل ص۱۷ و ص۱۸)

دوسری صدی ہجری | دوسری صدی ہجری کے مشہور مؤرخین درج ذیل ہیں :-

(۱) امام محمد بن اسحٰق بن یسار :- امام محمد بن اسحٰق تقریباً ۸۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی زندگی مدینہ منوّرہ میں گزاری پھر مختلف شہروں کی سیاحت کی اور آخر میں بغداد میں مقیم ہو گئے۔ خلیفہ منصور نے ان کا خاص احترام کیا۔ سن ۱۵۱ھ کے لگ بھگ بغداد ہی میں وفات پائی (سیرۃ ابن ہشام مترجمہ عبد الجلیل ص۲۷)

ائمہ دین کی نگاہ میں امام محمد بن اسحاق کا بڑا مرتبہ ہے۔ امام یحییٰ بن معین، امام عجلی، امام ابن سعد، امام علی بن مدینی، امام یحییٰ بن یحییٰ وغیرہ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ علامہ ابن عبد البر کہتے ہیں: "میں نے محدثین میں سے کسی کو ان کے متعلق مختلف الرائے نہیں پایا۔ ہر محدث نے ان کی حدیث اور روایت کو حسن کہا ہے۔" امام شعبہ کہتے ہیں: "محمد بن اسحٰق حدیث میں امیر المؤمنین ہیں۔" امام ابن عیینہ کہتے ہیں "اہل مدینہ میں سے کوئی ان پر کسی قسم کی تہمت نہیں لگاتا۔ قدر کی جو تہمت ان پر لگائی گئی وہ صحیح نہیں۔" امام محمد بن عبد اللہ بن نمیر فرماتے ہیں: "محمد بن اسحٰق پر قدر کی تہمت لگائی گئی ہے حالانکہ وہ اس سے تمام لوگوں سے زیادہ دور تھے۔" امام ابو یعلی الخلیلی کہتے ہیں: "محمد بن اسحٰق عالم کبیر ہیں...... وہ وسیع روایت اور علم والے ہیں، ثقہ ہیں" (تہذیب التہذیب جلد ۹ ص۳۵ تا ۴۶)

امام محمد بن اسحٰق پر اتہامات اور ان کی صفائی | کہا جاتا ہے کہ امام محمد بن اسحٰق نے کہا: مالک کی حدیثیں میرے سامنے پیش کرو میں ان کی احادیث کا طبیب ہوں۔ امام مالک نے کہا وہ جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے (میزان الاعتدال)

اس کا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام مالک نے اُن کو محض اس وجہ سے جھوٹا کہا ہو کہ وہ اپنے کو ان کی حدیث کا طبیب کہنے میں جھوٹے ہوں نہ کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کرنے میں جھوٹے ہوں۔

ایک جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ان دونوں کا آپس کا مذاق ہو۔ سنجیدہ بیان نہ ہو۔

ایک جواب یہ بھی ہے کہ امام مالک نے امام ابن ہشام کے وہم کی بنیاد پر انہیں جھوٹا کہدیا ہو اور امام ابن ہشام کے وہم کی بنیاد پر ہی دوسروں نے بھی انہیں جھوٹا کہا ہو۔ مثلاً یحییٰ بن القطان نے محمد بن اسحٰق کو کذّاب کہا۔ سلیمان بن داؤد نے ان سے پوچھا "آپ نے کس بنیاد پر انہیں کذّاب کہا۔" یحییٰ

نے کہا، "مجھ سے وہب نے کہا۔" سلیمان نے وہب سے پوچھا: آپ نے کس بنیاد پر محمد بن اسحٰق کو کذّاب کہا۔ کہنے لگے مجھ سے امام مالک نے کہا۔ سلیمان کہتے ہیں پھر میں نے امام مالک سے پوچھا کہ آپ نے محمد بن اسحٰق کو کس بنیاد پر کذّاب کہا۔ امام مالک نے کہا: مجھ سے ہشام نے کہا۔ سلیمان کہتے ہیں پھر میں نے ہشام سے پوچھا: آپ نے کس بنیاد پر محمد بن اسحٰق کو جھوٹا کہا۔ امام ہشام نے کہا کہ محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے میری بیوی فاطمہ بنت منذر نے حدیث بیان کی حالانکہ ان سے میری شادی ہوئی تو وہ نو سال کی تھیں اور انہیں ان کی وفات تک کسی مرد نے نہیں دیکھا۔

امام ہشام کے بیان کی تصدیق یا تکذیب فاطمہ کرسکتی تھیں لیکن وہ زندہ نہیں تھیں۔ یہ کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ کیونکہ محمد بن اسحٰق نے فاطمہ کو نہیں دیکھا لہٰذا ان سے حدیث بھی نہیں سنی یعنی ان کا فاطمہ سے حدیث سننا ان کا جھوٹ ہے۔ ہوسکتا ہے پردہ کے پیچھے سے حدیث سنی ہو، ہوسکتا ہے کہ خط کے ذریعہ حدیث کا علم ہوا ہو، ہوسکتا ہے کہ جب محمد بن اسحٰق بچے ہوں تو انہوں نے فاطمہ سے حدیث سنی ہو، ہوسکتا ہے کہ کسی دوسری فاطمہ سے حدیث سنی ہو، اور ہشام اُس فاطمہ کو اپنی بیوی سمجھے، ہوسکتا ہے کہ ابن اسحاق کو وہم ہوگیا ہو اور انہوں نے فاطمہ کے آگے "بنت منذر" لگا دیا ہو۔ الغرض کسی کا بھی وہم ہو اُسے جھوٹ نہیں کہا جاسکتا۔

امام ذہبی لکھتے ہیں امام ہشام کا یہ کہنا کہ شادی کے وقت فاطمہ نو سال کی تھیں صحیح نہیں اس لئے کہ فاطمہ ہشام سے تیرہ سال بڑی تھیں لہٰذا ہوسکتا ہے کہ ابن اسحٰق نے ان سے پچاس سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عمر میں سنا ہو (میزان الاعتدال جلد ۳ صـ۴۷)

الغرض ہشام کے بیان پر اعتماد کرتے ہوئے بہت لوگوں نے ابن اسحٰق کو جھوٹا کہا حالانکہ حقیقت میں وہ جھوٹے نہیں تھے اور امام مالک کو بھی آخر کہنا پڑا "ہم نے انہیں سچّا پایا، ہم نے انہیں سچّا پایا، ہم نے انہیں سچّا پایا" (تہذیب التہذیب)۔ شیخ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں: امام مالک نے ان سے صلح کرلی اور جو کچھ ان کے حق میں کہا تھا اس سے رجوع کرلیا اور پھر ان کو تحفہ بھیجا (البلاغ المبین فی اتباع خاتم النبیین مؤلفہ شیخ محی الدین صـ۱۸۱ بحوالہ فتح القدیر حاشیہ ہدایہ مطبوعہ نول کشور جلد اوّل صـ۹۲ ملخصًا)

ان پر قدر کی تہمت کا جواب اوپر دیا جاچکا ہے۔

ان پر تدلیس کی تہمت بھی صحیح نہیں۔ اوّل تو تدلیس کے فن کی کوئی خاص اہمیت نہیں خصوصًا جبکہ امام کسی حدیث کو روایت کرے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک ہی شخص بیک وقت امام بھی ہو اور مدلّس یعنی چور بھی ہو۔ مزید برآں ان پر تدلیس کی تہمت امام احمد نے لگائی ہے اور وہ ابن اسحٰق کی وفات کے بعد پیدا ہوئے لہٰذا تدلیس کی تہمت لغو ہے۔

امام محمد بن اسحٰق تمام الزامات سے پاک ہیں۔ امام ذہبی لکھتے ہیں: "احد الائمۃ الاعلام۔ ابن اسحٰق بڑے بڑے اماموں میں سے ایک ہیں۔ قد احتج بہ ائمۃ۔ اماموں نے ان سے حجّت لی ہے۔ استشھد

مسلم بخمسة احادیث لابن اسحٰق ذکرھا فی صحیحہ ۔ امام مسلم نے اپنے صحیح میں پانچ حدیثوں میں ان کی روایت سے استشہاد کیا ہے" (میزان الاعتدال)

الغرض امام محمد بن اسحٰق بہت بڑے امام، محدث اور عالم دین ہیں۔ ان پر تدلیس کی تہمت بھی صحیح نہیں۔ وہ ہر لحاظ سے ثقہ ہیں لہٰذا ان کی تالیفات بالکل صحیح اور قابل قدر ہیں سوائے اس صورت کے کہ ان کی روایت کردہ خبر کی سند میں کوئی دوسرا راوی ضعیف ہو۔

امام محمد بن اسحٰق نے سیرت پر ایک کتاب لکھی۔ یہ سیرت نبوی کی سب سے زیادہ اہم کتاب ہے اور اس فن میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے (تاریخ ابن خلدون مترجمہ شیخ عنایت اللہ ص۲۰)

(۲) ابو محمد عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیری المعافری: امام عبدالملک کا تعلق قبیلہ حِمیَر کی شاخ معافر سے تھا۔ وہ بصرہ میں پیدا ہوئے اور ابتدائی زمانہ ہی میں مصر چلے گئے اور وہیں ۲۱۳ھ اور ۲۱۸ھ کے درمیان ان کی وفات ہوئی۔

امام عبدالملک کو نحو، لغت اور عربیت میں امامت کا درجہ حاصل تھا۔ امام عبدالملک نے سیرت ابن اسحٰق کی تہذیب کی، اس کی اصلاح کی، اس کی بعض روایات کی تفصیل بیان کی، غریب الفاظ کی تشریح کی غرض یہ کہ ابن اسحاق کی سیرت میں جو کمی تھی اُسے پورا کر دیا اور اس انداز سے پورا کیا کہ لوگ اصل کتاب یعنی سیرت ابن اسحٰق سے بے نیاز ہو گئے (اور اصل کتاب ناپید ہو گئی) [(مقدمہ سیرت ابن ہشام مترجمہ عبدالجلیل حصہ اوّل ص۲۷ و ص۲۸)]

امام عبدالملک بن ہشام تمام واقعات ابن اسحاق کے حوالے سے نقل کرتے ہیں اور کہیں کہیں ابن اسحاق کی پوری سند بھی نقل کر دیتے ہیں۔

(۳) ہشام بن محمد بن السائب الکلبی: ہشام نے بہت سی کتابیں لکھیں۔ ابن ندیم نے ان کی ایک سو چالیس تالیفات کے نام لکھے ہیں لیکن چند کے علاوہ سب معدوم ہو گئیں (ماخوذ از تاریخ ابن خلدون مترجمہ عنایت اللہ ص۲۱)۔ ہشام متروک ہیں۔ رافضی ہیں۔ ثقہ نہیں ہیں (میزان۔ الاعتدال)

(۴) ابو عبیدہ معمر بن مثنیٰ: معمر نے تاریخ پر بیسیوں کتابیں لکھیں (حوالہ مذکور ص۲۱)

(۵) محمد بن عمر الواقدی: محمد بن عمر بن واقد ۱۳۰ھ میں مدینہ منوّرہ میں پیدا ہوئے۔ یہ بنو سہم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ان کی ابتدائی زندگی مدینہ منوّرہ میں گذری، بعد میں عراق چلے گئے اور کافی عرصہ تک بغداد اور جرجان میں قاضی کے عہدہ پر فائز رہے۔ ان کی وفات ۲۰۶ھ اور ۲۰۹ھ کے درمیان ہوئی۔ (مقدمہ کتاب المغازی ڈاکٹر مارسدن جونس جزء اوّل ص۱ تا ۹)

واقدی نے کئی کتابیں لکھیں۔ ان میں سے صرف "کتاب المغازی" ہم تک اپنی مکمل صورت میں پہنچی ہے (اردو ترجمہ تاریخ ابن خلدون مترجم عنایت اللہ حصہ اوّل ص۲۲)

واقدی ثقہ نہیں تھے۔ یہ حدیثیں بنایا کرتے تھے (میزان الاعتدال)

(۷) محمد بن سعد : علامہ ابوعبداللہ محمد بن سعد ۱۶۸ھ میں بمقام بصرہ پیدا ہوئے۔ ان کی ابتدائی زندگی غلامی میں گذری۔ جب آزاد ہوئے تو تمام زندگی علم کی خدمت میں گزار دی۔ کچھ عرصہ محمد بن عمر واقدی کے کاتب رہے، بعد میں بغداد میں مقیم ہو گئے اور بڑے بڑے محدثین سے حدیث کا درس لیا۔ ابن سعد محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں، ثبت ہیں۔

ابن سعد نے بہت سی کتابیں تصنیف یا تالیف کیں لیکن اب صرف ان کی تاریخ کی کتاب "طبقات ابن سعد" کے نام سے باقی رہ گئی ہے۔ ابن سعد تمام واقعات سنداً بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے ۲۳۰ھ میں بمقام بغداد وفات پائی۔ (ترجمہ اردو طبقات ابن سعد مترجمہ عبداللہ عمادی ص ۳۲ تا ۴۴)

تیسری صدی ہجری

تیسری صدی کے مشہور مؤرخین کے نام درج ذیل ہیں :۔

(۱) علی بن محمد المدائنی : المدائنی نے ۲۳۰ کتابیں لکھیں۔ ابن ندیم نے الفہرست میں ان کی کتابوں کے نام تحریر کئے ہیں ان کتابوں میں ان کی کتاب "اخبار الخلفاء الکبیر" خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ ۲۲۵ھ میں وفات پائی۔ (تاریخ ابن خلدون مترجمہ عنایت اللہ ص ۲۳) علی بن محمد ثقہ تھے (میزان)

(۲) ابن قتیبہ الدینوری :۔ ابن قتیبہ نے متعدد کتابیں لکھیں۔ ان کتابوں میں ان کی کتاب "کتاب المعارف" خاصی مشہور ہے۔ یہ کتاب عام تاریخی معلومات کا مجموعہ ہے۔ ۲۷۰ھ میں وفات پائی۔ (حوالہ مذکور ص ۲۳)۔

(۳) احمد بن یحییٰ البلاذری :۔ احمد نے بغداد میں نشوونما پائی اور ابن سعد اور مدائنی کے علاوہ کئی اساتذہ سے علم حاصل کیا۔ انہوں نے کئی کتابیں لکھیں جن میں سے صرف دو تاریخی کتابیں ہم تک پہنچی ہیں۔ "فتوح البلدان" اور "انساب الاشراف"۔ ۲۷۹ھ میں وفات پائی۔ (حوالہ مذکور ص ۲۴)

(۴) ابوحنیفہ احمد بن داؤد دینوری :۔ احمد دینوری تیسری صدی ہجری کی ابتداء میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے مختلف فنون پر کتابیں لکھیں۔ تاریخ میں ان کی کتاب "الاخبار الطوال" خاصی مشہور ہے۔ ۲۸۲ھ میں وفات پائی (حوالہ مذکور ص ۲۵)

(۵) احمد بن ابی یعقوب بن جعفر الیعقوبی :۔ احمد الیعقوبی نے کئی فنون پر کتابیں لکھیں۔ انہوں نے تاریخ پر بھی ایک کتاب لکھی۔ یعقوبی کیونکہ شیعہ تھے لہٰذا انہوں نے آل ابی طالب کا ذکر التزام کے ساتھ کیا ہے۔ ۲۸۴ھ میں وفات پائی (حوالہ مذکور ص ۲۵)

(۶) امام محمد بن جریر طبری :۔ امام محمد بن جریر الطبری ۲۲۴ھ کے لگ بھگ صوبۂ طبرستان میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی پھر مزید علم کے لئے مختلف شہروں میں تھوڑے تھوڑے عرصہ کے لئے قیام کیا۔ آخر میں بغداد میں قیام کیا اور وہیں

۳۱۰ھ میں انتقال کیا۔

علامہ طبری نے بہت سی کتابیں تصنیف و تالیف کیں۔ ان کی تمام کتابیں ہم تک نہیں پہنچیں البتہ ان کی ایک تفسیر اور ایک تاریخ ہم تک پہنچی ہے۔ ان کی تفسیر کا نام "جامع البیان فی تفسیر القرآن" اور تاریخ کا نام "تاریخ الامم والملوک" ہے۔

محمد بن جریر محدّث تھے لہٰذا انہوں نے تاریخ میں بھی محدثین کا طریقہ استعمال کیا یعنی تاریخ کی تدوین میں انہوں نے اسناد کا خاص خیال رکھا (ماخوذ از دیباچہ تاریخ طبری مترجمہ محمد ابراہیم ندوی جلد اوّل ص۲۱ تا ص۲۴ شائع کردہ نفیس اکیڈمی۔ کراچی)۔ ان پر شیعیّت کا بہتان بے بنیاد ہے۔ وہ شیعہ ہرگز نہیں تھے۔

چوتھی صدی ہجری | چوتھی صدی کے مشہور مؤرخین کے نام درج ذیل ہیں:۔

(۱) علی بن الحسین المسعودی :۔ علی بن الحسین چوتھی صدی کے مشہور جغرافیہ نویس اور تاریخ نویس تھے۔ مسعودی بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں علم حاصل کیا۔

مسعودی کو تاریخ نویسی کا بڑا شوق تھا۔ اس سلسلہ میں انہوں نے کئی مقامات کا سفر کیا۔ وہ ہندوستان، لنکا، اسلامی ممالک اور چین کے سرحدی شہروں میں گئے۔ انہوں نے ۳۴۶ھ میں وفات پائی۔

مسعودی نے پہلے تاریخ الزماں کے نام سے ایک ضخیم کتاب تالیف کی۔ اس کی ۳۰ جلدیں تھیں جن میں سے اب صرف ایک باقی رہ گئی ہے۔ یہ کتاب کیونکہ بہت ضخیم تھی لہٰذا انہوں نے اس کی تلخیص کی اور اس کا نام "مُرُوج الذہب و معادن الجواہر" رکھا۔ اسی کو "تاریخ المسعودی" کہتے ہیں۔ مسعودی نے اپنی تاریخ میں کئی جگہ تاریخ الزماں کا حوالہ دیا ہے (ماخوذ از تاریخ المسعودی ترجمہ کوکب شادانی ص۳ تا ۷)۔

(۲) احمد بن محمد بن یعقوب مِسکَوَیہ : احمد نے علم اخلاق پر کئی کتابیں لکھیں۔ ان کے علاوہ تاریخ پر بھی ایک کتاب لکھی جس کا نام "تجارب الامم" ہے۔ ۴۲۱ھ میں وفات پائی (تاریخ ابن خلدون اردو مترجمہ عنایت اللہ ص۲۹)

(۳) محمد بن اسحٰق الندیم ورّاق : محمد بن اسحاق نے اپنی مشہور کتاب "الفہرست" لکھی۔ یہ کتاب اگرچہ تاریخ سے تعلق نہیں رکھتی تاہم اس میں مؤرخین کا مختصر تذکرہ ہے۔ تاریخ پر جتنی کتابیں لکھی گئیں یا جن کا ترجمہ عربی زبان میں ہوا اس کتاب میں ان کی مکمل فہرست ہے۔ ۳۸۵ھ میں وفات پائی۔ (حوالہ مذکور ص۳۰)

(۴) ابوالفرج اصفہانی :۔ ابوالفرج نے تاریخ پر ایک کتاب لکھی جو "کتاب الآغانی" کہلاتی ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں عربوں کے قبائل، ان کے اخبار و انساب کے متعلق بڑی مفید معلومات جمع کی ہیں مسلم

خلفاء اور حکام کے حالات بھی لکھے ہیں۔

ابوالفرج کی ایک اور کتاب بھی تاریخی اہمیت کی حامل ہے۔ اس کا نام "مقاتل الطالبیّین" ہے۔ اس میں آل ابی طالب کے ان افراد کا ذکر ہے جو قتل ہوئے۔ انہوں نے ۳۵۶ھ میں وفات پائی۔ (حوالۂ مذکور صفحہ ۳۰ و صفحہ ۳۱)

پانچویں صدی ہجری | پانچویں صدی کے مشہور مؤرخین کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

(۱) علی بن احمد بن ثابت المعروف بہ خطیب بغدادی: خطیب بغدادی پانچویں صدی کے بہت بڑے محدث اور مؤرخ تھے۔ ۳۹۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۶۳ھ میں وفات پائی۔

انہوں نے ستّر کے قریب کتابیں لکھیں جن میں سب سے زیادہ مشہور "تاریخ بغداد" ہے (حوالۂ مذکور صفحہ ۳۱)

(۲) علی بن احمد بن سعید بن حزم: ابن حزم کی پیدائش ۳۸۴ھ میں قرطبہ میں ہوئی۔ انہوں نے متعدد کتابیں لکھیں جن میں "المحلّٰی" سب سے زیادہ مشہور ہے۔

تاریخ پر جو کتابیں ابن حزم نے لکھیں وہ درج ذیل ہیں:۔

۱) الفِصَل فی الملل والاھوا والنّحَل۔ اس میں دنیا کے مختلف مذاہب کا ذکر ہے۔

۲) جَمہرۃ الانساب۔ اس میں عرب قبائل کے انساب کا ذکر ہے۔

۳) جوامع السیرۃ۔ اس میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے۔

۴) نُقَطُ العروس فی تاریخ الخلفاء۔ اس میں خلفاء کی تاریخ ہے۔ ۴۵۶ھ میں وفات پائی۔ (حوالۂ مذکور صفحہ ۳۲)

(۳) علامہ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد ابن عبدالبر قُرطبی اندلسی: علامہ ابن عبدالبر حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ انہوں نے صحابہ کے حالات پر ایک کتاب لکھی جس کا نام "الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب" ہے۔ ان کی ایک اور کتاب "جامع بیان العلم" ہے۔ انساب پر بھی انہوں نے دو کتابیں لکھیں۔ ۴۶۳ھ میں وفات پائی۔ (حوالۂ مذکور صفحہ ۳۳)

چھٹی صدی ہجری | چھٹی صدی کے مشہور مؤرخین کا ذکر درج ذیل ہے:۔

(۱) علی ابن الحسن بن ہبۃ اللہ المعروف بہ ابن عساکر:۔ ابن عساکر اپنے زمانے میں شام کے بہت بڑے محدّث تھے۔ ۵۷۱ھ میں وفات پائی۔

انہوں نے محدّثین کے طرز پر دمشق کی ایک مفصل تاریخ لکھی جو "تاریخ ابن عساکر" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کتاب اسّی جلدوں میں مکمل ہوئی ہے (حوالۂ مذکور صفحہ ۳۴)

(۲) ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن الجوزی:۔ ۵۱۰ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ ابن الجوزی اپنے زمانہ کے بہت بڑے محدّث اور واعظ تھے۔ انہوں نے تاریخ پر ایک مفصل کتاب لکھی جس کا نام "المنتظم و ملتقط

الملتزم "ہے۔

ابن الجوزی نے تاریخی نوعیت کی ایک اور کتاب لکھی جس کا نام "تلقیح فہوم الآثار فی السیر والاخبار" ہے۔ ۵۹۷ھ میں وفات پائی (حوالۂ مذکور ص ۳۴)

ساتویں صدی ہجری ساتویں صدی کے مشہور مؤرخین کے مختصر حالات درج ذیل ہیں :-

(۱) عزالدین ابوالحسن علی ابن الاثیر : موصل کے قریب جزیرۂ ابن عمر میں پیدا ہوئے۔ شام اور بغداد بھی گئے لیکن عمر کا زیادہ حصہ موصل میں گزارا۔

انہوں نے تاریخ پر ایک کتاب لکھی جو "الکامل" کے نام سے مشہور ہے۔ انہوں نے ایک اور کتاب بھی لکھی جس کا نام "اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ" ہے۔ ۶۳۰ھ میں وفات پائی (حوالۂ مذکور ص ۳۵)

(۲) نورالدین علی بن موسیٰ بن محمد الغرناطی المغربی (ابن سعید مغربی) :- علی بن موسیٰ ۶۱۱ھ میں غرناطہ میں پیدا ہوئے اور اشبیلہ میں تعلیم پائی۔ انہوں نے سیاسی اور ادبی تاریخ پر متعدد کتابیں لکھیں۔ چند کتابوں کے نام درج ذیل ہیں :-

۱) المُغرب فی حُلی المَغرب - یہ کتاب پندرہ جلدوں میں ہے۔
۲) المُشرق فی حُلی المشرق - یہ کتاب ساٹھ جلدوں میں تھی۔
۳) لذۃ الاحلام فی تاریخ امم الاعجام - یہ کتاب دو جلدوں میں تھی۔

۶۷۳ھ میں وفات پائی (حوالۂ مذکور ص ۳۶)

(۳) یاقوت الرّومی :- یاقوت نے تاریخ پر ایک کتاب لکھی جس کا نام "ارشاد الأریب الی معرفۃ الأدیب" ہے۔ یہ کتاب عام طور پر "مُعجم الأدباء" کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں ادیبوں، مؤرخوں وغیرہ کے حالات ہیں۔ ۶۲۶ھ میں وفات پائی (حوالۂ مذکور ص ۳۷)

(۴) احمد بن محمد بن ابراہیم ابن خلکان :- ابن خلکان اربل میں ۶۰۸ھ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنی مشہور کتاب "وفیات الاعیان" لکھی جس میں ۸۶۵ مشاہیر کے حالات ہیں۔

۶۸۱ھ میں وفات پائی (حوالۂ مذکور ص ۳۸ و وفیات الاعیان جلد اوّل ص ۵)

آٹھویں صدی ہجری آٹھویں صدی میں بہت سے مؤرخ پیدا ہوئے جن میں سے مشہور مؤرخین کا ذکر درج ذیل ہے :-

(۱) ابوالفداء اسماعیل بن علی :- ۶۷۲ھ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ایک عمومی تاریخ "المختصر فی اخبار البشر" کے نام سے تالیف کی جو عام طور پر "تاریخ ابی الفداء" کے نام سے مشہور ہے۔

۷۳۲ھ میں وفات پائی [حوالہ مذکور (ابن خلدون) ص ۳۸]۔

(۲) حافظ شمس الدین الذہبی الدمشقی :- علامہ ذہبی ۶۷۳ھ میں بمقام میافارقین پیدا ہوئے۔ علامہ ذہبی نے حفاظ اور رجال کے بارے میں کئی کتابیں تالیف کیں جن میں "تذکرۃ الحفاظ" سب سے زیادہ

جامع ہے۔ انہوں نے فن تاریخ پر بھی ایک ضخیم کتاب لکھی جس کا نام "تاریخ الاسلام وطبقات المشاہیر الاعلام" ہے۔

۷۴۸ھ میں بمقام دمشق وفات پائی (حوالۂ مذکور ص۳۹)

(۳) صلاح الدین خلیل بن ایبک صَفَدی :- صفدی بمقام صَفَد (شام) میں ۶۹۶ھ میں پیدا ہوئے۔ تاریخ پر ان کی مشہور کتاب "الوافی فی الوفیات" ہے۔ یہ بہت ضخیم کتاب ہے۔ اس کی پچاس جلدیں ہیں۔

۷۶۴ھ میں بمقام دمشق وفات پائی (حوالہ مذکور ص۴۰)

(۴) عمادالدین ابوالفداء اسمٰعیل بن عمر بن کثیر البصری الدمشقی : اسمٰعیل بن عمر ۷۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ سات سال کی عمر میں دمشق آئے اور تحصیل علم میں مصروف ہو گئے۔ ابن کثیر نے تفسیر قرآن مجید پر ایک کتاب تصنیف کی۔ اس کے علاوہ تاریخ پر بھی ایک کتاب لکھی جس کا نام "البدایہ والنہایہ" ہے۔

۷۷۴ھ میں دمشق میں وفات پائی (حوالہ مذکور ص۴۰)

(۵) علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون :- ابن خلدون ۷۳۲ھ میں تونس میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے تاریخی روایات کی تنقید اور تنقیح کے اصول وضع کئے۔ انہوں نے تاریخ کے علاوہ دوسرے مباحث بھی اپنی کتاب میں شامل کئے مثلاً اقتصادیات، معاشرت، تمدن، مذہبی اور علمی موضوعات۔ انہوں نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں اِن موضوعات پر سیر حاصل بحث کی۔ ان کی کتاب کا نام "کتابُ العِبَرِ ودِیوان المُبْتَدَاءِ والخَبَرِ فی اَیّام العربِ والعجمِ والبَرْبَرِ ومَن عَاصَرَهُم مِن ذوی السُّلْطَانِ الْاَکْبَر" مختصراً اس کتاب کو "تاریخ ابن خلدون" کہتے ہیں۔

۸۰۸ھ میں بمقام قاہرہ وفات پائی (حوالۂ مذکور ص۴۱)

نویں صدی ہجری | اس صدی کے مشہور مؤرخین کے مختصر حالات درج ذیل ہیں۔

(۱) تقی الدین المَقْرِیزی :- تقی الدین ۷۶۶ھ میں بمقام قاہرہ پیدا ہوئے۔ انہوں نے فن تاریخ پر بہت سی کتابیں لکھیں جو حسن ترتیب اور وُسعتِ معلومات کے لحاظ سے نہایت اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں۔ ان کی مشہور کتابیں درجِ ذیل ہیں :-

۱) الخِطَط والآثار :- یہ کتاب مصر کے حالات پر مشتمل ہے۔

۲) الخبر عن البشر :- یہ کتاب آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے حالات سے شروع ہوتی ہے اور ایام جاہلیت پر ختم ہوتی ہے۔

۳) اِمتاع الاسماء للنبی من الانبیاء الحفدۃ والاتباع :- یہ کتاب سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر ہے۔

۴) الدُرَرُ المُضِیَّۃ فی تاریخ الدولۃ الاسلامیۃ :- اس کتاب میں حضرت عثمان سے لے کر خلافت

عباسیہ کے خاتمہ تک کے حالات ہیں۔ ۸۴۵ھ میں وفات پائی (حوالۂ مذکور ص۴۲)

(۲) قاضی ابن شہبہ دمشقی :- ابن شہبہ نے تاریخ پر ایک کتاب لکھی جس کا نام "الاعلام بتاریخ الاسلام" ہے۔ ۸۵۱ھ میں وفات پائی (حوالۂ مذکور ص۴۳)

(۳) احمد بن علی بن حجر عسقلانی :- ۷۷۳ھ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے کئی فنون پر کتابیں لکھیں۔ ان کی سب سے زیادہ مشہور کتاب صحیح بخاری کی شرح فتح الباری ہے۔ صحابہ کے حالات پر انہوں نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ" ہے۔ تاریخ پر ان کی دوسری مشہور تصنیف "الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ" ہے جس میں مشہور بادشاہوں اور دوسرے مشاہیر کے حالات ہیں۔
۸۵۲ھ میں وفات پائی (حوالۂ مذکور ص۴۳)

(۴) بدر الدین عینی :- ۷۶۲ھ میں بمقام عینتاب (شام) میں پیدا ہوئے اسی لیے عینی کہلائے۔ تاریخ پر انہوں نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "عقد الجمان فی تاریخ اہل الزماں" ہے۔
۸۵۵ھ میں وفات پائی (حوالۂ مذکور ص۴۳)

(۵) جمال الدین بن یوسف بن تغری بردی :- ۸۱۳ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ یہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے مؤرخ تھے۔ ان کی مشہور کتابیں درج ذیل ہیں :-

۱) النجوم الزاہرہ فی اخبار مصر والقاہرہ۔
۲) البحر الزاخر فی علم الاوائل والاواخر : یہ بہت مفصل کتاب ہے۔

۸۷۴ھ میں وفات پائی (حوالۂ مذکور ص۴۴)

(۶) شمس الدین سخاوی :- سخاوی مصر کے موضع سخا میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے تاریخ پر ایک کتاب لکھی جس کا نام "الضوء اللامع لابناء القرن التاسع" ہے۔ اس میں نویں صدی ہجری کے مشاہیر کے حالات ہیں۔
۹۰۲ھ میں وفات پائی (حوالۂ مذکور ص۴۵)

(۷) جلال الدین سیوطی :- سیوطی نے متعدد علوم و فنون پر کتابیں لکھیں۔ تاریخ پر ان کی مشہور کتابیں درج ذیل ہیں :-

۱) تاریخ الخلفاء
۲) حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ
۳) نظم العقیان فی اعیان الاعیان۔

۹۱۱ھ میں وفات پائی (حوالۂ مذکور ص۴۵)

(۸) احمد بن محمد قسطلانی :- قسطلانی نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر ایک کتاب لکھی جس کا نام "المواہب اللدنیۃ فی المنح المحمدیۃ" ہے۔

۹۲۳ھ میں وفات پائی (حوالۂ مذکور ص۴۶)

دسویں صدی ہجری | اس صدی کے مشہور مؤرخین کے حالات درج ذیل ہیں :-

(۱) شمس الدین شامی :- شامی نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک کتاب لکھی جس کا نام "سُبُل الھُدیٰ والارشاد فی سیرۃ خیر العباد" ہے۔

۹۴۲ھ میں وفات پائی (حوالۂ مذکور ص۴۷)

(۲) شیخ حسین بن محمد الدّیار بکری :- حسین بن محمد نے تاریخ پر ایک کتاب لکھی جس کا نام "الخمیس فی احوال اَنفَسَ نفیس" ہے جو عام طور پر "تاریخ الخمیس" کے نام سے مشہور ہے۔

۹۶۶ھ میں وفات پائی (حوالۂ مذکور ص۴۷)

(۳) محمد الغزّی العامری :- محمد عامری ۹۷۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۶۱ھ میں وفات پائی۔ انہوں نے دسویں صدی ہجری کے مشاہیر کے حالات پر ایک کتاب لکھی جس کا نام "الکواکب السائرہ بمناقب اعیان المائۃ العاشرہ" ہے۔

(۴) عبدالقادر عَیْدرُوس :- عبدالقادر نے دسویں صدی ہجری کے مشاہیر پر ایک کتاب لکھی جس کا نام "النور السافر لرجال القرن العاشر" ہے۔

گیارھویں صدی ہجری | اس صدی کے مشہور مؤرخین کے حالات درج ذیل ہیں :-

(۱) نورالدین حلبی :- نورالدین نے سیرت نبوی پر ایک کتاب لکھی جس کا نام "انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون" ہے۔ یہ کتاب "سیرت حلبیہ" کے نام سے مشہور ہے۔

۱۰۴۴ھ میں وفات پائی (حوالۂ مذکور ص۴۷)

(۲) محمد امین المُحبّی :- امین نے گیارھویں صدی کے تیرہ سو مشاہیر کے حالات پر ایک کتاب لکھی جس کا نام "خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر" ہے۔

۱۱۱۱ھ میں وفات پائی (حوالہ مذکور ص۴۸)

(۳) ابن العماد حنبلی :- ابن العماد ۱۰۳۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۸۹ھ میں وفات پائی۔ انہوں نے تاریخ پر ایک کتاب لکھی جس کا نام "شَذَرات الذہب فی اخبار من ذہب" ہے۔ اس میں ہجرت سے لے کر ۱۰۰۰ھ تک کے حالات ہیں (حوالۂ مذکور ص۴۸)

بارھویں صدی ہجری | بارھویں صدی کے مؤرخین میں صرف ایک ہی مؤرخ قابل ذکر ہے۔

(۱) محمد خلیل آفندی مرادی الدمشقی :- خلیل نے بارھویں صدی ہجری کے مشاہیر کے حالات پر ایک کتاب لکھی جس کا نام "مسلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عَشَر" ہے۔

۱۳۰۶ھ میں وفات پائی (حوالۂ مذکور ص۴۸)

تیرھویں صدی ہجری | تیرھویں صدی کے مؤرخین میں صرف ایک ہی مؤرخ قابل ذکر ہے۔

(۱) عبدالرحمٰن جبرتی : عبدالرحمٰن نے بارھویں صدی کے مشہور لوگوں کے حالات پر ایک کتاب لکھی۔ ان کی کتاب کا نام "عجائب الآثار فی التراجم والاخبار" ہے۔
۱۲۳۷ھ میں وفات پائی (حوالہ مذکور ص۴۹)

چودھویں صدی ہجری اس صدی کے دو مشہور مؤرخ ہیں :۔

(۱) جورجی زیدان : جورجی ۱۲۷۸ھ میں بمقام بیروت پیدا ہوئے لیکن اوائل عمری ہی میں وہ مصر منتقل ہوگئے۔ انہوں نے تاریخ پر کئی کتابیں لکھیں جن میں مندرجہ ذیل کتابیں قابل ذکر ہیں :۔

۱) تاریخ العرب قبل الاسلام
۲) تاریخ التمدن الاسلامی

(۲) احمد امین :۔ احمد امین ۱۳۰۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۷۳ھ میں وفات پائی۔ انہوں نے پہلی چار صدیوں کی مذہبی، تمدنی اور علمی تاریخ پر جامع کتابیں لکھیں جن کے نام درج ذیل ہیں۔

۱) فجر الاسلام
۲) ضحی الاسلام
۳) ظہر الاسلام

نوٹ :۔ ہم نے اپنے اس مقدمہ میں صرف ان کتبِ تاریخ کا ذکر کیا ہے جو عربی زبان میں لکھی گئیں۔ دوسری زبانوں میں جو کتبِ تاریخ لکھی گئیں وہ ان کے علاوہ ہیں۔

تدوینِ تاریخ کی تاریخ پر ایک نظر

اہلِ اسلام نے تاریخ نویسی کو بہت جلد ترقی دی۔ مسعودی نے چوتھی صدی میں جب مروج الذہب لکھی تو اس کے دیباچہ میں انہوں نے اسی کے قریب بڑے بڑے مؤرخین کے نام تحریر کئے جو ان سے پہلے گذر چکے تھے۔ اس کے چالیس سال بعد جب ابن ندیم نے اپنی کتاب الفہرست تیار کی تو اس میں تاریخ کی سینکڑوں کتابوں کا ذکر کیا جو ان کے زمانہ تک لکھی جاچکی تھیں۔ آٹھویں صدی ہجری کے نصف اوّل میں حافظ ذہبی نے تاریخ کی چالیس قسمیں شمار کیں اور اسی صدی کے نصف آخر میں حافظ مغلطائی نے ایک ذاتی کتب خانے میں تاریخ کی تقریباً ایک ہزار کتابیں دیکھی تھیں۔ الغرض تاریخ نویسی کی کوئی شاخ ایسی نہیں تھی جس پر مسلمین یا مسلمان مؤرخین نے قلم نہ اٹھایا ہو۔

تدوینِ تاریخ میں محدثین کا حصہ

محدثین نے احادیث کی حفاظت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ احادیث کی حفاظت کے ساتھ ساتھ انہوں نے ضمناً بہت سے تاریخی واقعات کو بھی محفوظ کر دیا۔ محدثین نے جن تاریخی واقعات

کونقل کیا تو انہوں نے ان واقعات کے راویوں کے سلسلۂ اسناد کو بھی نقل کیا۔ اس حیثیت سے محدثین کے جمع کردہ تاریخی واقعات کو مؤرخین کے جمع کردہ تاریخی واقعات پر جو اکثر بے سند لکھے جاتے رہے ہے ایک قسم کی فضیلت حاصل ہے۔ سند کے ذریعہ ہم معلوم کرسکتے ہیں کہ کونسا واقعہ صحیح ہے اور کون سا غلط یا ناقابل اعتبار ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں جو تاریخی واقعات مروی ہیں ان سے ہم نے اپنی کتاب "صحیح تاریخ الاسلام و المسلمین" (مختصر) تیار کی۔ اس مطوّل تاریخ میں ہم حدیث کی جملہ کتابوں سے صحیح سند سے مروی تاریخی واقعات نقل کریں گے۔

کتب تاریخ کی حیثیت

اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض مؤرخین نے اگرچہ ہر واقعہ کو یا اکثر واقعات کو سند کے ساتھ اپنی کتاب میں تحریر کیا مثلاً محمد بن اسحٰق، ابن جریر طبری، ابن سعد وغیرہ نے سند کے ساتھ واقعات تحریر کئے لیکن سند کی تحقیق کسی نے نہیں کی۔ اکثر مؤرخین اپنی کتابوں میں تاریخی واقعات کو بے سند ہی لکھتے رہے۔ جو سنا لکھ لیا، جو پڑھا اس کو سچ سمجھ لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دشمنانِ اسلام خصوصاً یہودیوں اور رافضیوں کو سلف صالحین خصوصاً صحابہ کرام کے کردار کو داغدار کرنے کا اچھا موقع ملا۔ وہ گھڑتے گئے، مؤرخین لکھتے گئے۔ مثلاً علامہ ابن کثیر جو ایک بہت بڑے محدّث ہیں انہوں نے اصول محدثین ہی کو بالائے طاق نہیں رکھا بلکہ اصولِ توحید کا بھی کوئی لحاظ نہیں کیا اور ایک ایسی بات لکھ گئے جس کے جھوٹ ہونے پر اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی جا سکتی ہے۔ واقعہ حرّہ کے متعلق لکھتے ہیں :-

وقعوا علی النساء حتی قیل انه حبلت الف امرأۃ فی تلك الایام من غیر زوج فالله اعلم۔ قال المدائنی عن ابی قرۃ قال قال هشام بن حسان: ولدت الف امرأۃ من اهل المدینة بعد وقعة الحرۃ من غیر زوج (البدایه والنهایه جزء ۸ ص۲۲۱)

شامی فوج نے عورتوں سے زناکاری کی، کہتے ہیں کہ ان ایّام میں خاوند کے بغیر ایک ہزار عورتوں کو حمل ہو گیا واللہ اعلم۔ المدائنی نے بحوالہ ابی قرہ بیان کیا ہے کہ ہشام بن حسان نے بیان کیا کہ معرکہ حرّہ کے بعد اہلِ مدینہ کی ایک ہزار عورتوں نے خاوند کے بغیر بچوں کو جنم دیا۔ (البدایہ والنہایہ اردو، مترجمہ فتح پوری جلد ۸ ص۱۴۳)

مندرجہ بالا اقتباس کا خلاصہ یہ ہے کہ امیر یزید کی فوج نے اہل مدینہ کی عورتوں یعنی صحابہ کرام کی بیٹیوں اور پوتیوں سے زنا کیا اور ایک ہزار عورتیں حاملہ ہوئیں۔ عورتوں کا حاملہ ہونا اور ایک ہزار کی گنتی یہ ایسی باتیں ہیں کہ سوائے اللہ جل جلالہ کے دوسرے کو ان کا علم نہیں ہو سکتا۔ یہ علم غیب کا معاملہ ہے اور علم غیب اللہ عزوجل کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ یہ توحید کا مسئلہ ہے اور محض

اسی بنیاد پر اس افتراء پردازی کا پردہ چاک کیا جا سکتا ہے لیکن نہ المدائنی جن کو جو بہت معتبر مؤرخ سمجھا جاتا ہے یہ لکھتے ہوئے غیرت آئی اور نہ ابن کثیر کو جو ایک بہت بڑے محدث تھے ابن کثیر کو تو اصول توحید کو مدنظر رکھتے ہوئے اس بیان کو مسترد کر دینا چاہیئے تھا لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہوا۔

اس واقعہ کا مفصل تجزیہ ہم انشاء اللہ العزیز امیر یزید کے حالات میں بیان کریں گے۔

علامہ ابن خلدون جو فن تاریخ کے موجد ہیں جنہوں نے تاریخی واقعات کو جانچنے اور پرکھنے کے اصول و قواعد بنائے وہ بھی بغیر کسی تحقیق و محاکمہ کے واقعات بیان کرتے ہیں۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں۔

اس خطبہ کو (یعنی امیر معاویہ کے خطبہ کو) زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ بیمار ہو گئے اور مرض میں یوماً فیوماً زیادتی پیدا ہونے لگی۔ اپنے لڑکے یزید کو بلا کر فرمایا "میرے بیٹے! میں نے کل امور متنازعہ کو طے کر کے تمہارے لئے کافی سرمایہ مہیا کر دیا ہے وغیرہ وغیرہ .... (تاریخ ابن خلدون اردو مترجمہ حکیم احمد حسن الہ آبادی حصہ دوم ص۵۹)

اس وصیت کا مضمون ختم کرنے کے بعد ابن خلدون لکھتے ہیں :۔

طبری نے بروایت ہاشم ایسا ہی بیان کیا اور طبری نے ہاشم ہی سے اس طرح بھی روایت کیا ہے کہ جب ۶۰ھ میں امیر معاویہ کا زمانہ وفات قریب آ گیا اور اس وقت یزید موجود نہ تھا تو امیر معاویہ نے ضحاک بن قیس فہری (اپنے افسر پولیس) اور مسلم بن عقبۃ المزنی کو بلا کر کہا: میری یہ وصیت یزید تک پہنچا دینا۔ اہل حجاز کے ساتھ بہ شفقت والطاف پیش آنا وغیرہ وغیرہ .... (حوالہ مذکور ص۶۰)

ان دونوں وصیتوں کا راوی ایک ہی شخص ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ یزید موجود تھے، دوسری روایت میں ہے کہ یزید موجود نہیں تھے۔ علامہ ابن خلدون نے کوئی محاکمہ نہیں کیا۔ دونوں متضاد روایتوں کو نقل کر کے خاموش ہو گئے۔

الغرض اہل اسلام کی لکھی ہوئی یہ کتب تواریخ ایسے افسانے اور خود تراشیدہ واقعات سے مملو ہیں کہ جن کو پڑھ کر نام نہاد علماء کی گردنیں شرم سے جھک جاتی ہیں۔ انہیں یہ کہنے کی جرأت نہیں ہوتی کہ تاریخ کی ان کتابوں کے اکثر مندرجات جعلی ہیں جن کو ہمارے سادہ لوح اور نادان دوست مؤرخین نے بے سوچے سمجھے نقل کر دیا ہے۔ اس سلسلہ میں تفصیل کے لئے ہماری کتاب "صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین" (مختصر) کا مقدمہ ملاحظہ فرمائیں جس کو اس کی اہمیت کے پیش نظر ہم مطول تاریخ میں شامل کر رہے ہیں۔ ص۲ تا ص۳۷ ملاحظہ فرمائیں۔

ہماری مختصر تاریخ کے صرف تین مآخذ ہیں :۔ قرآن مجید، صحیح بخاری اور صحیح مسلم لہذا اس مختصر تاریخ کی صحت کا کیا ٹھکانہ! ہماری اس مطول تاریخ کے مآخذ میں وہ تین کتابیں بھی شامل ہوں گی اور حدیث اور تاریخ کی جملہ کتابیں بھی جو ہمیں میسر ہوں گی شامل ہوں گی۔ ہم اس مطول تاریخ میں ان

کتابوں سے صرف وہی واقعات نقل کریں گے جو سنداً صحیح یا حسن ہوں گے گویا مطول تاریخ بھی صحیح تاریخ ہوگی۔ متن کے نیچے حاشیہ میں ہم ان واقعات کی نشاندہی بھی کریں گے جو محض افسانے ہیں اور جو اسلامی تاریخ کو بگاڑنے کے لئے وضع کئے گئے تھے۔ حاشیہ میں ہم حتی الامکان یہ بتانے کی کوشش بھی کریں گے کہ کس راوی نے کونسا واقعہ گھڑا۔ راوی پر جو جرح ہوگی وہ بھی مختصراً نقل کریں گے۔ فنّی موشگافیوں سے ہم پرہیز کریں گے۔ ائمہ پر اگر تدلیس کی تہمت ہوگی تو ہم اس کی پرواہ نہیں کریں گے اس لئے کہ جو شخص امام ہو وہ مدلّس یعنی چور نہیں ہوسکتا (تدلیس پر تفصیلی معلومات کے لئے ہماری کتاب "اصولِ حدیث" ملاحظہ فرمائیں)۔

ہم اس کتاب میں ضعیف روایت شامل نہیں کریں گے سوائے اس صورت کے کہ خارجی قرائن یا کثرت طرق سے اس کے ضعف کا ازالہ ہو جائے۔ ہم ہر واقعہ کو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں بھی پرکھیں گے۔ اگر کوئی واقعہ قرآن مجید یا صحیح حدیث کے خلاف ہوگا تو اسے مسترد کردیں گے۔

مسعود احمد
۸ر صفر ۱۴۱۴ھ

تاریخ الاسلام والمسلمین

(مختصر)

کا

مقدّمہ

اسلام کے خلاف بہت سی سازشیں برپا ہوئیں متعدد قسم کے زہر پھیلائے گئے۔ دشمنانِ اسلام نے مختلف لبادے اوڑھے۔ اسلام سے باہر رہ کر بھی اسلام کی بیخ کنی کی اور بظاہر اسلام میں داخل ہو کر منافق کی حیثیت سے بھی سازشیں کرتے رہے۔ منجملہ ان سازشوں کے ایک سازش یہ بھی کی کہ اسلام کی تاریخ کو مسخ کر دیا۔ وہ معاشرہ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فیضِ صحبت سے تیار کیا تھا، جس معاشرہ کی تربیت اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں ہوئی تھی، جس معاشرہ کی تعریف میں قرآنی آیتیں اُتری تھیں اُسی معاشرہ اور معاشرہ کے افراد کے متعلق ایسی زہرافشانی کی کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ قرنِ ثانی اور قرنِ ثالث کے اکابر کے اُوپر بھی اِسی قسم کے الزامات لگائے۔ خود ساختہ واقعات کو رنگ آمیزی اور نمک مرچ لگا کر اس طرح پیش کیا کہ پڑھنے والے اپنے اکابر کے متعلق بدظنی کا شکار ہو گئے اور پھر ان تمام زہرافشانیوں، افترا پردازیوں کو تاریخ میں اِس طرح سمو دیا کہ جھوٹ سچ میں تمیز کرنا مشکل ہو گیا۔

۲۔ موجودہ زمانہ میں اسلام سے بیزار کرنے کے لئے یہ چال چلی گئی کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں ان فرضی واقعات کو تاریخی حقائق (HISTORICAL FACTS) کے نام سے متعارف کرایا گیا۔ اور یہ سازش اِتنی کارگر ہوئی کہ اکثر لوگوں کے ذہن مسموم ہو گئے اور وہ بس یہی سمجھنے لگے کہ تاریخ کا تمام مواد بالکل حقیقت ہے اور اس میں سے کسی ایک واقعہ کے بھی انکار کی گنجائش نہیں۔ الغرض تاریخ پرستی عام ہو گئی۔ اس سازش کی زد میں بڑے بڑے آگئے اور اپنے اکابر کے خلاف مختلف قسم کی زہرافشانی کرنے لگے۔

۳۔ اِس سازش یا تاریخ پرستی نے جو فتنے پیدا کئے وہ یہ ہیں:۔

(۱) انکارِ حدیث کیلئے فضا سازگار ہو گئی۔ اگر کوئی حدیث کسی تاریخی واقعہ سے ٹکرائی تو بجائے تاریخی واقعہ کو جھٹلانے کے حدیث کو یہ کہہ کر جھٹلایا گیا کہ یہ تاریخی حقائق کے خلاف ہے۔ حالانکہ کہاں تاریخ اور کہاں حدیث۔ چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک۔ حدیث کی جانچ کے لئے بیسیوں فن استعمال کئے گئے، راویانِ حدیث کی جانچ پڑتال کی گئی۔ اُن کی ثقاہت، کردار، حفظ و اتقان کو پرکھا گیا۔ سند کو دیکھا گیا کہ متصل ہے یا منقطع، غرض یہ کہ انتہائی حزم و احتیاط کے ساتھ حدیث کو مدوّن کیا گیا صحیح اور غلط میں خطِ امتیاز کھینچا گیا۔ اس کے برخلاف تاریخِ اسلام کے ابتدائی مؤلفین میں سے اکثر غیر مستند جھوٹے بلکہ دشمنِ اسلام تھے۔ بعد میں آنے والے متدیّن مؤرخین کے لئے ان ابتدائی

مؤلفین کی کتابیں ماخذ بن گئیں۔ دوسرے دور کی ان کتب تاریخ میں بغیر تحقیق وتنقید ہر قسم کے رطب و یابس کو بھر دیا گیا۔ واقعات کی سندیں بیان نہیں کی گئیں اگر بیان بھی کی گئیں تو اُن کی صحت یا ضعف کو بیان نہیں کیا گیا۔ یوں کہنا چاہئے کہ ان مورخین نے جو واقعات محققین کے لئے جمع کئے تھے وہ بغیر تحقیق کے مستند سمجھے جانے لگے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ حدیث اور تاریخ کے تضاد کی صورت میں تاریخ کی تکذیب کرتے لیکن ہوا اس کے برعکس نتیجہ یہ نکلا کہ حدیث پر سے اعتماد اُٹھ گیا اور اس طرح اسلام کو مسخ کرنے کیلئے راہ ہموار ہوگئی۔

(۲) جب حدیث پر سے اعتماد اُٹھ گیا تو پھر قرآن مجید کی من مانی تاویلیں ہونے لگیں، قرآن مجید بازیچۂ اطفال بن گیا اور ایک جدید اسلام کی داغ بیل ڈال دی گئی۔

(۳) خلافت راشدہ کو دشمنانِ اسلام کی نام نہاد ملوکیت میں تبدیل کرنے کا ذمہ دار صحابۂ کرامؓ اور دوسرے اکابر کو ٹھہرایا گیا۔ اسی کے ساتھ ساتھ ملوکیت کو غیر شرعی نظام حکومت ظاہر کرکے انتہائی کراہت آمیز شکل میں پیش کیا گیا، جس کے نتیجہ میں صحابۂ کرامؓ اور دوسرے اکابر کو محض دنیا دار، مکّار اور خوشامدی کی حیثیت سے پیش کیا گیا۔ کوئی صحابی کسی صحابی کے خلاف زہر افشانی کر رہا ہے، کوئی کسی کے خلاف نبرد آزما ہے۔ آپس میں تلواریں چل رہی ہیں، دنیا کی دَوڑ میں کوئی پیچھے رہنا نہیں چاہتا، مال و دولت اور اقتدار کی ہوس نے سب کو اندھا کر دیا ہے۔ غرض یہ کہ جس معاشرہ کو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کیا تھا وہ اسلام سے کوسوں دور تھا، وہ افراد جو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض یافتہ تھے وہی صحیح معنوں میں مسلم نہیں تھے تو بعد والوں کا کیا کہنا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نعوذ باللہ من ذٰلک) اپنے مقصد میں ناکام رہے اور اپنے بعد منافق اور دنیا کے پیچھے بھاگنے والے چھوڑ گئے۔ اِس فتنہ نے نبوّت کی عمارت کو متزلزل کر دیا اور اسلام کے متعلق بدگمانی پیدا ہونے لگی۔

۴۔ یہ ہیں وہ فتنے جو ہماری غلط تاریخ کی وجہ سے وجود میں آئے اور جنھوں نے ہزارہا آدمیوں کے ایمان کو متزلزل کیا۔ موجودہ تاریخ کو پڑھ کر ہماری گردنیں شرم سے جھک جاتی ہیں کیونکہ اس خونی تاریخ کو ہم اپنی تاریخ سمجھتے ہیں۔ ہمیں اتنی جرأت نہیں ہوتی کہ اس تاریخ کی صحت سے انکار کر دیں، ذہن مسموم ہو چکے ہیں، دماغ مرعوب ہو چکے ہیں، علم سے تہی دامن ہیں، تقلید کے جراثیم اس قدر سرایت کر گئے ہیں کہ تحقیق کی طرف طبیعت مائل نہیں ہوتی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ (حجرات)	اے ایمان والو، اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اُس کی تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ جہالت کے باعث تم کسی قوم پر جا پڑو اور پھر تمہیں نادم ہونا پڑے۔

اس عظیم الشان فرمان کے باوجود ہم نے کبھی یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کی کہ کسی واقعہ کا بیان کرنے والا صحیح الایمان ہے یا فاسق۔ بغیر تحقیق کے ہم نے ہر واقعہ کو قبول کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جہالت کے باعث ہم اپنے اکابر پر برس پڑے

اسلامی اصولوں کی پامالی کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا اور کبھی ہمیں یہ خیال بھی نہ آیا کہ کہیں کل میدانِ محشر میں ہمیں شرمسار نہ ہونا پڑے۔

۵۔ دوسرے دَور کی کتبِ تاریخ کی بنیاد پر دوسری کتبِ تاریخ وجود میں آئیں۔ مختلف زبانوں میں تاریخِ اسلام لکھی گئی۔ علماء نے اپنی تقریروں اور تحریروں میں ان ہی کتبِ تاریخ کے افسانوں کو مستند سمجھ کر پیش کیا۔ معدودے چند محققین کے علاوہ کسی نے یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کی کہ یہ تاریخی واقعات قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے مطابق بھی ہیں یا نہیں۔ حالانکہ اگر وہ ذرا سا بھی غور و تدبّر کرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ جن واقعات کو وہ مستند سمجھ رہے ہیں اُن کے بطلان پر قرآنی آیات اور احادیثِ صحیحہ شاہد ہیں۔ مثلاً جن صحابہ کرامؓ کے تقوے، اللہ کی رضا جوئی اور اُن کی آپس کی محبت کی شہادت قرآن مجید دے رہا ہے اُن کے متعلق تاریخ میں ایسے افسانے ملتے ہیں جن سے اُن کے تقوے پر ضربِ کاری پڑتی ہے۔ خلوص اور للّٰہیت کی دھجیاں اُڑتی دکھائی دیتی ہیں۔ محبت کے بجائے نفرت و عداوت کی تیز و تند آندھیاں چلتی نظر آتی ہیں مگر وہ ہیں کہ سب کو تسلیم کرتے چلے جا رہے ہیں اور با ایں ہمہ اُن کا ایمان بالقرآن متأثر نہیں ہوتا۔ ایں چہ بوالعجبیست۔

۶۔ قرآن مجید کے بعد صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا جو درجہ ہے وہ کسی پر مخفی نہیں جس تحقیق و تفتیش اور سخت شرائط کے ساتھ ان کتابوں کو مدوّن کیا گیا وہ اپنی نظیر آپ ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ تاریخ کے سلسلہ میں اکثر لوگوں نے ان کتابوں سے بے اعتنائی کا ثبوت دیا۔ تاریخ کے اُن واقعات کو بھی تسلیم کر لیا جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے متصادم تھے۔ ذیل میں ہم چند مثالوں سے اس کی وضاحت کرتے ہیں:۔

(۱) صحیح بخاری میں ہے کہ واقعۂ رجیع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عاصم بن ثابتؓ کو امیر بنایا، تاریخ میں ہے کہ حضرت مرثدؓ کو امیر بنایا (سیرۃ ابن اسحٰق، سیرۃ ابن ہشام، تاریخ ابن خلدون)

(۲) صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت خبیبؓ کو عقبہ نے قتل کیا، تاریخ میں ہے کہ عقبہ کے بھائی نے قتل کیا (فتح الباری بحوالہ سیرۃ ابن اسحٰق)

(۳) صحیح بخاری میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ جنگِ موتہ میں حضرت خالدؓ کے ہاتھ پر مسلمین کو فتح نصیب ہوئی، تاریخ میں ہے کہ حضرت خالدؓ بڑی خوبصورتی سے اپنی فوج کو بچا کر لے آئے یعنی دوسرے لفظوں میں شکست کھا کر بھاگ آئے۔ خالد دشمنی کی یہ ادنیٰ مثال ہے جو ہماری تاریخ میں مذکور رہے۔ (تاریخ ابن خلدون)

(۴) صحیح بخاری میں ہے کہ جنگِ خندق، جنگِ اُحد کے ایک سال بعد ہوئی اور جنگِ اُحد بالاتفاق ۳ھ میں ہوئی، لہٰذا صحیح بخاری سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جنگِ خندق ۴ھ میں ہوئی لیکن تاریخ میں ہے کہ جنگِ خندق شوال ۵ھ میں ہوئی (سیرۃ ابن اسحٰق و سیرۃ ابن ہشام)

(۵) صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت سعد بن معاذؓ جنگِ خندق میں شہید ہوئے۔ صحیح بخاری میں یہ بھی ہے کہ حضرت سعد بن معاذؓ اُس وقت موجود تھے جب حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگائی گئی۔ اس سے یہ بات بالبداہت ثابت ہوگئی کہ واقعۂ تہمت جنگِ خندق سے پہلے واقع ہوا اور جنگِ خندق جیسا کہ اُوپر لکھا گیا ۴ھ میں ہوئی۔ لہٰذا واقعۂ تہمت زیادہ سے

زیادہ ۵ھ میں ہونا چاہئے، اس کے بعد نہیں ہو سکتا لیکن تاریخ میں ہے کہ واقعۂ تہمت ۶ھ میں ہوا۔ (سیرۃ ابن اسحٰق و سیرۃ ابن ہشام) اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ واقعۂ تہمت ۶ھ میں ہوا تو حضرت سعد بن معاذؓ اُس وقت زندہ ہو کر کیسے آگئے جب کہ وہ جنگِ خندق میں جو بقول مؤرخین ۵ھ میں ہوئی تھی شہید ہو گئے تھے۔

(۶) صحیح بخاری میں ہے کہ حجاب کا حکم واقعۂ تہمت سے پہلے نازل ہوا اور واقعۂ تہمت جنگِ خندق سے پہلے ہوا لہٰذا از روئے صحیح بخاری حجاب کا حکم جنگِ خندق سے بہت پہلے نازل ہوا۔ کیونکہ جنگِ خندق ماہ شوال ۴ھ میں ہوئی لہٰذا حجاب کا حکم بہرصورت شوال ۴ھ سے پہلے نازل ہونا چاہئے لیکن تاریخِ واقدی میں ہے کہ حجاب کا حکم ۵ھ میں نازل ہوا اور دوسری تاریخوں میں ہے کہ ذوقعدہ ۴ھ میں نازل ہوا یعنی ہر حالت میں جنگِ خندق کے بعد اور یہ چیز صحیح بخاری کے خلاف ہے (فتح الباری تفسیر سورۂ نور)

(۷) صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دن حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ سے ناراض ہو کر مسجد میں جا کر سو گئے۔ اُن کے جسم پر خاک لگ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو یہ کہکر جگایا "اے ابو تراب اُٹھو"۔ تاریخ میں ہے کہ جب حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ سے ناراض ہوتے تو غصہ میں مٹی لیکر اپنے سر پر ڈال لیتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے فرماتے "اے ابو تراب کیا ہوا؟" (سیرۃ ابن ہشام و روض الانف ۲۲۵ حصہ اوّل)

(۸) صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عباسؓ جنگِ بدر میں کافروں کے ساتھ شریک تھے اور جنگ کے بعد قید ہو گئے تھے۔ پھر فدیہ لے کر اُن کو رہا کیا گیا تھا۔ لیکن تاریخ میں ہے کہ حضرت عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے ایمان لے آئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے بموجب مکہ میں رہ گئے تھے۔ (رحمۃ للعالمین جلد دوم)

(۹) صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت اُمِّ حبیبہؓ کا نکاح فتح مکہ کے بعد ہوا لیکن تاریخ میں ہے کہ فتح مکہ سے پہلے ہوا۔ (سیرۃ ابن اسحٰق وغیرہ)

(۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت کے سلسلہ میں ایک نامۂ مبارک نجاشی شاہِ حبش کو بھیجا تھا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ اس بادشاہ کا نام اصحمہ نہیں تھا جس کی نمازِ جنازہ غائبانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھی۔ اس کے برخلاف تاریخ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحمہ ہی کو دعوت نامہ بھیجا تھا۔ (طبری)

(۱۱) صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابو عامرؓ جنگِ اوطاس میں شہید ہوئے۔ صحیح بخاری ہی میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابو عامرؓ کے قاتل کو حضرت ابو موسیٰؓ نے اُسی وقت قتل کر دیا تھا۔ تاریخ میں ہے کہ وہ قاتل بعد میں مسلم ہو گیا تھا۔ (فتح الباری بحوالہ سیرۃ ابن اسحٰق)

(۱۲) صحیح مسلم میں ہے کہ آیۂ کریمہ "لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ" اُس وقت نازل ہوئی جب قبیلہ بنو تمیم کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ آیت کے نزول کے بعد بھی حضرت سعد بن معاذؓ زندہ تھے۔ کیونکہ حضرت سعد بن معاذؓ کی شہادت جنگِ خندق میں ہوئی لہٰذا آیت کا نزول اور وفدِ بنو تمیم کی آمد ۳ھ یا

۴ھ میں ہونی چاہئے لیکن تاریخ میں ہے کہ یہ وفد ۹ھ میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تھا۔ (سیرۃ ابن ہشام اردو مترجمہ سید نسیمن علی حسنی حصہ دوم ص۳۵۴ و فتح الباری بحوالہ مدائنی و تفسیر ابن کثیر)

(۱۴) ازواجِ مطہراتؓ کو ایک خاص موقع پر اختیار دیا گیا تھا کہ وہ اللہ اور رسولؐ کو اختیار کریں یا دُنیا کو اختیار کریں۔ اسے واقعۂ تخییر کہتے ہیں صحیح مسلم میں ہے کہ یہ واقعہ حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے ہوا، اور جیسا کہ اُوپر ثابت کیا گیا ہے کہ حجاب کا حکم ۴ھ میں نازل ہوا لہٰذا واقعۂ تخییر ۴ھ یا ۳ھ میں ہونا چاہیئے لیکن تاریخ کہتی ہے کہ واقعۂ تخییر ۹ھ میں واقع ہوا۔ (فتح الباری کتاب النکاح بحوالہ دمیاطی) اور اسی تاریخ کے بیان کو اکثر علماء و ائمہ نے تسلیم کر لیا حالانکہ واقعۂ تخییر کے متعلق جو آیات نازل ہوئیں اُن کا ۹ھ میں نازل ہونا عقلاً بھی محال ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ {احزاب}

اے نبی کی بیویو اپنے گھروں میں بیٹھی رہو اور ایامِ جاہلیت کی طرح اپنی نمائش نہ کرو۔

اگر یہ واقعہ حجاب کے نازل ہونے کے بعد مان لیا جائے تو اس کے یہ معنیٰ ہوں گے کہ حکمِ حجاب نازل ہونے کے بعد پانچ سال تک ازواجِ مطہراتؓ پردہ میں نہیں بیٹھیں۔ اپنی نمائش کرتی تھیں اور اب ۹ھ میں انہیں حکم دیا جا رہا ہے کہ پردہ میں بیٹھو، اپنا بناؤ سنگھار ظاہر نہ کرو، یہ قطعاً باطل ہے۔ ہاں اگر اس آیت کے نزول کو حکمِ حجاب سے پہلے مان لیں تو پھر کوئی اشکال نہیں رہتا اِس لئے کہ حجاب کے حکم سے پہلے تمام عورتیں اور ازواجِ مطہراتؓ بھی بے پردہ آتی جاتی تھیں۔ پہلے اس آیت کے ذریعہ اُنہیں غیر ضروری آمد و رفت اور اپنی نمائش سے روکا گیا اور بعد میں پردہ کرنے کا حکم دیدیا گیا۔ یہ تدریج بالکل فطرتِ اسلام کے مُطابق ہے دوسرے احکام بھی اسی طرح بتدریج ہی نازل ہوئے۔

دوسری بات جو عقلاً اس قصہ کو ۹ھ میں واقع ہونے سے مانع ہے وہ یہ کہ ۹ھ تک ازواجِ مطہراتؓ کی حالت نہ بدلی۔ دنیا کی طمع اُن میں بدستور موجود تھی، کئی کئی سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے کے بعد بھی اُن کی اصلاح نہیں ہوئی، اگر ہم واقعۂ تخییر کو ۳ھ یا ۴ھ کا واقعہ مان لیں تو پھر یہ بالکل قرینِ قیاس ہے کہ ازواجِ مطہراتؓ کو ۳ھ یا ۴ھ تک رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مستفیض ہونے کا بہت کم موقع ملا تھا، لہٰذا ابتدائی دَور میں یہ ممکن ہے کہ دنیا کی خواہش اُن میں موجود ہو اور اُسی وقت اُن کو اس سے روک دیا گیا ہو۔

تیسری بات یہ ہے کہ آیۂ تطہیر بھی اسی موقع پر نازل ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ارادہ کر لیا تھا کہ ازواجِ مطہراتؓ کو پاک کر کے چھوڑے گا لیکن اللہ کے ارادہ کی تکمیل میں اتنی دیر لگ گئی کہ ۹ھ کا زمانہ آگیا اور طمع بدستور موجود تھی، یہ خلافِ عقل ہے۔

⑭ صحیح بخاری کتاب النکاح میں ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ واقعۂ تخییر کے وقت یعنی ۹ھ ہجری میں مدینہ منورہ میں موجود تھے لیکن تاریخ میں ہے کہ فتح مکہ ۸ھ کے بعد مدینہ منورہ آئے۔

⑮ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ جنگ خیبر کے بعد حبشہ سے مدینہ منورہ پہنچے اور پھر غزوۂ ذات الرقاع میں شریک ہوئے۔ یہ چیز بالبداہت ثابت کرتی ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع، جنگ خیبر کے بعد ہوا لیکن تمام تاریخیں اس پر متفق ہیں کہ غزوۂ ذات الرقاع جنگ خیبر سے پہلے ہوا۔ (سیرۃ ابن اسحٰق و سیرۃ ابن ہشام اردو حصہ دوم ص۲۲۹)

⑯ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ غزوۂ ذات الرقاع میں ہمارے پیر زخمی ہو گئے تھے لہٰذا ہم نے اپنے پیروں پر دھجیاں باندھ لیں، اسی لئے اس غزوہ کا نام ذات الرقاع (یعنی دھجیوں والی جنگ) ہو گیا۔ لیکن تاریخوں میں اس کی مختلف وجوہ بیان کی گئی ہیں جن کی تعداد پانچ تک پہنچ گئی ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام و تاریخ واقدی) اور کسی تاریخ میں وہ وجہ بیان نہیں کی گئی جو صحیح بخاری میں ہے۔ صحیح بخاری کی روایت کتنی مستند ہے اور کتنے یقین سے بیان کی گئی ہے۔ برخلاف اس کے تاریخ کی روایتیں نہ مستند ہیں نہ یقین کے ساتھ بیان کی گئیں بلکہ مجہول کے صیغہ میں بیان کی گئی ہیں لیکن افسوس ہے کہ پھر بھی بعض علماء نے صحیح بخاری کی حدیث کے خلاف تاریخ کی روایت کو تسلیم کیا۔

⑰ صحیح بخاری میں ہے کہ یہ آیت "اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا" حضرت اشعث بن قیسؓ اور ان کے چچازاد بھائی کے مقدمہ کے سلسلہ میں نازل ہوئی، تاریخ میں ہے کہ یہ آیت یہودیوں کے متعلق نازل ہوئی جبکہ انہوں نے قسمیں کھا کر کہا کہ "توریت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ذکر نہیں۔" (طبری)

⑱ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے یہ حدیث کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کے بعد جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے اور نماز عصر کے بعد جب تک سورج غروب نہ ہو جائے نماز پڑھنے سے منع فرمایا" کئی صحابہؓ نے بیان کی۔ ان صحابہؓ میں عمرؓ بھی شامل ہیں اور وہ مجھے اُن تمام صحابہؓ میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

اس کے برخلاف تاریخ میں حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عباس کا ایک مکالمہ درج ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کو حضرت عمرؓ سے بغض شدید تھا۔ (طبری)

⑲ صحیح بخاری میں ہے کہ امام مسروقؒ کہتے ہیں "حضرت اُمِّ رومانؓ نے مجھ سے حدیث بیان کی" یہ اس بات کا کتنا زبردست ثبوت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت میں جب امام مسروقؒ مدینہ منورہ آئے تو حضرت اُمِّ رومانؓ زندہ تھیں اور مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد انہوں نے حضرت اُمِّ رومانؓ سے حدیث سُنی لیکن تاریخ کہتی ہے کہ حضرت اُمِّ رومانؓ کا انتقال عہد رسالت میں ۴ھ یا ۵ھ یا ۶ھ میں ہو گیا تھا (واقدی) لہٰذا حضرت مسروقؒ کی ان سے سماعت صحیح نہیں۔

حضرت اُمّ رومانؓ حضرت ابوبکرؓ کی زوجہ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کی والدہ ہیں صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کی موجودگی میں چند مہمان حضرت ابوبکرؓ کے ہاں آئے۔ اس دعوت میں حضرت اُمّ رومانؓ موجود تھیں کیونکہ حضرت عبدالرحمٰنؓ ۶ھ یا ۷ھ میں ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تھے لہٰذا اُمّ رومانؓ کی وفات ۴ھ یا ۵ھ یا ۶ھ میں ہونا قطعاً غلط ہے۔ امام بخاریؒ نے خود اپنی تاریخ میں اس بات کی تردید کی تھی کہ ان کا انتقال ۴ھ یا ۵ھ یا ۶ھ میں ہوا۔ امام بخاریؒ نے لکھا تھا کہ حضرت اُمّ رومانؓ کی وفات حضرت عثمانؓ کی خلافت میں ہوئی۔ امام بخاریؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ مسروقؒ کی حدیث اِسناد کے لحاظ سے قوی ہے اور اس کا اتصال بہت واضح ہے۔ حضرت ابراہیم حلبیؒ نے بھی مسروقؒ کا حضرت اُمّ رومانؓ سے سُننا تسلیم کیا ہے، لیکن بایں ہمہ لوگوں نے تاریخ پر اعتماد کیا حتٰی کہ بعض علماء نے بھی تاریخ کا اتباع کیا۔ امام خطیب بغدادی، امام مزی، علّامہ ذہبی، علائی، صاحب المشارق والمطالع سہیلی، ابن سید الناس اور ان کے علاوہ بہت لوگوں نے تاریخ کی روایت پر اعتماد کیا، بالآخر ان سب کی مخالفت حضرت امام ابن قیمؒ نے کی اور حضرت اُمّ رومانؓ سے مسروقؒ کی سماعت ثابت کی۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ بعض علماء بھی صحیح بخاری پر تاریخ کو ترجیح دیتے رہے انہیں اس بات کی قطعاً پرواہ نہیں ہوئی کہ تاریخ کے بیان کو صحیح ماننے سے صحیح بخاری کی حدیث ضعیف و منقطع ہو جائے گی۔ سب کچھ گوارا کیا لیکن تاریخ کی تردید نہیں کی باوجود اس کے کہ روایاتِ تاریخ کسی ایک تاریخ وفات پر متفق بھی نہیں، مزید برآں یہ تمام مختلف تاریخیں واقدی نے نقل کی ہیں جو محدثین کے نزدیک کذاب ہے۔ تاریخ کی دوسری روایت جس کو زبیر بن بکار نے روایت کیا ہے کہ حضرت اُمّ رومانؓ نے ذوالحجہ ۶ھ میں وفات پائی منقطع اور ضعیف ہے۔ غرض یہ کہ تاریخ کی جملہ روایتیں موضوع ہیں لیکن افسوس کہ پھر بھی ہمارے اکثر علمائے کرام تاریخ کا اعتبار کرتے رہے اور صحیح بخاری کی حدیث کو ضعیف بتاتے رہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

(نوٹ:۔ اس سلسلہ کی مزید معلومات کیلئے ضمیمہ مقدمہ ہٰذا ملاحظہ فرمائیں۔)

۷۔ مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہو گیا کہ تاریخی روایات متعدد مقامات پر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث سے ٹکراتی ہیں اور یہ چیز اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ تاریخ کی اکثر روایات ناقابلِ اعتبار ہیں۔ اسی وجہ سے امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ہے کہ "تین قسم کی کتابیں یکسر بے بنیاد ہیں۔ یعنی مغازی، تفسیر اور شورشوں کی کتابیں"۔ قاضی ابوالولید باجیؒ فرماتے ہیں: "اہلِ سیر کی روایت پر محدثین اعتماد نہیں کرتے۔" غرض یہ کہ تاریخ کی کتابیں سب غیر معتبر ہیں۔ مؤرخین نے سلسلۂ اسناد کا اہتمام نہیں کیا اور اگر سند بیان بھی کی تو اس کی جانچ پڑتال نہیں کی۔

۸۔ **صحیح تاریخ کی ضرورت** | اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب موجودہ تاریخوں میں بے انتہا جھوٹ کی آمیزش ہے اور جو مطوّل یا مختصر تاریخیں لکھی جا رہی ہیں اُن کا ماخذ یہی کتب تاریخ ہیں تو کیا ایسی حالت میں ایک ایسی

تاریخ کی ضرورت نہیں جو روایتًا اور درایتًا صحیح ہو۔ ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ جو لوگ حدیث کے معاملہ میں سند کی صحت سے زیادہ درایت پر زور دیتے ہیں وہ تاریخ کے معاملہ میں درایت کا قطعًا خیال نہیں کرتے۔ اسی طرح ہمیں اُن پر بھی تعجب ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ وہ حدیث مانی جائے گی جو قرآن مجید کے خلاف نہ ہو لیکن تاریخی روایات کو اخذ کرتے وقت وہ اس اصول کو خیر باد کہہ دیتے ہیں۔ وہ کیسے یقین کر لیتے ہیں کہ جو لوگ مجسم تقویٰ ہوں، جن کے تقوے کی شہادت قرآن مجید دے رہا ہو وہ درحقیقت مکار اور دنیا دار تھے، جھوٹی قسمیں کھاتے تھے، ایک دوسرے کو گالی دیا کرتے تھے، قتل کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسلم سے لڑنا کفر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ "میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو" (صحیح بخاری) تو کیا باوجود تاریخ کے بیان کردہ جنگ جدال قتل وقتال کے وہ ان احادیث کی روشنی میں مسلم ہیے۔ کیا اسلامی قوانین اُن پر نافذ نہ ہوں گے؟ وہ کس قانون کے تحت اس حکم سے مستثنٰی ہیں؟ پھر مزید تعجب اُن لوگوں پر ہے جو کہتے ہیں کہ تاریخ کے واقعات کی سند کی جانچ پڑتال کی ضرورت ہی نہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ لوگوں کے کردار کو ملوث کیا جائے اور ہم یہ بھی نہ دیکھیں کہ کہنے والا کون ہے۔ بلکہ ہر جھوٹے، دشمن اسلام کی افترا پردازیوں کو صحیح سمجھ کر قرونِ اولیٰ کے مسلمین کو بدترین قسم کے مسلم تسلیم کریں۔

بعض لوگوں کو یہ بھی فکر ہے کہ اگر حدیث کی طرح تاریخی روایات کی جانچ پڑتال کی گئی تو ہمیں نوّے فیصدی تاریخ اسلام سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ ہم کہتے ہیں کہ ہمیں ایسی تاریخ کی ضرورت ہی کب ہے جس کو پڑھ کر ہماری آنکھیں شرم سے نیچی ہو جائیں۔ جس کو پڑھ کر غیر مسلم ہمیں طعنہ دیں کہ "یہ تھے آپ کے اسلاف اور آپ کے رسولؐ کے اصحابؓ۔ اگر قرآن واقعی اللہ کی طرف سے نازل ہوتا تو وہ کبھی بھی ایسے مکاروں، دنیاداروں (نعوذ باللہ من ذٰلک) کی تعریف نہ کرتا"۔ جنھیں اس تاریخ کے ضائع ہونے کا غم ہو اُنہیں یہ تاریخ مبارک ہو، اُنہیں نوّے فیصدی تاریخ کے کالعدم ہونے کا ڈر ہے ہم کہتے ہیں کہ ایسی تاریخ سے تو ہم بے تاریخ ہی اچھے، اگر سو فیصدی تاریخ بھی کالعدم ہو جائے تو ہمیں پرواہ نہیں۔ ہم بڑے فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ تاریخ ہماری ہے ہی نہیں۔ یہ تاریخ دشمنانِ اسلام کی سازش کا نتیجہ ہے۔ ہماری آنکھیں نیچی نہیں ہوں گی۔ ہم شرمسار نہیں ہوں گے۔ ہم ڈنکے کی چوٹ اعلان کریں گے کہ ہمارے اسلاف تو وہ تھے جن کی تعریف قرآن نے کی ہے۔ جن کی تعریف حدیثوں میں آئی ہے۔ کتنے تعجب کی بات ہے کہ نوّے فیصدی تاریخ کے ضائع ہونے کے خوف سے ہم اس فرضی تاریخ کو سینہ سے لگائے رہیں۔

پھر لوگوں کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ تاریخ کا نوّے فیصدی حصہ ضائع ہو جائے گا۔ یہ بات مبالغہ سے خالی نہیں۔ ضعیف اور موضوع روایتیں نکالنے کے بعد بھی موجودہ تاریخ کا نصف سے زیادہ حصہ ایسا ہوگا جو اسلاف کی شان کے عین مطابق ہوگا۔

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر حدیث کے طرز پر تاریخ کو لکھا جائے تو اَوروں کی تاریخ تو کجا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بھی مکمل طور پر مرتب نہیں کی جا سکتی۔ ہماری یہ تاریخ جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کی تردید کے لئے ایک کھلی دلیل ہے۔ ہم نے اس میں وہ روایتیں نہیں لیں جو بہ اصولِ محدثین حسن ہیں، ہم نے وہ روایتیں بھی نہیں لیں جو صحت کے ادنیٰ درجہ پر ہیں۔ وہ روایتیں بھی نہیں لیں جو صحیح بخاری یا صحیح مسلم یا ان دونوں کی شرط پر صحیح کے درجہ پر فائز ہیں۔ ہم نے صرف وہ روایتیں لی ہیں جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہیں، حتّٰی کہ ان کتابوں

کی تعلیقات بھی ہماری اِس تاریخ میں شامل نہیں کی گئیں۔ اِس کتاب کو صرف قرآن مجید اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی باسند احادیث سے تیار کیا گیا ہے۔ اِن تینوں کتابوں کی صحت کا کیا کہنا۔ اتنی اعلیٰ درجہ کی صحیح ترین روایتوں سے ہم نے سیرۃُ النبیؐ اور سیرۃُ الخلفاء تیار کی ہے اور ہماری اس صحیح ترین تاریخ کا وہ حصّہ جو سیرۃُ النبیؐ پر مشتمل ہے وہ ان تمام کتب سیرت سے جو اَب تک اردو زبان میں صرف سیرت[1] پر لکھی گئی ہیں زیادہ ضخیم ہے۔ کیا اب بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ حدیث کے طرز پر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بھی مکمل طور پر نہیں لکھی جاسکتی۔ اور اگر ہم وہ تمام روایتیں اس میں شامل کر دیں جن کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے اور جو ہم نے اپنی اس صحیح ترین تاریخ میں شامل نہیں کی ہیں تو پھر آپ خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جو سیرۃُ النبیؐ تیار ہوگی وہ کتنی ضخیم ہوگی۔ یہ انشاء اللہ آپ کو آئندہ معلوم ہوگا جب ہماری مطوّل تاریخ آپ کے سامنے آئے گی۔ اِس وقت جو تاریخ آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ اسلام کی ایک مختصر، جامع، ٹھوس اور صحیح ترین تاریخ ہے۔ یہ وقت کی ایک اہم ضرورت تھی۔ اُمّت پر یہ ایک قرضہ تھا جو مُدّت سے چلا آرہا تھا۔ اُمّتِ مسلمہ کو ایک ایسی تاریخ کی سخت ضرورت تھی کہ جس سے صحابۂ کرامؓ اور دوسرے اکابرِ اُمّت کے متعلق عوام النّاس کے ذہن صاف ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس نے جماعت المسلمین کو اِس اہم ضرورت کے پُورا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

جماعت المسلمین کے منصوبوں میں اِس مختصر تاریخ کے علاوہ ایک مکمل اور مطوّل تاریخ کی ترتیب کا منصوبہ بھی شامل ہے جس میں آدم علیہ السّلام سے لے کر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر خلفائے عثمانیہ تک کے صحیح حالات جمع کر دیئے جائیں گے۔ اس مطوّل تاریخ میں صحیحین کے علاوہ تمام کتبِ احادیث کی صحیح احادیث اور تمام کتبِ تاریخ کی صحیح روایتیں جو محدّثین کے اصول پر صحیح یا حَسن ہوں شامل کر دی جائیں گی۔ کسی ضعیف روایت کو اِس تاریخ میں شامل نہیں کیا جائے گا خصوصًا ایسی روایت کو جو قرآن و حدیث سے ٹکراتی ہو۔ البتہ حاشیہ پر اس قسم کی روایتوں کی نشاندہی کر دی جائے گی اور اُن پر عقلی و نقلی جرح بھی تحریر کر دی جائے گی تاکہ پڑھنے والوں کو دشمنانِ اسلام کی افترا پردازیوں کا علم ہو جائے اور وہ ان روایتوں کو کالعدم سمجھیں۔ یہ منصوبہ بہت دشوار اور محنت طلب ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب کچھ آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اس منصوبہ کو ہمارے لئے آسان کر دے اور مسلمین کو اپنے اسلاف کے صحیح اور قابلِ فخر کارناموں سے واقف ہونے کا موقع فراہم کرے۔

ایک بات ہم یہاں یہ بھی عرض کر دیں کہ تاریخ کے ان خود ساختہ افسانوں کی نشاندہی سب سے پہلے ہم نے نہیں کی ہے۔ ہمارے اکابر بھی ان افسانوں کی تردید کرتے آئے ہیں۔ مثلاً قاضی ابو بکر ابن العربیؒ نے آج سے تقریبًا نو سو سال پہلے اپنی کتاب العواصم من القواصم میں ان فرضی واقعات کے بخیے اُدھیڑ کر رکھ دیئے۔ اسی طرح علّامہ ابن تیمیہؒ نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب "منہاج السنۃ" میں ان روایات پر سخت تنقید کی۔

۹۔ اِس تاریخ کا مزید تعارف | یہ تاریخ جو آپ کے ہاتھوں میں ہے ایک مختصر تاریخ ہے اور جیسا کہ اُوپر لکھا گیا ہے صرف قرآن مجید اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی مسند احادیث سے ماخوذ ہے۔ قرآن مجید اور صحیحین میں جو موتی مختلف مقامات پر بکھرے ہوئے تھے اُن کو ایک لڑی میں پرو کر مربوط شکل میں پیش کر دیا گیا ہے۔ یہ کتاب مطوّل تاریخ اسلام کے لئے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اس بنیاد پر جو ذہن تیار ہوگا اُس ذہن میں پھر کسی ایسی بات کے لئے گنجائش نہیں ہوگی جو ان ٹھوس حقائق کے خلاف ہو۔ کاش مسلمین اس کو اپنے بچوں کے لئے حکومتی سطح پر یا خانگی سطح پر داخلِ نصاب کرلیں۔ کاش ہر وہ

---

[1] سیرت سے مُراد سیرت کے مربوط و مسلسل واقعات ہیں۔

بچہ جو کسی مسلم کے ہاں پیدا ہوا ہے سن شعور تک پہنچنے سے پہلے اس کتاب کا مطالعہ کرلے۔ یہ کتاب صرف تاریخ ہی نہیں بلکہ اسلام کے متعلق مفید معلومات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ اس میں توحید، رسالت، قیامت اور دیگر مسائل پر سیر حاصل مواد ہے۔

آیات اور واقعات کی ترتیب میں کافی کوشش کی گئی ہے۔ بعض مقامات پر قرآن مجید اور صحیحین ہی سے ترتیب کو اخذ کیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر حدیث کی دوسری کتابوں اور کتب تاریخ سے واقعات کی ترتیب میں مدد لی گئی ہے۔ ہم نے واقعات کی ترتیب میں جو کوشش کی ہے اُس کا اندازہ آپ کو مقدمۂ ہٰذا کے بیرا ۵ کے مطالعہ سے ہوگیا ہوگا غرض یہ کہ بعض آیات اور واقعات کی ترتیب تو یقینی ہے لیکن ہمیں اعتراف ہے کہ تمام آیات اور واقعات کی ترتیب یقینی نہیں ظنی ہے۔ اتنا ضرور ہے کہ:-

① آیات کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کے تیرہ سال میں توحید اور شرک میں جو کشمکش رہی آگے یا پیچھے اُس کا صحیح نقشہ آپ کے سامنے آجائے گا اور ایسا محسوس ہونے لگے گا گویا کہ آپ اس دور میں موجود ہیں اور یہ سارے واقعات آپ کے سامنے سے گذر رہے ہیں۔

② رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی کے دس سال کے صبح و شام اور صحابۂ کرامؓ کے واقعات کی صحیح ترین تصویر آگے یا پیچھے آپ کے سامنے کھنچ جائے گی۔

آخر میں ہم پھر اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہیں کہ ہم باوجود کوشش کے تمام آیات اور واقعات کی ترتیب کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتے کہ موجودہ ترتیب قطعی الصحت ہے اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کتاب کی تالیف میں ہم غلطی سے مبرا ہیں۔ عجز اور غلطی سے مبرا صرف اللہ جل جلالہٗ کی ذات بابرکات ہے۔ والکمال للہ وحدہٗ

سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَى الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۝
وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝

فقط

خادم

مسعود احمد

۲۹ ر رجب ۱۳۹۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ

تاریخ اور قرآن وحدیث کا تقابل

نمبر شمار	تاریخ	قرآن وحدیث	تبصرہ
①	**واقعۂ رجیع** (۱) چند منافقین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ کچھ مبلغین کو ہمارے ہاں بھیج دیجئے جو ہمیں دین سکھائیں۔ (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ صحابیوں کو ان کے ساتھ کر دیا۔ (۳) ان صحابیوں میں حضرت عاصمؓ، حضرت خبیبؓ حضرت ابن دثنہؓ اور حضرت مرثدؓ شامل تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابیوں پر حضرت مرثدؓ کو امیر بنایا۔ ان منافقین نے قبیلۂ ہذیل کو ان مبلغین کے خلاف اُبھارا۔ قبیلۂ ہذیل نے ان مبلغوں کا محاصرہ کر کے چار کو شہید کر دیا اور دو کو یعنی حضرت خبیبؓ اور حضرت ابن دثنہؓ کو مکہ میں لاکر بیچ دیا۔ قریش نے انہیں قتل کر ڈالا۔ کافر حضرت عاصمؓ کی لاش کی بے حرمتی نہ کر سکے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیاں بھیجکر اس کی حفاظت کی۔ (تاریخ ابن خلدون اردو حصۂ اوّل مترجم ڈاکٹر عنایت اللہ صـ ۳۴۳)	**واقعۂ رجیع** (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابیوں کا ایک دستہ کافروں کی جاسوسی کے لئے روانہ فرمایا۔ (۲) ان صحابیوں کی تعداد دس تھی۔ (۳) ان صحابیوں میں حضرت عاصمؓ، حضرت خبیبؓ حضرت ابن دثنہؓ شامل تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر حضرت عاصمؓ کو امیر بنایا۔ قبیلۂ ہذیل نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ آٹھ کو شہید کر دیا اور دو کو یعنی حضرت خبیبؓ اور حضرت ابن دثنہؓ کو مکہ میں لاکر بیچ دیا۔ اہل مکہ نے انہیں شہید کر دیا۔ کافر حضرت عاصمؓ کی لاش کی بے حرمتی نہ کر سکے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بھڑیں بھیجکر اس کی حفاظت کی۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی وکتاب الجہاد)	تاریخ میں ہے کہ مبلغ بنا کر بھیجا، حدیث میں ہے کہ جاسوس بنا کر بھیجا۔ تاریخ میں ہے کہ انکی تعداد چھ تھی، حدیث میں ہے کہ دس تھی۔ تاریخ میں ہے کہ ان کے امیر حضرت مرثدؓ تھے، حدیث میں ہے کہ حضرت عاصمؓ تھے۔
②	**جنگِ مُوتہ** حضرت خالد بن ولیدؓ باقی ماندہ (اسلامی) لشکر کو بچا کر واپس لے آئے (تاریخ ابن خلدون حصۂ اوّل صـ ۳۷۹) جب یہ لوگ مدینہ منورہ پہنچے تو بعض لوگوں نے اس لشکر پر خاک ڈالنی شروع کی اور کہا کہ تم لوگ اللہ کی راہ سے بھاگ کر آئے ہو۔ (سیرۃ ابن ہشام اردو مترجم محمد اسماعیل صـ ۴۸۶) مُوتہ کی تباہی بخش ہزیمت (تاریخ امیر علی مترجم حسین رضوی صـ ۳۹)	**جنگِ مُوتہ** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعۂ وحی خوش خبری سُنائی کہ اللہ تعالیٰ نے خالدؓ کے ہاتھ پر لشکر اسلام کو فتح عنایت فرمائی۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی وکتاب الجہاد)	تین تاریخوں کی عبارتیں آپ کے سامنے ہیں انکا خلاصہ یہ ہے کہ مؤمنین کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر آگئے۔ اس کے برخلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ مؤمنین فتحیاب ہوئے اب بتائیے کیا تاریخ کی بات پر یقین کرنے کے بعد بھی ایمان بالرسول باقی رہے گا! حضرت خالدؓ کے بہادرانہ شاندار کارناموں سے اسلامی تاریخ مملو ہے لیکن دشمنانِ اسلام کو یہ چیز کھٹکتی ہے۔ اُنہوں نے خالدؓ دشمنی میں شکست کی روایت گھڑ کر ہماری تاریخ میں شامل کر دی۔

نمبر شمار	تاریخ	قرآن و حدیث	تبصرہ
(۳)	**حضرت اُمّ رومانؓ کی وفات** حضرت ابو بکر صدیقؓ کی زوجۂ محترمہ حضرت اُمّ رومانؓ کا انتقال سنہ ۶ھ میں ہوگیا تھا۔ (تاریخ واقدی)	**حضرت اُمّ رومانؓ کی وفات** حضرت مسروقؒ (حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہدِ خلافت میں مدینہ منورہ آئے، وہ) کہتے ہیں مجھ سے حضرت اُمّ رومانؓ نے حدیثِ اِفک بیان کی۔ (صحیح بخاری)	صحیح بخاری کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اُمّ رومانؓ سنہ ۱۱ھ یا سنہ ۱۳ھ تک زندہ تھیں، لیکن تاریخ کہتی ہے کہ سنہ ۶ھ میں ان کا انتقال ہوگیا تھا۔
(۴)	**حضرت عمرؓ اور حضرت ابنِ عباسؓ** حضرت عمرؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے فرمایا "مجھے خبر ملی ہے کہ تم یہ کہتے ہو کہ انہوں نے اسے (یعنی خلافت کو) ہم سے حسد اور ظلم کی وجہ سے الگ کر رکھا ہے۔" حضرت ابن عباسؓ نے کہا "آپ نے ظلم کا ذکر کیا ہے تو ہر جاہل اور عقلمند پہ ظاہر ہے، جہاں تک حسد کا ذکر ہے تو حسد تو ابلیس نے حضرت آدمؑ پر بھی کیا تھا، (انہی) کی اولاد ہم ہیں جن پر حسد کیا جا رہا ہے۔" (تاریخ طبری اردو حصۂ سوم خلافتِ راشدہ حصۂ دوم مترجم رشید احمد صفحہ ۲۵۲)	**حضرت عمرؓ اور حضرت ابنِ عباسؓ** حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں "مجھ سے یہ حدیث کہ نمازِ فجر کے بعد کوئی نماز نہ پڑھی جائے جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے ..... الخ کئی صحابہؓ نے بیان کی، ان صحابہؓ میں حضرت عمرؓ بھی شامل ہیں اور وہ مجھے ان تمام صحابہؓ میں سب سے زیادہ محبوب ہیں"۔ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ و صحیح بخاری ابواب مواقیت الصلوٰۃ)	کیا وہ شخص جو ظالم بھی ہو، حاسد بھی ہو، مظلوم و محسود کا محبوب ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ لیکن تاریخ نے صحابۂ کرامؓ کے آپس کے تعلقات ہی کو ناخوشگوار نہیں بتایا بلکہ اسلام کے مایۂ ناز عادل حکمران (حضرت عمرؓ) کو ظالم بھی بنا دیا۔
(۵)	**جنگِ خندق** جنگ کے دوران ایک زبردست آندھی آئی جس سے لشکرِ کفار کے خیمے اکھڑ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہؓ کو کفار کے حالات معلوم کرنے کیلئے بھیجا، انہوں نے واپس آکر خبر دی کہ کفار جا چکے ہیں۔ (تاریخ ابن خلدون حصۂ اول صفحہ ۳۵۱)	**جنگِ خندق** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ سے پہلے کفار کا حال معلوم کرنے کیلئے حضرت حذیفہؓ کو بھیجا۔ وہ کفار کی فوجوں تک پہنچ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ کافروں کے سپہ سالار ابو سفیان آگ سے اپنی پیٹھ سینک رہے ہیں۔ انہوں نے چاہا کہ تیر مار کر انہیں ہلاک کر دیں لیکن پھر انہیں یاد آگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کی تھی کہ ان کو جنگ پر برانگیختہ نہ کرنا، لہٰذا انہوں نے ہاتھ روک لیا۔ (صحیح مسلم کتاب الجہاد باب غزوۂ احزاب)	تاریخ میں ہے کہ حضرت حذیفہؓ کفار کے حالات معلوم کرنے کیلئے جنگ کے بعد گئے، صحیح مسلم میں ہے کہ جنگ سے پہلے گئے۔
(۶)	**کعب کا قتل** (۱) بغاوت وغیرہ کے الزام میں کعب بن اشرف کو قتل کرنے کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلکان بن سلامہؓ اور چار اور صحابیوں کو روانہ کیا۔ (۲) کعب ملاقات کیلئے قلعہ سے باہر آیا۔ (۳) ابھی وہ تھوڑی دور ہی چلے تھے کہ مسلمین نے اُسے قتل کر دیا (تاریخ ابن خلدون حصۂ اول صفحہ ۳۳۲)	**کعب کا قتل** (۱) بغاوت وغیرہ کے الزام میں کعب بن اشرف کو قتل کرنے کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہؓ اور دو اور صحابیوں کو روانہ کیا۔ (۲) حضرت محمد بن مسلمہ قلعہ کے اندر گئے۔ (۳) کچھ دیر بعد کعب (مکان سے) باہر آیا۔ اُس کے سر میں خوشبو لگی ہوئی تھی حضرت محمد بن مسلمہؓ نے کہا "مجھے سر سونگھنے کی اجازت دو۔" اُس نے اِجازت دی حضرت محمد بن مسلمہؓ نے سر سونگھنے کے بہانے سے سر کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ ان کے دونوں ساتھیوں نے اسے قتل کر دیا۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی و صحیح مسلم کتاب الجہاد)	تاریخ اور حدیث کا تضاد ملاحظہ فرمائیے۔ اس واقعہ میں اور بھی بہت سے تضادات ہیں لیکن بخوفِ طوالت تحریر نہیں کئے گئے۔

نمبر شمار	تاریخ	قرآن و حدیث	تبصرہ
۷	**ابو رافع کا قتل** (۱) خیبر کے یہودیوں میں ابو رافع بھی اسلامی حکومت کا باغی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے قتل کے لئے ایک دستہ روانہ کیا۔ اس دستہ پر آپ نے عبد بن عقیلؓ کو امیر مقرر کیا۔ (۲) دستہ کے تمام افراد ابو رافع کے کمرہ میں داخل ہوئے اور اُسے قتل کر دیا۔ (تاریخ ابن خلدون حصۂ اوّل ص۳۲۴)	**ابو رافع کا قتل** (۱) ابو رافع اسلامی حکومت کا باغی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے قتل کیلئے ایک دستہ روانہ کیا اور اُس پر حضرت عبد اللہ بن عتیکؓ کو امیر مقرر کیا۔ (۲) حضرت عبد اللہ بن عتیکؓ اکیلے ابو رافع کے کمرہ میں گئے اور اُسے قتل کر دیا (صحیح بخاری کتاب الجہاد وکتاب المغازی)	اِس واقعہ کے سلسلہ میں تاریخ اور حدیث میں اور بھی تضادات ہیں لیکن بخوفِ طوالت انہیں تحریر نہیں کیا گیا۔
۸	**رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا آخری دن** جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اُس کی صبح کو آپ سر پر پٹی باندھے ہوئے باہر تشریف لائے۔ آپ نے حضرت ابو بکرؓ کی اقتدا میں نماز ادا کی، نماز کے بعد صحابۂ کرامؓ کو وعظ و نصیحت فرمائی۔ (تاریخ ابن خلدون حصۂ اوّل ص۴۳۶)	**رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا آخری دن** جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اُس کی صبح کو آپ نے حجرہ کا پردہ اٹھایا۔ حضرت ابو بکرؓ پیچھے ہٹے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امامت فرمائیں۔ لیکن آپ باہر آنے پر قادر نہ ہو سکے اور پردہ ڈال دیا۔ (صحیح بخاری کتاب الاذان وکتاب الصلوٰۃ وکتاب المغازی وصحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ)	تاریخ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، آپ نے نماز پڑھی پھر خطاب فرمایا۔ حدیث میں ہے کہ آپ باہر تشریف نہ لا سکے۔
۹	**حضرت ابو بکرؓ کا انتخاب** سقیفۂ بنو ساعدہ میں جب حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت ہو رہی تھی تو حضرت عمرؓ نے کہا "سعدؓ کو قتل کر دو"۔ یہ کہکر حضرت عمرؓ حضرت سعدؓ کے سرہانے کھڑے ہو کر کہنے لگے "میں چاہتا ہوں کہ تمہیں روند ڈالوں" حضرت سعد بن عبادہؓ نے حضرت عمرؓ کی ڈاڑھی پکڑ لی۔ حضرت عمرؓ نے کہا "اسے چھوڑ دو، اگر اس کا ایک بال بھی بیکا ہوا تو تمہارے منہ میں ایک دانت نہ رہے گا۔" (طبری اردو حصۂ دوم خلافتِ راشدہ حصۂ اول مترجمہ محمد ابراہیم ص۳۳)	**حضرت ابو بکرؓ کا انتخاب** قرآن مجید میں صحابہؓ کے متعلق ہے کہ وہ آپس میں ایکدوسرے پر بڑے رحیم ہیں (فتح) قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کے دلوں میں محبت ڈالدی اور وہ بھائی بھائی بن گئے (آل عمران ۱۰۳)	کتنا مکروہ نقشہ ہے جو صحابہ کرامؓ کے کردار کا ہماری تاریخ میں کھینچا گیا۔ کیا یہ ان ہی لوگوں کا حال ہے جن کی تعریف قرآن کرتا ہے۔ صحیح بخاری میں بھی بیعت کا واقعہ بڑی تفصیل سے مروی ہے لیکن تاریخی خرافات اس میں نہیں ہیں۔
۱۰	**انتخاب کا ایک اور منظر** انتخاب کے موقع پر حضرت حبابؓ نے تلوار نکالی اور کہا میں اس کا تصفیہ کئے دیتا ہوں (کہ کون خلیفہ ہوگا) حضرت عمرؓ نے ان پر حملہ کیا، اُن کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی حضرت عمرؓ نے اسے اٹھالیا۔ پھر حضرت عمرؓ حضرت سعدؓ پر جھپٹے .... اُس وقت عہدِ جاہلیت کا سا منظر سامنے آگیا۔ (تاریخ طبری حصۂ دوم خلافت راشدہ حصہ اول مترجمہ محمد ابراہیم ص۳۳)	**انتخاب کا ایک اور منظر** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جب کافروں نے اپنے دلوں میں جاہلیت کے زمانہ جیسی حمیت کو جگہ دی تو اللہ نے اپنے رسول اور مومنین پر سکینہ نازل فرمائی اور تقوے کے کلمہ کو ان سے چپٹا دیا اور وہ تقوے کے مستحق بھی ہیں اور اہل بھی۔" (فتح ۲۶)	کیا تاریخ نے صحابہ کرامؓ کا وہی نقشہ کھینچا ہے جو قرآن مجید میں بیان ہوا ہے۔ تاریخ نے صحابہ کرامؓ پر ایسی حمیت، عصبیت کا الزام لگایا ہے جو ایامِ جاہلیت میں گرفتار کی تھی۔ کیا جو لوگ تقوے شعار ہوں، آپس میں رحیم ہوں وہ ایسی عصبیت کی باتیں کر سکتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تربیت دی تھی۔ اگر آپ کی تربیت کے بعد بھی اُن کے کردار کا یہ حال تھا تو کیا تربیتِ نبوی کے متعلق شبہ نہ ہوگا۔ کیا یہ درپردہ نبوت پر چوٹ نہیں ہے؟

نمبر شمار	تاریخ	قرآن و حدیث	تبصرہ
(۱۱)	**حضرت ابو بکرؓ کی بیعت اور حضرت سعدؓ** تمام لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی۔ لیکن حضرت سعد بن عبادہؓ نے بیعت نہیں کی، نہ وہ جماعت میں شریک ہوتے تھے نہ حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے (تاریخ طبری حصہ دوم خلافتِ راشدہ حصہ اول مترجمہ محمد ابراہیم صفحہ ۳۴) حضرت ابو بکرؓ کی بیعت پر حضرت سعد بن عبادہؓ بہت ناراض تھے، انہوں نے بیعت نہیں کی اور ملک شام کی طرف چلے گئے، کہتے ہیں کہ جنات نے انہیں قتل کر دیا۔ (تاریخ ابن خلدون حصہ اول صفحہ ۲۰ مترجمہ ڈاکٹر عنایت اللہ)	**حضرت ابو بکرؓ کی بیعت اور حضرت سعدؓ** تمام لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی (صحیح بخاری کتاب المظالم و باب مناقب ابی بکرؓ) قرآن مجید میں ہے کہ صحابہ کرامؓ اللہ کی رضا کے متلاشی رہتے ہیں۔ (فتح ۲۹)	صحیح بخاری میں کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا، اگر حضرت سعدؓ نے بیعت نہ کی ہوتی تو ضرور اس بات کا ذکر ہوتا۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "ائمہ قریش میں سے ہونگے" تو حضرت سعدؓ نے کہا "تم سچ کہتے ہو"۔ (فتح الباری بحوالہ مسند احمد) کیا اب بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت سعدؓ حضرت ابو بکرؓ کی بیعت سے ناراض تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "اگر تم پر کوئی حبشی غلام بھی امیر بنا دیا جائے تو اُس کی سنو اور اطاعت کرو" (صحیح بخاری) کیا حضرت سعدؓ نے اس حکم کی تعمیل کی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! "جس نے جماعت چھوڑ دی وہ جاہلیت کی موت مرا" (صحیح بخاری و صحیح مسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو ایسی حالت میں مرا کہ اس نے بیعت نہیں کی تو وہ جاہلیت کی موت مرا" (صحیح مسلم) اگر تاریخ کے بیان کو صحیح مان لیا جائے تو کیا حضرت سعدؓ باوجود بدری صحابی ہونے کے جاہلیت کی موت مرے۔ کیا اللہ کی رضا جوئی جس کا قرآن شاہد ہے اسی کا نام ہے؟
(۱۲)	**جنگِ اُحد** مدینہ والوں کو (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کو) شکست ہوئی۔ (تاریخ اسلام اردو مؤلفہ امیر علی مترجمہ حسین ہمدانی)	**جنگِ اُحد** قرآن مجید میں ہے (کفار میدان چھوڑ کر چلے گئے) مؤمنین نے ان کا تعاقب کیا۔ تعاقب کے بعد مسلمین اللہ کے فضل اور اسکی نعمت کے ساتھ واپس ہوئے (آل عمران ۱۷۴)	تاریخ میں کس قدر غلط بیانی کی گئی ہے۔ قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ مؤمنین فتحیاب ہوئے۔ تاریخ کہتی ہے شکست کھائی۔ کیا شکست خوردہ فوج، فاتح لشکر کا تعاقب کرتی ہے۔ دشمنانِ اسلام کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر یہ ایک خفیہ چوٹ ہے۔
(۱۳)	**بلوۂ جمل** حضرت عائشہؓ نے جو حضرت علیؓ سے سخت نفرت رکھتی تھیں۔ اس شعلہ کو بھڑکایا، طلحہؓ اور زبیرؓ حلفِ اطاعت کو ایک طرف پھینک کر پہلے مکہ کی طرف پھر عراق کی طرف بھاگ گئے جہاں حضرت عائشہؓ بھی ان سے جا ملیں اور خلیفہ (یعنی حضرت علیؓ) پر حملہ آور ہونے کی غرض سے باغیوں کی ایک بڑی فوج جمع ہو گئی ..... (باغیوں کو شکست ہوئی) حضرت عائشہؓ گرفتار ہو گئیں۔ (تاریخ اسلام	**بلوۂ جمل** حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ وغیرہ کو اپنی چادر اُڑھا کر آیتِ تطہیر پڑھی۔ (صحیح مسلم) حضرت عائشہ صدیقہؓ بصرہ روانہ ہوئیں حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی اُن کے ساتھ تھے۔ (صحیح بخاری کتاب الفتن)	اگر حضرت عائشہ صدیقہؓ کو حضرت علیؓ سے بغض ہوتا تو وہ کیسے ان کی فضیلت میں اس حدیث کو بیان کرتیں۔ حدیث مذکور کی روشنی میں تاریخ کا بیان حضرت عائشہ صدیقہؓ پر اتہام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عائشہؓ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسی ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر" (صحیح بخاری) حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ عشرہ مبشرہ

تبصرہ	قرآن و حدیث	تاریخ	نمبر شمار
صحابیوں میں سے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شہید ہونے کی خبر دی (صحیح مسلم) ایسی جلیل القدر زوجۂ محترمہؓ اور ایسے صاحبِ فضل صحابیوں کے کردار کا کتنا مکروہ نقشہ ہے جو تاریخ میں کھینچا گیا ہے۔ بغاوت جو ایک سنگین جرم ہے اس کا مرتکب انہیں بتایا گیا ہے، کیا یہ لوگ احادیث مذکورہ کی روشنی میں جاہلیت کی موت مرے، اگر جاہلیت کی موت مرے تو شہید کیسے ہوئے؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلط خبر دی تھی؟ نعوذ باللہ۔ "زوجۂ مطہرہؓ کی گرفتاری" کتنا عجیب منظر پیش کرتی ہے کیا یہ الفاظ کسی مسلم کی زبان اور قلم کو زیب دیتے ہیں۔		مؤلفہ امیر علی ص ۶۹)	
صحابۂ کرامؓ کا آپس میں ایک دوسرے سے بغض رکھنا قرآن مجید کے خلاف ہے۔ اگر تاریخ کے بیان کو صحیح مان لیا جائے تو حضرت ابو موسیٰؓ منافق ہوئے کیونکہ انہیں حضرت علیؓ سے عداوت تھی۔ کیا کسی منافق کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما سکتے تھے کہ "وہ مجھ سے ہیں، میں ان سے ہوں"۔ تاریخ کا بیان سرتاپا جھوٹ ہے۔	**حضرت علیؓ اور حضرت ابو موسیٰؓ** قرآن مجید میں ہے "صحابہؓ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رحیم ہیں" (فتح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "علیؓ سے منافق ہی بغض رکھے گا" (صحیح مسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے متعلق فرمایا تھا "وہ مجھ سے ہیں، میں ان سے ہوں" (صحیح مسلم)	**حضرت علیؓ اور حضرت ابو موسیٰؓ** ابو موسیٰ اشعری در پردہ حضرت علیؓ سے عداوت رکھتا تھا۔ (تاریخ اسلام مؤلفہ امیر علی ص ۳۲)	(۱۴)
تاریخ اور حدیث کی روایتوں میں کس قدر تضاد ہے۔ عشرہ مبشرہ صحابیوں کے متعلق حضرت عمرؓ کے خیالات جو تاریخ نے بیان کئے ہیں کس قدر افسوس ناک ہیں۔ اگر عشرہ مبشرہ صحابیوں کا یہ حال ہے تو پھر اوروں کا کیا حال ہوگا۔ اگر تمام صحابہؓ نااہل تھے تو پھر تربیت دینے والے کے متعلق کیا خیال پیدا ہو سکتا ہے۔ کیا نبی برحق کے تربیت یافتہ ایسے ہوتے ہیں۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ صحابہؓ کے کردار پر چوٹ ہے حالانکہ اگر وہ غور کریں تو انہیں معلوم ہوگا کہ یہ دراصل نبوت پر بالواسطہ ضرب لگائی گئی ہے۔	**حضرت عمرؓ کی جانشینی** حضرت عمرؓ نے فرمایا "خلافت کا مستحق میں ان لوگوں سے زیادہ کسی کو نہیں جانتا۔ عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اپنی وفات تک خوش رہے۔ لہٰذا یہ لوگ اپنے میں سے جس کسی کو خلیفہ بنا دیں تو بس وہی خلیفہ ہے اس کی بات سننا اور اطاعت کرنا۔ اگر خلافت سعدؓ کو مل جائے تو وہ اس کے اہل ہیں۔" (صحیح بخاری کتاب الجنائز و ابواب مناقب عثمانؓ) ایک اور موقع پر حضرت عمرؓ نے فرمایا "مشورہ کرنے کے بعد خلافت ان چھ آدمیوں میں رہے گی۔" (صحیح مسلم کتاب المساجد)	**حضرت عمرؓ کی جانشینی** حضرت عمرؓ سے جب ان کی جانشینی کے سلسلہ میں پوچھا گیا تو فرمایا (کس کو جانشین بناؤں) (۱) علیؓ میں تو ظرافت بہت ہے۔ (۲) عثمانؓ ابو معیط کی اولاد کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط کر دیں گے، یہ لوگ اللہ کی نافرمانی کریں گے، لوگ عثمانؓ پر ٹوٹ پڑیں گے اور انہیں قتل کر دیں گے۔ (۳) طلحہؓ مغرور ہیں۔ (۴) زبیرؓ ساع اور مدمیں لوگوں کے طمانچے ماریں گے۔ (۵) سعد بن ابی وقاصؓ تو بس جنگ کرنا جانتے ہیں۔ (۶) عبدالرحمن بن عوفؓ کے بس کا یہ کام نہیں۔ (گویا ان میں سے خلافت کا کوئی بھی اہل نہیں) (الاستیعاب)	(۱۵)

نمبر شمار	تاریخ	قرآن و حدیث	تبصرہ
۱۶	**حضرت عثمانؓ کا کردار** حضرت عثمانؓ نے حضرت عمارؓ کو اس قدر مارا کہ اُنکا پیٹ پھٹ گیا۔ (الاستیعاب۔ الامامۃ والسیاسۃ) حضرت عمارؓ نے حضرت عثمانؓ کو نعشل یہودی کہا۔ حضرت عمارؓ حضرت عثمانؓ کی مذمت کیا کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد حصہ سوم مترجمہ عبداللہ عمادی ص۳۶۳)	**حضرت عثمانؓ کا کردار** حضرت عثمانؓ نے حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو بُلایا اور اُن سے فرمایا "میں تمہیں عمارؓ کا حال نہ سُنادوں، میں رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اُن کے اور اُن کے والدین کے پاس سے گزرا۔ اُن کو اسلام لانے کی وجہ سے تکلیف پہنچائی جارہی تھی۔ حضرت عمارؓ کے والد نے رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا "کیا ہم ہمیشہ اس تکلیف میں مبتلا رہیں گے"۔ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "صبر کرو"۔ پھر فرمایا "اے اللہ! آلِ یاسرؓ کی مغفرت فرما اور ان کی مغفرت تو ہو ہی گئی" (مسند احمد) قرآن مجید میں ہے کہ صحابہؓ آپس میں ایک دوسرے پر بڑے رحیم ہیں۔" (فتح)	کیا قرآن مجید نے صحابہؓ کی کیفیت غلط بیان کی ہے (نعوذ باللہ) کیا تاریخ پر اعتماد کرکے قرآن مجید پر ایمان باقی رہ سکتا ہے! کیا یہ وہی حضرت عثمانؓ ہیں جن کے متعلق شیعہ مورخ امیر علی لکھتا ہے "حضرت عثمانؓ پارسا اور ایمان دار تھے" (تاریخ اسلام ص۹۵) "ان کا اعلیٰ وصف ان کی رحمدلی ہے" (تاریخ اسلام ص۹۸) حضرت عثمانؓ کی رحمدلی کا ایک شیعہ کو بھی اعتراف ہے لیکن یہ کیسی رحمدلی ہے کہ وہ ایک جلیل القدر صحابی کو اس قدر مارتے ہیں کہ اُن کا پیٹ پھٹ جاتا ہے اور صحابی بھی وہ جن کی مدح سرائی وہ خود کرتے ہیں۔
۱۷	**حضرت معاویہؓ اور حضرت عمروؓ بن العاصؓ** حضرت علیؓ فرماتے ہیں "معاویہ، عمرو بن العاص ...... نہ دین والے ہیں نہ قرآن والے" (یعنی نہ اُن کا دین ہے نہ ایمان) (تاریخ طبری حصہ سوم کا حصہ دوم۔ خلافت راشدہ حصہ سوم مترجمہ حبیب الرحمٰن)	**حضرت معاویہؓ اور حضرت عمروؓ بن العاصؓ** رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہؓ کو کاتب بنایا (صحیح مسلم)۔ بحری جنگ کے سلسلہ میں بشارت دیتے ہوئے ان کا جنتی ہونا بتایا۔ ان کے خاندان کو اپنا محبوب بتایا (صحیح بخاری) ان کیلئے دُعا کی کہ "اے اللہ معاویہؓ کو ہادی۔ مہدی بنا اور ان کے ذریعہ ہدایت دے" (ترمذی) حضرت عمرو بن العاصؓ کو رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کے ایک لشکر پر امیر بنایا (صحیح بخاری و صحیح مسلم) رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لوگ اسلام لائے اور عمرو بن العاصؓ ایمان لائے" (مسند احمد) رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عاص کے دونوں بیٹے مؤمن ہیں۔ عمروؓ اور ہشامؓ" (مسند احمد سندہ صحیح (صحیح جامع الصغیر ۱/۲)	کیا بے دین اور بے ایمان کو رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا محبوب اور کاتب بنا سکتے تھے؟ کیا بے دین کے متعلق آپ جنتی ہونے کی بشارت دے سکتے تھے! کیا کسی بے دین و بے ایمان شخص کو رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سپہ سالار بنا سکتے تھے! کیا کسی بے ایمان شخص کے ایمان کی گواہی آپ دے سکتے تھے؟
۱۸	**واقعۂ تحکیم** حضرت ابو موسیٰؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ سے فرمایا "اللہ تجھے توفیق نہ دے، تو نے بدعہدی کی اور فسق و فجور کا ارتکاب کیا۔ تیری مثال کتے کی سی ہے کہ سامان لادا جائے تو ہانپے اور ویسے ہی چھوڑ دیا جائے تو بھی ہانپے۔" حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرمایا "تیری مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہو۔" پھر شریح بن ہانی نے فاتح مصر حضرت عمرو بن العاصؓ کو کوڑے مارنے شروع کر دئے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے شریح کو مارا۔ خوب مار پیٹ ہوئی۔ (تاریخ طبری حصہ سوم کا حصہ دوم۔ خلافت راشدہ حصہ سوم مترجمہ حبیب الرحمٰن ص۳۹)	**واقعۂ تحکیم** قرآن مجید میں ہے کہ صحابہ کرامؓ کے ساتھ تقوے کو چسپاں کیا گیا ہے اور وہ اس کے مستحق بھی ہیں اور اہل بھی" (فتح) رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کیلئے دُعا کی "اے اللہ اسکو باعزت مقام میں داخل کر، وہ مجھ سے ہیں میں ان سے ہوں۔" (صحیح مسلم ابواب الفضائل) رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک حضرت عمرو بن العاصؓ سے محبت کرتے رہے (مسند احمد)	کیا صحابہ کرامؓ اور محبوبین رسُول کے درمیان یہ گالی گلوچ ان کے اس کردار کے عین مطابق ہے جس کو قرآن و حدیث نے بیان کیا ہے! صحابہ کرامؓ کے کردار کو ایسے مکروہ طریقے سے پیش کرنے کا مقصد ہی یہی ہے کہ نبوت پر چوٹ پڑے لیکن اسلام کے نادان دوستوں کی سمجھ میں یہ چیز نہیں آتی۔ وہ تاریخ کے ان خرافات کو سینے سے لگائے پھر رہے ہیں۔

نمبر شمار	تاریخ	قرآن وحدیث	تبصرہ
۱۹	**حضرت عثمانؓ کی بیعت** حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عثمانؓ کی خلافت کا اعلان کیا تو لوگ حضرت عثمانؓ کے چاروں طرف چھا گئے۔ سب نے بیعت کی مگر حضرت علیؓ پیچھے رہ گئے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا "جو عہد شکنی کرے گا اُس کی عہد شکنی اُس کی ذات کیلئے نقصان دہ ہوگی" یہ سن کر حضرت علیؓ نے بیعت کی اور فرمایا "دھوکا اور فریب! کس قدر فریب دیا گیا ہے۔" (تاریخ طبری حصّہ سوم۔ خلافتِ راشدہ حصّہ دوم مترجمہ رشید احمد ص۳۱)	**حضرت عثمانؓ کی بیعت** جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت عثمانؓ کی خلافت کا اعلان کرنے والے تھے تو حضرت علیؓ نے فوراً کہا (اے عثمانؓ) میں تمہاری بیعت کرتا ہوں۔" پھر حضرت عبدالرحمٰن نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان کے بعد حضرت علیؓ نے بیعت کی، پھر تمام لوگوں نے بیعت کی۔ (صحیح بخاری باب مناقب عثمانؓ و کتاب الاحکام)	صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت علیؓ نے بغیر کسی پس و پیش کے زبانی بیعت سب سے پہلے کی اور ہاتھ پر بیعت کرنے میں ان کا نمبر دوسرا تھا۔ لیکن تاریخ میں ہے کہ انہوں نے بہت دیر میں بیعت کی اور وہ بھی دھمکی کے بعد۔
۲۰	**سُورۂ لہب کا نزول** ابولہب اکثر اوقات کہا کرتا تھا کہ محمد، محمد سے بہت سی چیزوں کا وعدہ کرتا ہے، میں اُن میں سے ایک کو بھی نہیں دیکھتا، محمد کہتا ہے کہ وہ موت کے بعد ہوں گی۔ پھر اپنے ہاتھوں پر پھونک مار کر کہتا "خرابی ہو تم کو، میں تمہارے اندر ان میں سے ایک کو بھی نہیں دیکھتا جو محمد کہتا ہے" پس اللہ تعالیٰ نے سُورۂ لہب نازل فرمائی۔ (سیرۃ ابن ہشام اردو ترجمہ مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور ص۱۱۹ ملخصاً)	**سُورۂ لہب کا نزول** جب یہ آیت وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ نازل ہوئی تو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر کفارِ مکہ سے خطاب فرمایا اور اُن کو اسلام کی دعوت دی۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعوت کو سن کر ابولہب نے کہا "تم تمام دن برباد رہو، کیا تم نے ہمیں یہاں اسی لئے جمع کیا تھا۔" اللہ تعالیٰ نے اُسی وقت سُورۂ لہب نازل فرمائی۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم ملخصاً)	حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سُورۂ لہب بالکل ابتدائی تبلیغ کے زمانہ میں نازل ہوئی، تاریخ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی تبلیغ کے بہت عرصہ بعد نازل ہوئی جبکہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافی وعدوں اور وعیدوں سے اُن کو روشناس کرچکے تھے لیکن ان وعدوں اور وعیدوں کے ظہور میں تاخیر ہو رہی تھی۔
۲۱	**سراقہؓ کے لئے پروانۂ امن** سراقہؓ کہتے ہیں "میں نے عرض کیا میں آپ سے ایک نشانی چاہتا ہوں جو میرے اور آپ کے درمیان میں ہو۔ (آپ نے) ابوبکرؓ سے فرمایا اے ابوبکرؓ تم لکھ دو۔ ابوبکرؓ نے ایک ہڈی یا ٹھیکری یا پرچہ پر لکھ کر میری طرف ڈال دیا، میں نے اُسے اٹھا کر اپنے توشہ دان میں رکھ لیا۔" (سیرۃ ابن ہشام ص۱۴۲)	**سراقہؓ کے لئے پروانۂ امن** سراقہؓ نے عرض کیا "میرے لئے ایک پروانۂ امن لکھ دیا جائے۔" رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عامر بن فہیرہؓ کو لکھنے کا حکم دیا۔ انہوں نے چمڑے کے ایک رقعہ میں تحریرِ امن لکھ (کر سراقہؓ کے حوالہ کر) دی۔ (صحیح بخاری)	حدیث میں ہے کہ تحریرِ امن حضرت عامرؓ نے لکھی۔ تاریخ میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لکھی۔
۲۲	**مرحب کا قاتل کون ہے؟** جنگِ خیبر میں یہودیوں کے سپہ سالار مرحب کو حضرت محمد بن مسلمہؓ نے قتل کیا (سیرۃ ابن ہشام ملخصاً ص۳۷۶) محمد بن مسلمہؓ نے مرحب کی دونوں ٹانگیں کاٹ دیں۔ وہ زمین پر پڑا ہوا تھا کہ حضرت علیؓ اُس کے پاس سے گذرے اور اُنہوں نے اس کا سر کاٹ دیا (واقدی بلوغ الامانی جزو ۲۱ ص۱۲۱)	**مرحب کا قاتل کون ہے؟** یہودیوں کے سپہ سالار مرحب کو حضرت علیؓ نے باقاعدہ مقابلہ کے بعد قتل کیا۔ (صحیح مسلم ملخصاً)	دونوں میں تضاد ظاہر ہے۔ تاریخ کا بیان بغضِ علیؓ کا مظہر ہے۔

نمبر	تاریخ	قرآن و حدیث	تبصرہ
۲۳	**جنگِ حُنین اور کثرتِ تعداد پر فخر** جب آپ مکّہ سے حنین کی طرف چلے ہیں اور اپنے لشکر کی کثرت ملاحظہ کی ہے تو فرمایا تھا کہ ہم مغلوب نہ ہوں گے۔ (سیرۃ ابن ہشام صـ۲۱۶)	**جنگِ حُنین اور کثرتِ تعداد پر فخر** قرآن مجید کی آیت اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کو اپنی کثرت پر گھمنڈ ہوگیا تھا۔ حدیث میں ہے کہ لوگوں نے اپنی کثرتِ تعداد پر فخر کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا کثرتِ تعداد پر فخر کرنا ناگوار گذرا۔ (رواہ الحاکم وصححہ۔ بلوغ الامانی جزء ۲۱ صـ۱۶۹)	تاریخ کا بیان کس قدر غلط اور شانِ نبوت کے خلاف ہے۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بجائے اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کے وسائل پر توکل کرتے تھے۔ جس چیز پر اللہ تعالیٰ نے خفگی کا اظہار کیا اور جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا اُسی چیز کو تاریخ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کردیا۔ اِنّا لِلّٰہ وانا الیہ راجعون
۲۴	**حضرت عمار بن یاسرؓ اور تعمیر مسجدِ نبوی** عمار بن یاسرؓ آئے۔ اُن کے سر پر بہت اینٹیں رکھی ہوئی تھیں، اور عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ ان لوگوں نے مجھ کو قتل کردیا ہے۔ میرے اُوپر اتنا بوجھ رکھ دیتے ہیں جو مجھ سے چل نہیں سکتا۔ (آپ نے) فرمایا "اے ابن سمیّہ۔ یہ وہ لوگ نہیں ہیں جو تجھ کو قتل کریں گے، تجھ کو باغیوں کا گروہ قتل کرے گا"۔ (سیرۃ ابن ہشام صـ۱۷۶)	**حضرت عمار بن یاسرؓ اور تعمیر مسجدِ نبوی** مسجدِ نبوی کی تعمیر کے وقت تمام صحابۂ کرامؓ ایک ایک اینٹ اُٹھا کر لا رہے تھے اور حضرت عمارؓ دو دو اینٹیں اُٹھا کر لا رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں دیکھا تو اُن کے سر پر سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمایا "عمار پر افسوس۔ انہیں ایک باغی جماعت قتل کرے گی"۔ (صحیح بخاری)	(۱) حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمارؓ دو دو اینٹیں اُٹھا کر لا رہے تھے۔ تاریخ میں ہے کہ کئی کئی اینٹیں اُٹھا کر لا رہے تھے اور ان کے بوجھ سے نڈھال ہوگئے تھے۔ (۲) حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمارؓ برضا و رغبت ثواب کی خاطر دو دو اینٹیں اُٹھا کر لا رہے تھے۔ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ کئی کئی اینٹیں اُٹھانے کیلئے اُن پر جبر کیا جارہا تھا اور وہ بادلِ ناخواستہ یہ کام کر رہے تھے۔ گویا مدینہ منورہ میں بھی ان کو دشمنوں کے ظلم سے نجات نہیں ملی تھی۔

تاریخ اور قرآن حدیث کے بیان کردہ واقعات میں جو تضاد ہے وہ اُوپر کی مثالوں سے ظاہر ہے۔ ایسی صورت میں کیا یہ اور اسی قسم کے دوسرے قصّے قرآن وحدیث کے خلاف ہوتے ہوئے بھی تسلیم کئے جاسکتے ہیں۔ کیا ان قصّوں کو تسلیم کرنے کے بعد قرآن وحدیث پر ایمان رہ سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آدم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام اللہ تعالےٰ کے برگزیدہ[1] نبی[2] تھے۔

جب اللہ تعالےٰ نے انہیں پیدا کرنا چاہا تو فرشتوں سے اور ابلیس سے کہا: میں کھنکھناتے ہوئے سیاہ اور سڑے ہوئے گارے سے ایک انسان بنانے والا ہوں۔ جب میں اُسے ٹھیک طرح سے بنا کر مناسب شکل دے دوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا[3]

الغرض اللہ تعالیٰ نے پوری زمین سے ایک مٹھی مٹی لی[4]۔ یہی وجہ ہے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں کوئی گورا ہے، کوئی کالا ہے، کوئی سانولا ہے، کوئی نرم ہے، کوئی سخت ہے، کوئی ناپاک ہے اور کوئی پاک ہے۔[5]

پھر اللہ تعالیٰ نے اس مٹی کے خلاصے سے گارا تیار کیا[6]

جب گارا سیاہ اور بدبودار ہوگیا اور اس سے کھَن کھَن کی آواز آنے لگی[7] تو اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا پُتلا بنایا[8]

---

[1] ان اللہ اصطفیٰ آدم (آل عمران)

[2] صحیح ابن حبان کتاب التاریخ ۹/۲۴۔ سندہ صحیح۔

[3] الحجر۔ ۲۸ و ۲۹ والاعراف۔ ۱۱ و ۱۲

[4] اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل سے کہا زمین سے مٹی لاؤ۔ وہ گئے تو زمین نے جبریل سے کہا میں تم سے اللہ کی پناہ طلب کرتی ہوں کہ تم مجھ میں ذرا سی بھی کمی کرو۔ وہ واپس آگئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت میکائیل کو بھیجا۔ ان کے ساتھ بھی وہی معاملہ پیش آیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو بھیجا۔ ان کے ساتھ بھی وہی گفتگو ہوئی۔ انہوں نے کہا میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ اس کے حکم کی تعمیل کئے بغیر لوٹ جاؤں (طبری ۱/۶۱۔ الدرالمنثور السیوطی ۱/۱۱۹۔ یہ بعض صحابیوں کا قول ہے لیکن سند میں السدّی کذّاب ہے)۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اَدِیُم (زمین کے ظاہری حصّہ) سے بنائے گئے اس لئے ان کا نام آدم رکھا گیا (طبری ۱/۶۱۔ یہ روایت موقوف ہے)

[5] ترمذی تفسیر سورۃ البقرۃ ۲/۳۲۴، ابوداؤد کتاب السنۃ باب فی القدر ۲/۲۹۶، الحاکم ۲/۲۶۱۔ صحح الترمذی۔ حدیث ہے کہ اپنی پھوپی کھجور کی عزت کیا کرو کیونکہ یہ اُسی مٹی سے بنائی گئی ہے جس مٹی سے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام بنائے گئے تھے (تفسیر ابن کثیر ۳/۱۱۸۔ مسرور امام اوزاعی سے منکر روایتیں بیان کرتاہے۔ عروہ بن رویم نے حضرت علیؓ سے نہیں سنا۔ یہ روایت جعلی ہے)۔

[6] المؤمنون۔ ۱۲

[7] الحجر۔ ۲۸

[8] صٓ۔ ۷۵

پھر اللہ تعالیٰ نے پتلے کو کچھ عرصہ کے لئے ویسے ہی چھوڑ دیا[۱] جب ابلیس نے اُسے دیکھا تو اس کے گرد چکر لگانے لگا اور اس کو بغور دیکھتا رہا۔ اس نے دیکھا کہ پُتلا اندر سے خالی ہے تو وہ سمجھ گیا کہ آدم اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکیں گے[۲]

پھر اللہ تعالیٰ نے اس پُتلے کو زندہ انسان بن جانے کا حکم دیا۔ حکم سنتے ہی وہ پُتلا زندہ انسان بن گیا[۳]

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جمعہ کے دن عصر کے بعد انسانی وجود میں آئے[۴]

جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا اور ان (کے جسم میں) روح پھونکی تو انہیں چھینک آئی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے الحمد للہ کہا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہارا رب تم پر رحم کرے[۵]

جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا تو ان سے فرمایا: اے آدم، ایک چیز میرے لئے اور ایک چیز تمہارے لئے اور ایک چیز میرے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔ جو چیز میرے لئے ہے وہ یہ ہے کہ تم میری عبادت کرو اور میرے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کرو، جو چیز تمہارے لئے ہے وہ یہ ہے کہ تم جو عمل بھی کرو میں تمہیں اس کی جزاء دوں اور تمہیں بخش دوں اس لئے کہ میں غفورٌ رحیم ہوں اور جو چیز میرے اور تمہارے درمیان مشترک ہے وہ ہے تمہارا سوال اور تمہاری دعاء اور مجھ پر اس کا قبول کرنا اور (مسئولہ چیز) دے دینا[۶]

پھر اللہ تعالیٰ کے حکم مطابق تمام فرشتے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے سجدہ میں گر پڑے لیکن ابلیس نے تکبّر کیا اور سجدہ کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا۔

---

[۱] صحیح مسلم ۳۴۴/۲۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پتلا چالیس دن تک پڑا رہا۔ ابلیس آتا تھا اور اُسے پیر مارتا تھا۔ اس میں سے کھن کھن کی آواز نکلتی تھی (طبری ۶۲/۱- یہ روایت موقوف بھی ہے اور بے حد ضعیف ہے۔ اس کی سند میں بشر بن عمارہ متروک ہے)۔ ایک روایت میں ہے کہ چالیس سال تک پڑا رہا۔ ابلیس منہ کی طرف سے داخل ہوتا تھا اور دوسری طرف سے نکل جاتا تھا (طبری ۶۳/۱۔ یہ روایت بھی موقوف ہے۔ مزید برآں اس کی سند کا ایک راوی السدی ہے جو کذاب ہے) اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مٹی کو چالیس دن تک سڑایا۔ پھر اس کو اپنے ہاتھ سے جمع کیا۔ اس مٹی کے داہنی طرف سے خوشبو نکلی اور بائیں طرف سے بدبو نکلی۔ پھر ان دونوں کو خلط ملط کر دیا تو اب خبیث سے طیب اور طیب سے خبیث پیدا ہوتا ہے (طبری جلد اوّل ص۶۳۔ یہ روایت موقوف ہے۔ طبری کا استاد مجہول ہے) ایک روایت میں ہے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام چیزوں کے بعد پیدا کیا گیا۔ جب ان کی روح بدن میں داخل ہوئی تو اس نے ان کی آنکھوں، اُن کی زبان اور ان کے سر کو زندہ کر دیا اور ابھی روح نیچے نہیں پہنچی تھی کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا اے میرے ربّ میری تخلیق کو غروب آفتاب سے پہلے مکمل کر دے (طبری جلد اوّل ص۶۷۔ یہ روایت مقطوع ہے۔ ایک تابعی کا قول ہے)

[۲] صحیح مسلم کتاب البر باب خلق الانسان لا یتمالک ۳۴۰/۲ [۳] آل عمران - ۵۹

[۴] صحیح مسلم کتاب الجمعۃ باب فضل الجمعۃ ۳۳۹/۱ وکتاب صفۃ القیامۃ باب ابتداء الخلق وخلق آدم علیہ السلام ۲/۵۱۷

[۵] صحیح ابن حبان کتاب التاریخ ۱۵۱/۹۔ اسکی سند حسن ہے۔ [۶] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص۱۵۵۔ اس حدیث کی سند حسن ہے۔

اے ابلیس، میں نے تجھے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا تجھے سجدہ کرنے سے کون سی چیز مانع ہوئی؟...
کہنے لگا: میں اس سے بہتر ہوں۔ مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے پیدا کیا [۱]
کیا میں ایسے شخص کو سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا ہے [۲]
میں ایسے شخص کو سجدہ نہیں کر سکتا جسے تو نے کھنکھناتے ہوئے سیاہ بدبو دار گارے سے بنایا ہے [۳]

الغرض ابلیس نے جو کہ جنّات میں سے تھا تکبّر کیا، اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کی اور سجدہ نہیں کیا [۴]

اللہ تعالےٰ نے ابلیس سے فرمایا: تو یہاں سے نکل جا، تو ملعون ہے۔ تجھے یہاں تکبّر نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ تو نے تکبّر کیا تو ذلیل ہوا۔ اب قیامت کے دن تک تجھ پر لعنت برستی رہے گی [۵]
ابلیس نے کہا: ایسے حقیر شخص کو تو نے مجھ پر برتری دی ہے اگر تو مجھے قیامت کے دن تک کے لئے مہلت دے دے تو میں چند لوگوں کے علاوہ اس کی پوری ذرّیت پر غلبہ حاصل کر لوں گا [۶]
پھر ابلیس نے کہا: اے میرے ربّ، مجھے قیامت تک کے لئے مہلت دے دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تجھے قیامت کے لئے مہلت دی جاتی ہے۔ ابلیس نے کہا: اے میرے رب، تیری عزّت کی قسم، تو نے مجھے گمراہ کیا ہے تو اب میں بھی اس کی اولاد میں سے سوائے تیرے مخلص بندوں کے سب کو گمراہ کر کے رہوں گا۔

میں اُن کے لئے دنیا کی زندگی کو مزیّن کروں گا تو وہ سب میری پیروی کریں گے۔ میں تیرے سیدھے راستے پر بیٹھ جاؤں گا۔ میں ان کے آگے سے بھی آؤں گا، اُن کے پیچھے سے بھی آؤں گا، اُن کی داہنی طرف سے بھی آؤں گا اور ان کی بائیں طرف سے بھی آؤں گا، تو پھر تو اُن میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا [۷]

اللہ تعالےٰ نے فرمایا: تو سچّی بات یہ ہے اور میں سچی بات ہی کہتا ہوں کہ میں تجھ سے اور ان سب سے جو ان میں سے تیری پیروی کریں گے جہنّم کو بھر دوں گا [۸]

---

[۱] الاعراف۔ ۱۱ و ۱۲
[۲] بنیٓ اسرآئیل۔ ۶۱
[۳] الحجر۔ ۳۳
[۴] الاعراف۔ ۱۳، الکھف۔ ۵۰
[۵] صٓ۔ ۷۷ و ۷۸
[۶] بنیٓ اسرآئیل۔ ۶۲
[۷] الحجر۔ ۳۶ تا ۴۰، الاعراف۔ ۱۶ و ۱۷
[۸] صٓ۔ ۸۴ و ۸۵

جا اور اُن میں سے جن کو تو اپنی آواز سے بہکا سکتا ہے بہکا، اپنے سواروں اور اپنے پیادوں کو بھی جمع کرلے اور اُن پر حملہ کر اور ان سے دلفریب وعدے کرتا رہ لیکن جو میرے خالص بندے ہیں اُن پر تیرا قابو نہیں چلے گا۔ تیرا قابو تو بس انہی پر چلے گا جو پہلے سے گمراہ ہوں اور تیری پیروی کرنے لگ جائیں۔ میں ان کو جہنم میں داخل کروں گا جس کے سات دروازے ہیں۔ ہر دروازے سے تیرے متبعین کے مختلف گروہ داخل ہوں گے [1]

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُن سے فرمایا: جاؤ ان فرشتوں کو سلام کرو اور سنو وہ کیا کہتے ہیں جو کچھ وہ کہیں وہی تمہارا اور تمہاری ذرّیت کا سلام ہوگا۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن کے پاس گئے اور اُن سے کہا: "اَلسَّلام علیکم"، فرشتوں نے جواب دیا: عَلَیْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ [2]

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیٹھ پر مسح کیا۔ مسح کرتے ہی ہر روح جو اُن کی اولاد میں قیامت تک پیدا ہونے والی تھی نکل پڑی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی آنکھوں کے درمیان ایک نور پیدا کیا۔ پھر اُن روحوں کو آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے سامنے پیش کیا۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے کہا: اے میرے ربّ، یہ کون لوگ ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ تمہاری اولاد ہے۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اُن میں سے ایک شخص کو دیکھا۔ اُن کو اس کی آنکھوں کے درمیان جو نور تھا وہ بہت پسند آیا۔ انہوں نے کہا: اے میرے ربّ، یہ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا: یہ تمہاری اولاد کی آخری جماعتوں میں سے ایک شخص ہے جس کا نام داؤد ہے۔ انہوں نے پوچھا: اے میرے ربّ، تو نے اس کی عمر کتنی رکھی ہے؟ اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا: ٦٠ سال۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: اے میرے ربّ، میری عمر سے اس کی عمر میں ۴۰ سال بڑھا دے [3]

ابلیس کو راندۂ درگاہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی پسلی سے ان کی بیوی کو پیدا کیا تاکہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے تسکین حاصل کریں [4]

---

[1] بنی اسرائیل ـ ٦٣ و ٦٤ ، الحجر ـ ٤٢ تا ٤٤

[2] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب خلق آدم صلوات اللہ علیہ ۴/۱٦۰ (صحیح بخاری کتاب الاستئذان کی روایت کے الفاظ صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں اس طرح ہیں: عَلَیْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ) وصحیح مسلم کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا باب یدخل الجنۃ اقوام افئدتھم مثل افئدۃ الطیر ۲/۵۲۵)

[3] رواہ الترمذی وصححہ فی تفسیر سورۃ الاعراف ۲/۳٦۴

[4] الاعراف ـ ۱۸۹ وصحیح بخاری کتاب بدء الخلق ۴/۱٦۱ ـ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دن جاگے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک عورت جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کی پسلی سے پیدا کیا تھا ان کے سرہانے بیٹھی ہے۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے پوچھا "تم کون ہو؟" انہوں نے کہا عورت۔ انہوں نے پوچھا تمہیں کیوں پیدا کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا تمہاری تسکین کے لئے (البدایہ ۱/۷۴ ـ یہ قول بعض صحابہ کی طرف منسوب ہے۔ سند میں السدّی کذاب ہے)

پھر اللہ تعالٰی نے انہیں جنّت میں رہنے کا حکم دیا [1]

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جمعہ کے دن جنّت میں داخل ہوئے [2]

اللہ تعالٰی نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا تم مع اپنی بیوی کے اس جنت میں رہو۔ پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا: تم دونوں اس میں سے جہاں سے چاہو خوب کھاؤ (پیو) لیکن اس درخت کے قریب بھی نہ جانا ورنہ تم گناہگار ہو جاؤ گے اور نقصان اٹھاؤ گے اور اے آدم یہ ابلیس تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے اس سے ہوشیار رہنا کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تمہیں جنّت سے نکلوا دے اور تم بدبختی میں مبتلا ہو جاؤ۔ اس جنّت میں نہ تم بھوکے رہو گے اور نہ ننگے۔ نہ یہاں تم پیاسے ہو گے اور نہ یہاں تمہیں دھوپ سے سابقہ پڑیگا۔ الغرض یہاں تم بڑے عیش و آرام سے رہو گے [3]

اللہ تعالٰی نے ایک دن فرشتوں سے کہا میں زمین میں (آدم کو) خلیفہ بنانے والا ہوں فرشتوں نے کہا کیا تو ایسی ہستی کو خلیفہ بنا رہا ہے جو زمین میں فساد مچائے اور خونریزی کرے ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتے ہیں اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا جو کچھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے [4]

اللہ تعالٰی نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام اشیاء کے نام سکھا دئے۔

---

[1] الاعراف ـ ۱۹

[2] صحیح مسلم کتاب الجمعۃ باب فضل یوم الجمعۃ ۱/۳۳۹

[3] البقرۃ ـ ۳۵ ، طٰہٰ ـ ۱۱۷ تا ۱۱۹

جنت میں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی بیوی حضرت حواء کا لباس نور کا بنا ہوا تھا (تاریخ یعقوبی ۱/۵ ـ یہ روایت بے سند ہے۔ قائل نامعلوم ہے)۔

[4] البقرۃ ـ ۳۰ علامہ احمد النسفی لکھتے ہیں :ـ (ونحن نسبح) للحال کما تقول أتحسن الی فلان وانا احق منہ بالاحسان ـ یہ جملہ حال کے لئے آیا ہے گویا یہ اس طرح ہے (تو انسان کو خلیفہ بنا رہا ہے) حالانکہ ہم (تیری) تسبیح پڑھتے ہیں (ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں) جیسے تم (کسی سے) کہو کہ کیا تم فلاں کے ساتھ احسان کرتے ہو حالانکہ اس سے زیادہ احسان کا میں حقدار ہوں (تفسیر نسفی ۱/۴۰)۔ علامہ محمد بن جریر لکھتے ہیں :ـ أجاعل أنت فی الارض من ھذہ صفتہ وتارک ان تجعل خلفاء ک منا۔ کہا تو اس صفت والے کو زمین میں خلیفہ بنا رہا ہے اور چھوڑ رہا ہے کہ ہم میں سے اپنے خلفاء بنائے (جامع البیان ۱/۲۰۹) عبدالرحمٰن السیوطی لکھتے ہیں :ـ فاجعلنا نحن فیھا (فنحن نسبح بحمدک) (الدر المنثور ۱/۱۱۲) علامہ بیضاوی لکھتے ہیں : أتستخلف عصاۃ ونحن معصومون احقاء بذلک ـ کیا تو گناہگاروں کو خلیفہ بنا رہا ہے حالانکہ ہم معصوم ہونے کی وجہ سے اس کے زیادہ حقدار ہیں (انوار التنزیل المعروف بتفسیر البیضاوی ۱/۱۳۶) علامہ محمود الزمخشری لکھتے ہیں : (ونحن) للحال کما تقول أتحسن الی فلان وانا احق بالاحسان ، (الکشاف ـ ۱/۶۱) علامہ محمد بن احمد اور علامہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی لکھتے ہیں :ـ والجملۃ حال ای فنحن احق بالاستخلاف (تفسیر جلالین ص۶) علامہ اسمٰعیل بن کثیر لکھتے ہیں :ـ ولا یصدر منا شئ من ذلک وھلا وقع الاقتصار علینا (تفسیر ابن کثیر ۱/۶۹) طلبا منھم ان یسکنوا الارض بدل بنی آدم (تفسیر ابن کثیر ۱/۷۰) امام زین العابدین فرماتے ہیں :ـ فرشتوں نے کہا : ای رب الخلیفۃ من غیرنا ...... ای رب اجعل ذلک الخلیفۃ منا فنحن لا نفسد فیھا (اخبار مکۃ لابی الولید محمد بن عبداللہ الازرقی ص۲۴) ڈپٹی نذیر احمد دہلوی لکھتے ہیں : فرشتوں نے اپنی خدمات تسبیح و تقدیس ظاہر کر کے خلافت الٰہی کے لئے اپنا استحقاق ثابت کرنا چاہا (قرآن مجید مطبوعہ تاج کمپنی حاشیہ بر صفحہ ۱۳ ف۲۳) ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں : اگر خلیفہ ہی بنانا منظور ہے تو ہم خاکساران خدام قدیم اس منصب =

پھر ان اشیاء کو فرشتوں کے سامنے رکھ کر ان سے کہا (کہ تم خلافت کے زیادہ حقدار ہو تو) ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ فرشتوں نے کہا ہمیں تو ان ناموں کا کوئی علم نہیں۔ ہمیں تو بس اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھایا ہے، تو جاننے والا اور حکمت والا ہے (تو ہی جانتا ہے کہ اس میں تیری کیا حکمت ہے)۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا۔

اے آدم ان فرشتوں کو ان سب چیزوں کے نام بتا دو۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان چیزوں کے نام بتا دئے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں کی اور زمین کی تمام پوشیدہ باتوں کو جانتا ہوں اور میں جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو [۱]

آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور ان کی زوجہ مطہرہ جنّت میں بڑے آرام سے رہ رہے تھے لیکن ابلیس ان کے پیچھے لگا ہوا تھا اس نے آدم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو اور ان کی زوجہ مطہرہ کو بہکانا شروع کیا۔ کہنے لگا اے آدم میں تمہیں ایسا درخت نہ بتاؤں کہ جس کو کھا کر تم زندۂ جاوید ہو جاؤ اور تمہیں ایسی سلطنت مل جائے جس میں کبھی ضعف نہ آنے پائے [۲]

ابلیس تو یہ چاہتا تھا کہ کسی طرح ان کی شرم گاہیں جو اب تک چھپی ہوئی تھیں انہیں برہنہ کرکے دکھائے۔ ایک دن ان سے کہنے لگا تمہارے ربّ نے جو تمہیں اس درخت سے منع کیا ہے تو صرف اس لئے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ اور ہمیشہ زندہ رہو۔ پھر ابلیس نے قسم کھا کر کہا میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں اس لئے یہ باتیں تمہیں بتا رہا ہوں۔ [۳]

= کے لئے ہر طرح سے قابل ہیں (تفسیر ثنائی ص۸) شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: ہم ایسے مطیع اور فرماں بردار کے ہوتے ان کو خلیفہ بنانا اس کی وجہ کیا ہوگی؟ (ف۱) اگر تم اپنی اس بات میں کہ تم کار خلافت انجام دے سکتے ہو، سچے ہو تو ان چیزوں کے نام و احوال بتاؤ (ف۲) [قرآن مجید مطبوعہ المملکۃ العربیہ السعودیہ مترجم محمود الحسن و برحاشیہ تفسیر شبیر احمد عثمانی ص۸)۔ سوال: کیا ان تمام علماء نے فرشتوں کے مافی الضمیر کا دلالۃ النص سے اندازہ لگا کر شرک کیا؟ معترضین جواب دیں۔

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:۔ جب فرشتوں نے کہا ہم تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آگ نکلی جس نے ان سب کو جلا دیا۔ یہ دس ہزار فرشتے تھے (تفسیر ابن کثیر ۱/۷۱۔ علامہ ابن کثیر کہتے ہیں یہ محمد بن ابی یحیٰی کا بیان ہے۔ یہ اسرائیلی روایت ہے اور منکر ہے)

[۱] البقرۃ۔ ۳۱ تا ۳۳ و صحیح بخاری کتاب التفسیر باب وعلّم ادم الاسماء کلھا ۶/۲۱۔

[۲] طٰہٰ۔ ۱۲۰

[۳] الاعراف۔ ۲۰ و ۲۱

ابلیس نے بہکانے کے لئے جنّت کے اندر جانا چاہا۔ جنّت کے چوکیداروں نے اسے روک دیا۔ پھر وہ سانپ کے منہ میں بیٹھ کر اندر گیا۔ چوکیداروں کو خبر نہیں ہوئی (طبری ۱/۷۰۔ یہ روایت موقوف ہے۔ متن میں نکارت ہے)۔

جب ابلیس نے جنّت میں جانا چاہا تو اس نے تمام جانوروں سے کہا کہ اس کو اپنے اوپر بٹھا کر لے جائیں۔ سوائے سانپ کے سب نے انکار =

الغرض اللہ تعالیٰ نے جو عہد آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے لیا تھا آدم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اسے بھول گئے [1]

ابلیس نے بالآخران کو ورغلا ہی دیا [2]

آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی زوجہ مطہرہ حضرت حوّاء نے بھی آدم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو اس درخت کے کھانے کی ترغیب دی اور ان دونوں نے اس درخت میں سے کھا ہی لیا [3]

درخت کا کھانا ہی تھا کہ ان کی شرم گاہیں ایک دوسرے کے سامنے ظاہر ہوگئیں یہ دیکھکر انہوں نے جنّت کے پتّے اپنے اوپر چپکانے شروع کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پکار کر فرمایا۔ کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت کے کھانے سے منع نہیں کیا تھا اور میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ شیطان (یعنی ابلیس) تم دونوں کا کھلا دشمن ہے (اس سے ہوشیار رہنا) [4]

= کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی ٹانگیں چھین لیں اور اب وہ پیٹ کے بل چلتا ہے (طبری ۷۲/۱ ۔ یہ روایت موقوف ہے۔ سند میں لیث ہے جو ضعیف ہے)۔

ابلیس نے حضرت حواء سے درخت کی تعریف کی۔ وہ بہکانے میں آگئیں۔ انہوں نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کی تعریف کی۔ (طبری ۷۲/۱ یہ روایت مقطوع ہے۔ ایک تابعی کا قول ہے)۔

ابلیس نے ایک دن خوب نوحہ کیا۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور حضرت حواء نے پوچھا: تو کیوں روتا ہے؟ کہنے لگا اس لئے روتا ہوں کہ تم دونوں مرجاؤگے پھر ایک دوسرے سے جدا ہو جاؤگے۔ کیا میں تمہیں ایسا درخت نہ بتاؤں کہ اگر تم اُسے کھالو تو ہمیشہ زندہ رہو (طبری ۷۴/۱ ۔ نہ سند پوری ہے اور نہ قائل کا نام بتایا گیا ہے)۔

[1] طٰہٰ ۔ ۱۱۵

[2] الاعراف ۔ ۲۲

[3] ولولا حوّاء لم تخن انثٰی زوجھا (صحیح بخاری بدء الخلق باب قول اللہ تعالیٰ واذ قال ربك للملٰئکۃ ۱۶۱/۴)۔

آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو حضرت حوّاء نے شراب پلائی۔ جب وہ نشہ میں چُور ہوگئے تو ان کو اس درخت میں سے کھلادیا۔ (طبری ۷۵/۱ ۔ یہ روایت مقطوع۔ ایک تابعی کا قول ہے)۔

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت حوّاء دونوں اس حالت میں اترے کہ وہ عریاں تھے۔ جنّت کے پتّوں سے انہوں نے ستر ڈھانک رکھا تھا۔ ان کو گرمی لگی تو جبریل علیہ السلام نے ان کو روئی لاکر دی اور حضرت حواء سے کہا اسے کاتو اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا اسے بُنو۔ حضرت جبریل نے ان کو بُننا سکھایا۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اب تک حضرت حواء سے صحبت نہیں کی تھی۔ دونوں علیحدہ علیحدہ سویا کرتے تھے۔ حضرت جبریل نے ان کو صحبت کرنے کا حکم دیا اور ان کو صحبت کرنے کا طریقہ سکھایا (البدایہ ۸۰/۱ ۔ یہ حدیث منکر بلکہ موضوع ہے۔ اس کی سند میں سعید بن میسرہ ہے جو موضوعات روایت کرتا ہے۔ البدایہ ۔ ۸۰/۱)

ایک دن آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حواء کو اپنی حاجت کے لئے بلایا۔ انہوں نے کہا: میں تمہاری حاجت پوری نہیں کروں گی جب تک تم اس درخت میں سے نہ کھاؤ۔ الغرض ان دونوں نے درخت میں سے کچھ کھا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جواب طلب کیا تو انہوں نے عرض کیا: مجھے حوّاء نے کھلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب میں ان کو بے وقوف بناؤں گا اور حمل اور وضع حمل کو ان کے لئے ناگوار کروں گا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو عورتوں کو اذیّت ماہانہ کبھی نہیں ہوتی اور حمل اور وضع حمل دونوں آسان ہوتے (طبری ۷۴/۱ ۔ یہ ابن زید کا قول ہے)۔

حضرت حوّاء نے وہ پھل پہلے کھایا۔ ان کی ترغیب سے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی کھالیا (البدایہ ۷۸/۱ ۔ نہ قائل کا پتہ ہے اور نہ سند ہے)

[4] الاعراف ۔ ۲۲ ۔ دونوں کے ستر ظاہر ہوگئے۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک درخت کے غلاف میں چھپ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم، تم کہاں ہو؟ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: میں یہاں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: باہر کیوں نہیں نکلتے۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: تجھ سے شرم آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت حوّاء سے فرمایا: تم نے میرے بندے کو دھوکا دیا، اب تم حمل کا بوجھ کراہت کے ساتھ اٹھاؤگی (طبری ۷۲/۱ ۔ یہ ایک تابعی کا قول ہے)۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انکا اور حضرت حواء کا ستر چھپانے کے لئے جنّت کا ایک مینڈھا ذبح کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے مینڈھا ذبح کیا، پھر ان دونوں نے اس کا اون کاتا اور اپنے لئے کپڑے بنائے (طبری جلد اوّل صہ۸۳ ۔ یہ ایک تابعی کا قول ہے)۔

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو طویل القامت پیدا کیا تھا۔ سر میں بال گھنے تھے۔ جب انہوں نے اس درخت میں سے کچھ چکھا تو ان کا لباس علیحدہ ہو گیا۔ ان کا ستر نظر آنے لگا۔ وہ بھاگے تو ایک درخت نے ان کے بال پکڑ لئے۔ وہ اس سے جھگڑنے لگے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: اے آدم مجھ سے بھاگتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا: تجھ سے شرم آتی ہے۔ [عسہ]

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو جمعہ کے دن جنت سے نکل جانے کا حکم دیا [1]

جمعہ ہی کے دن انہیں زمین پر اترنے کا حکم دیا گیا اور اسی دن وہ زمین پر اتار دئے گئے [2]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم یہاں سے اتر کر نیچے چلے جاؤ اس لئے کہ تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہیں (دشمنی کا یہاں کیا کام) اب تمہیں کچھ عرصے کے لئے زمین پر رہنا ہے اور وہیں فائدہ اٹھانا ہے [3]

عسہ البدایہ والنہایہ ۔ ۷۸، ۷۹/۱ سندہ صحیح۔

[1] صحیح مسلم کتاب الجمعۃ ۳۳۲/۱۔

[2] نسائی کتاب الجمعۃ باب ذکر الساعۃ التی یستجاب فیھا الدعاء یوم الجمعۃ۔ سندہ صحیح۔ صحیح النسائی ۳۰۹/۱، ابن حبان ۱۹۲/۵، شرح السنۃ کتاب الجمعۃ ۲۰۷/۴ وابو داؤد کتاب الجمعۃ۔

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جنت میں صلوٰۃ عصر سے غروب آفتاب تک رہے (الحاکم کتاب التاریخ ۵۴۲/۲۔ یہ روایت موقوف ہے)۔

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہندوستان میں اتارے گئے (الحاکم کتاب التاریخ ۵۴۲/۲ یہ روایت بھی موقوف ہے)۔ طبری نے اسے حضرت علی اور حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ مرفوع کوئی روایت نہیں ہے (طبری ۸۱/۱)

[3] البقرۃ ۔ ۳۶

جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اتارا گیا تو ان کو ساتھ لے جانے کے لئے جنت کے میوے دئے گئے اور ان کو ہر قسم کی صنعت سکھائی گئی (حاکم ۔ ۵۴۳/۲ ۔ یہ روایت موقوف ہے)۔

جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اتارا گیا تو انہوں نے عرض کیا اے میرے رب، کیا تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے نہیں بنایا...... اگر میں توبہ کروں اور اپنی اصلاح کروں تو کیا تو مجھے جنت میں لوٹا دیگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں (حاکم کتاب التاریخ ۔ ۵۴۵/۲ ۔ یہ روایت موقوف ہے)۔

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہند میں جبل بوذ پر اتارے گئے اور حضرت حوا جدہ میں اتاری گئیں۔ مزدلفہ میں وہ دونوں قریب ہوئے عرفات میں ایک نے دوسرے کو پہچانا جمع میں دونوں جمع ہوئے (طبری جلد اول ص۸۱ ۔ یہ روایت موقوف ہے)۔

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب زمین پر اتارے گئے تو ان کا سر آسمان میں تھا اور پیر زمین میں۔ وہ آسمان والوں کی باتیں سنتے تھے۔ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے شکایت کی تو ان کا قد گھٹا دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کے یاقوتوں میں سے ایک یاقوت اتارا جو کعبہ کے مقام پر رکھا گیا۔ اس کا طواف ہوتا رہا بالآخر نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں طوفان آیا تو اس یاقوت کو اٹھا لیا گیا (طبری جلد اول ص۸۲ ۔ یہ ایک تابعی کا قول ہے)

جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اتارے گئے تو ان کے ساتھ جنت کے درخت کا ایک عصا تھا، سر پر تاج تھا اور ہر قسم کی خوشبو بھی اور پھل بھی (طبری جلد اول ص۸۲ ۔ ان میں سے کوئی چیز بھی مرفوعاً ثابت نہیں)

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حجر اسود اتارا گیا۔ وہ اولے سے زیادہ سفید تھا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصا بھی اتارا گیا اور بھی کئی چیزیں اتاری گئیں گھوڑے کے سات دانے اتارے گئے۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا یہ کیا ہے۔ جبریل نے کہا یہ وہی چیز ہے جس نے آپ کو نکالا (طبری جلد اول ص۸۲ ۔ یہ روایت موقوف ہے)۔

جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اتارا گیا تو ان کو تمام [illegible] جانور وغیرہ سب ان کے ماتحت کر دئے گئے۔ جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زمین کی وسعت کو دیکھا تو کہنے لگے اے میرے رب، میرے علاوہ کوئی تیری تسبیح پڑھنے والا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہاری اولاد میں کچھ میری تسبیح پڑھے گی (طبری جلد اول ص۹۰۔ یہ روایت موقوف ہے)

آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام مع اپنی زوجہ مطہرہ کے زمین پر آگئے۔ اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مندرجہ ذیل دعائیہ کلمات سکھائے۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (الاعراف۔ ۲۳)

ان دونوں نے ان دعائیہ کلمات کے ساتھ اللہ تعالےٰ سے معافی مانگی۔ اللہ تعالےٰ نے جمعہ کے روز ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو برگزیدہ کیا اور ان کو ہدایت پر گامزن کر کے منزل مقصود پر پہنچایا [1]

توبہ قبول کرنے کے بعد بھی اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے فرمایا اب تم نیچے ہی رہو۔ تمہیں اب کچھ دن زمین ہی میں رہنا ہے اور اسی میں فائدہ اٹھانا ہے، اسی میں تمہیں زندہ رہنا ہے اور اسی سے تم کو زندہ کر کے نکالا جائے گا [2]

اس زمین کی زندگی میں جب کبھی میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو اس پر عمل کرنا، جو شخص اس پر عمل کریگا تو وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ بدبختی کا شکار ہوگا، اسے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم یعنی دوبارہ جنّت میں داخل ہو جائے گا اور جس نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو وہ دوزخ میں جائیگا اور ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہے گا [3]

---

[1] البقرہ۔ ۳۷ و الاعراف۔ ۲۳ وسنن کبریٰ للنسائی کتاب الجمعہ جزء اول صہ ۵۴۰۔ سند صحیح

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: اے رب اگر میں توبہ کرلوں تو کیا میں پھر جنت میں لوٹا دیا جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں۔ اس حدیث کی سند منقطع ہے (البدایہ والنہایہ۔ ۱/۸۱)

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: اے رب کیا تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے نہیں بنایا، فرمایا کیوں نہیں ..... عرض کیا تو نے نہیں لکھ دیا تھا کہ میں یہ عمل کروں گا۔ فرمایا، کیوں نہیں۔ عرض کیا اگر میں توبہ کرلوں تو کیا میں پھر جنت میں لوٹا دیا جاؤں گا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا: ہاں (حاکم۔ یہ روایت موقوف ہے۔ البدایہ ۱/۸۱)

جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گناہ کیا تو عرش کی طرف اپنا سر اٹھایا۔ پھر کہا: اے اللہ! میں تجھ سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حق کے ساتھ سوال کرتا ہوں۔ مجھے معاف کر دے۔ اللہ نے ان پر وحی بھیجی۔ محمد کیا ہیں؟ محمد کون ہیں؟ آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے کہا: اے اللہ تیرا نام بڑا بابرکت ہے۔ جب تو نے مجھے پیدا کیا، میں نے اپنا سر عرش کی طرف اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ اس میں یہ لکھا ہوا تھا: لا الٰہ الا اللہ، محمد رسول اللہ۔ میں سمجھ گیا کہ ان سے زیادہ تیرے نزدیک کوئی عظمت والا نہیں اس لئے کہ تو نے ان کا نام اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا: وہ آخری نبی ہیں۔ اگر وہ نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہیں کرتا (طبرانی صغیر صہ ۲۰۷۔ یہ حدیث بے حد ضعیف بلکہ جھوٹی ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ہے جو نہایت ضعیف ہے۔ امام شافعی کہتے ہیں امام مالک کے سامنے ایک حدیث کا ذکر کیا گیا۔ امام مالک نے پوچھا اس کی سند کیا ہے۔ امام شافعی نے سند سنائی جو منقطع تھی۔ امام مالک نے فرمایا عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کے پاس چلے جاؤ وہ تمہیں حدیث کی سند سنا دے گا عن ابیہ عن نوح علیہ السلام (یعنی وہ فوراً سند گھڑ دے گا۔ میزان الاعتدال جزء ۲ صہ ۵۶۵۔ امام مالک کے اس قول سے معلوم ہوا کہ عبدالرحمٰن حدیثیں بنایا کرتا تھا)۔

[2] الاعراف۔ ۲۴ و ۲۵

آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی توبہ عاشورے کے روز قبول ہوئی (طبرانی کبیر ۶/۶۹ یہ حدیث موضوع ہے۔ بنانے والا عثمان بن مطر ہے)۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام زراعت کرتے تھے (حاکم ۲/۵۹۶۔ یہ روایت موقوف ہے۔ مزید برآں جھوٹی ہے۔ عبدالمنعم کذاب ہے)

[3] البقرۃ۔ ۳۸ و ۳۹

جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام زمین پر رہنے لگے تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے عمدہ لباس کا انتظام فرمایا [۱]

ان کی اولاد بھی خوب ہوئی [۲]

اللہ تعالےٰ نے ان کی اولاد کو عزت و کرامت سے سرفراز فرمایا۔ بحر و بر میں ان کی نقل و حرکت کے لئے سواریاں مہیا کیں ان کے لئے پاکیزہ کھانوں کا انتظام فرمایا اور ان کو اپنی مخلوقات میں سے بہت سی مخلوقات پر برتری عطا فرمائی [۳]

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد سے فرمایا: اے بنی آدم میں نے تمہارے لئے لباس اتار دیا ہے تاکہ وہ تمہارے ستر کو بھی چھپائے اور تمہارے لئے باعث زینت بھی ہو۔ تقویٰ اختیار کرنا تقویٰ سے بہتر کوئی چیز نہیں [۴]

پھر اللہ تعالےٰ نے ان سے عہد لیا کہ شیطان کی عبادت یعنی اس کی اطاعت نہ کرنا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور یہ کہ میری عبادت کرنا (اطاعت کرنا) یہی صراطِ مستقیم ہے [۵]

اے بنی آدم شیطان تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دے جس طرح اس نے تمہارے والدین کو فتنہ میں ڈال کر جنت سے نکلوا دیا، ان کا لباس اتروا دیا اور ان کو ایک دوسرے کے سامنے برہنہ کر دیا۔ دیکھو وہ اور اس کا قبیلہ تم کو دیکھتے رہتے ہیں، تم انہیں نہیں دیکھ سکتے [۶]

---

[۱] الاعراف - ۲۶ — حضرت حوّاء بال کاتا کرتی تھیں پھر اس کا کپڑا بنتی تھیں۔ خود بھی پہنتی تھیں اور اپنی اولاد کو بھی پہناتی تھیں (حاکم ۲/۵۹۷۔ یہ روایت موقوف ہے۔ سند میں عبدالمنعم کذاب ہے لہٰذا روایت جھوٹی ہے)۔

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے جنت سے حجر اسود اتارا گیا۔ ان کو مکہ معظمہ جانے کا حکم دیا گیا۔ وہ مکہ معظمہ گئے اور بیت اللہ کی تعمیر کی۔ انہوں نے حج بھی کیا۔ ابلیس سامنے آیا تو آپ نے کنکریاں ماریں (یعقوبی ۱/۶۔ نہ سند ہے اور نہ قائل کا نام ہے)

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے البیت الحرام کی تعمیر کی۔ اس میں نماز پڑھی اور اس کا طواف کیا (اخبار مکہ للازرقی ص۳۔ یہ روایت موقوف ہے)

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حج کیا (اخبار مکہ ص۴۳۔ قائل کا نام نہیں ہے)

[۲] النساء - ۱ - جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر ۱۳۰ سال ہوئی تو ان کے ہاں حضرت شیث پیدا ہوئے۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی وفات کے وقت انہی کو وصیت کی تھی (طبری ۱/۱۰۲۔ یہ روایت موقوف ہے۔ حارث بن محمد راوی مجہول ہے۔ میزان الاعتدال)

[۳] بنی اسرائیل - ۷

[۴] الاعراف - ۲۶

[۵] یٰس - ۶۰ و ۶۱

[۶] الاعراف - ۲۷

حدیث میں ہے کہ حارث ابلیس کا نام ہے (طبری ۱/۱۰۰۔ اس کی سند میں ایک راوی ابن فضیل ہے جو پہچانا نہیں جاتا) آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابلیس کے بہکانے سے اپنے لڑکے کا نام عبدالحارث رکھا (طبری - ۱/۱۰۰۔ یہ روایت موقوف ہے لہٰذا حجت نہیں۔ اس کی سند کا ایک راوی سلمہ متکلم فیہ ہے۔ اس سلسلہ میں ایک مرفوع روایت بھی ہے (ترمذی تفسیر سورۂ اعراف و طبری - ۱/۱۰۰)۔ اس کو عمر بن ابراہیم نے قتادہ سے روایت کیا ہے اور عمر بن ابراہیم کی قتادہ سے روایت مضطرب ہوتی ہے (تہذیب التہذیب) اس سلسلہ میں ایک اور روایت بھی ہے۔ طبری ۱/۱۰۱ لیکن اس کی سند میں السدی کذاب ہے۔ الغرض عبدالحارث نام رکھنے کی روایت باطل ہے۔ مزید برآں یہ مندرجہ ذیل صحیح حدیث کے بھی خلاف ہے:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: احب الاسماء الی اللہ عبداللہ و عبدالرحمٰن واصدقها حارث وہمام واقبحها حرب ومرۃ (صحیح ابی داؤد جزء ۳ ص۹۳۹) اللہ کے نزدیک محبوب ترین نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں، بہت سچے نام حارث و ہمام ہیں اور بدترین نام حرب اور مرۃ ہیں۔ اگر ابلیس کا نام حارث ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اصدق کبھی نہ فرماتے۔

اے بنی آدم ہر نماز کے وقت اپنی زینت کی چیزیں پہن لیا کرو، کھاؤ اور پیو لیکن فضول خرچی نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا [1]

اے بنی آدم جب تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آئیں جو میری آیات تم کو پڑھ کر سنائیں (تو ان کی بات سننا اور پرہیزگاری اختیار کرنا) جو لوگ پرہیزگاری اختیار کرینگے اور اپنی اصلاح کرینگے تو انہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان کو ماننے اور ان کے مطابق عمل کرنے سے سرکشی کی تو وہ دوزخ میں جائیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے [2]

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ۲ دو بیٹوں کا واقعہ

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کثرت سے ہوئی۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔

ان میں سے ۲ دو بیٹوں نے ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی پیش کی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک کی قربانی قبول فرمائی دوسرے کی قبول نہیں فرمائی۔ اس کو اپنے اس بھائی سے جس کی قربانی قبول ہوئی تھی حسد پیدا ہوگیا۔ اُس نے اپنے بھائی سے کہا میں تجھے ضرور قتل کروں گا اُس نے کہا (کہ اس میں حسد کی کیا بات ہے) اللہ تو متقی لوگوں کی قربانی قبول فرماتا ہے [3]

(تم متقی نہیں ہو اس لئے تمہاری قربانی قبول نہیں ہوئی اس میں میرا کیا قصور ہے)

اور اگر تم نے مجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو میں تمہیں قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا۔ میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں اور میں تو چاہتا ہوں کہ تم میرا اور اپنا دونوں کا گناہ سمیٹو اور دوزخی بن جاؤ۔ اتنی نصیحت کے باوجود بھی وہ اپنے بھائی کے قتل کرنے سے باز نہیں آیا اور آخر اُسے قتل کر ڈالا۔ قتل کرنے کے بعد وہ بہت نقصان میں رہا قتل تو کر دیا لیکن اُس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ مقتول بھائی کی لاش کا کیا کرے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک کوّا بھیجا جو زمین پر اُتر کر زمین کو کریدنے لگا قاتل بھائی نے کوّے سے سیکھا کہ کس طرح اپنے بھائی کی لاش کو چھپائے۔

کوّے سے یہ بات سیکھنے کے بعد وہ کہنے لگا ہائے افسوس میں تو اس کوّے سے بھی گیا گزرا ہوگیا کہ مجھے نہیں معلوم ہو سکا کہ بھائی کی لاش کو کس طرح چھپایا جائے۔

کوے سے یہ بات سیکھنے کے بعد وہ کہنے لگا ہائے افسوس! الغرض وہ اپنے اس فعل پر بہت نادم ہوا اور پچھتایا [4]

---

[1] الاعراف - ۳۱

[2] الاعراف - ۳۵ و ۳۶ [3] المائدۃ - ۲۷ [4] المائدۃ - ۲۸ تا ۳۱

حضرت حوا کے ہاں ہر حمل سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے۔ ایک حمل سے پیدا ہونے والا لڑکا دوسرے حمل سے پیدا ہونے والی لڑکی سے شادی کرتا تھا۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منجملہ اور لڑکوں کے دو لڑکے قابیل اور ہابیل تھے۔ قابیل بڑا تھا۔ اس کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی حسین تھی۔ ہابیل نے قابیل سے اس کی بہن سے شادی کرنے کے لئے کہا۔ قابیل نے انکار کر دیا اور =

قابیل پہلا شخص ہے جس نے بنی آدم میں قتل کو جاری کیا [1]

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری چالیس سال اور وفات

جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر پوری ہوگئی تو ملک الموت ان کے پاس آیا۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا کیا میری عمر کے ابھی چالیس سال باقی نہیں ہیں؟ ملک الموت نے کہا کیا آپ نے (چالیس سال) اپنے بیٹے داؤد کو نہیں دئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدم نے انکار کیا ان کی اولاد بھی انکار کرتی ہے۔ وہ بھول گئے ان کی اولاد بھی بھولتی ہے۔ انہوں نے خطا کی ان کی اولاد بھی خطا کرتی ہے [2]

= کہا وہ میری بہن ہے میں اس کا زیادہ حقدار ہوں۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی قابیل سے شادی کے لئے کہا۔ اس نے انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ لڑکی کا کون زیادہ حقدار ہے قربانی کی۔ ہابیل کی قربانی کو آگ نے جلا دیا یعنی وہ قبول ہوگئی۔ قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا (طبری ۹۲ تا ۹۷/۱، البدایہ ۹۳/۱، تفسیر ابن کثیر ۴۲/۲ بحوالہ تفسیر ابن ابی حاتم۔ ہر روایت موقوف ہے۔ السدی ہر سند میں ہے اور وہ کذاب ہے)۔ ہابیل قابیل سے زیادہ طاقتور تھا لیکن اُس نے قتل کرنے کو اچھا نہیں سمجھا (البدایہ ۹۳/۱، تفسیر ابن کثیر ۴۲/۲۔ یہ روایت موقوف ہے) قابیل قتل کرنا نہیں جانتا تھا۔ ابلیس نے اُسے سکھایا کہ سر پر پتھر مارے، اس نے ایسا ہی کیا (تفسیر ابن کثیر بحوالہ ابن ابی حاتم ۴۵/۲۔ ایک راوی عبدالرحمٰن بن زید کذاب ہے) ہابیل کو سوتے میں قتل کیا گیا (تفسیر ابن کثیر ۴۵/۲۔ السدی کذاب ہے) قابیل ہابیل کی لاش کو اپنے کندھے پر ڈال کر ایک سال تک پھرتا رہا کہ اسے کس طرح چھپائے (تفسیر ابن کثیر ۴۵/۲۔ یہ روایت موقوف ہے)۔ قابیل نے ہابیل کو حراء کی کھائی میں قتل کیا پھر وہ اپنی بہن کا ہاتھ پکڑ کر یمن کی طرف بھاگ گیا (طبری ۹۷/۱۔ یہ ایک تابعی کا قول ہے) جب ہابیل کو قتل کیا گیا تو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت روئے (طبری ۹۸/۱، یہ روایت موقوف ہے) آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قابیل سے کہا جا تو ہمیشہ ڈرتا ہی رہے گا، جو تجھے دیکھے گا امن نہیں دیگا۔ الغرض جو اُسے دیکھتا مارتا (طبری ۹۷/۱۔ یہ روایت موقوف ہے)

[1] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب قول اللہ تعالیٰ و اذ قال ربک للملٰئکۃ ۱۶۲/۴

[2] رواہ الترمذی وصححہ فی تفسیر سورۃ الاعراف جزء ۲ صفحہ ۳۶۵

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: میں نے نہیں دئے۔ اللہ تعالیٰ نے دستاویز نازل کی، فرشتوں نے گواہی دی۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر ایک ہزار سال ہی کر دی اور داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر سو سال کر دی (طبرانی کبیر ۱۲/۲۱۴، احمد و ابوداؤد و بیہقی کتاب الشہادات باب الاختیار فی الاشہاد ۱۴۶/۱۰۔ اس حدیث کی سند میں علی بن زید ضعیف ہے)

جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھاری ہوگئے تو انہوں نے اپنے لڑکوں کو حکم دیا کہ جنّت کے پھلوں میں سے کچھ پھل توڑ کر لے آؤ۔ انہوں نے پھل توڑے۔ اسی اثنا میں ان کی ملاقات فرشتوں سے ہوئی۔ فرشتوں نے لڑکوں سے کہا واپس ہو جاؤ، اللہ تعالےٰ نے تمہارے والد کی روح قبض کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ لڑکے فرشتوں کے ساتھ واپس ہوگئے۔ فرشتوں نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح قبض کرلی۔ فرشتے اپنے ساتھ کفن اور خوشبو لے کر آئے تھے۔ پھر فرشتوں نے انہیں غسل دیا، کفن پہنایا اور نماز جنازہ پڑھی پھر کہا اے بنی آدم یہ ہے (تکفین وتدفین وغیرہ کا) طریقہ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۲۴۳۔ یہ ابوعیسٰی کا قول ہے۔ حدیث نہیں ہے) (یہی قول ابی ابن کعب کا ہے۔ البدایہ ۹۸/۱)۔

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر ۹۳۶ سال ہوئی (طبری ۱۰۷/۱۔ یہ روایت موقوف ہے۔ مزید برآں اس کا راوی ہشام کلبی ہے جو بے حد ضعیف بلکہ کذاب ہے)۔

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام وفات سے ۱۱ دن پہلے بیمار ہوئے۔ انہوں نے شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وصیت کی اور وصیت کی کتاب ان کے حوالے کی اور کہا اس کو قابیل سے چھپانا اس لئے کہ اس نے ہابیل کو حسد کی بناء پر قتل کیا۔ الغرض قابیل اور اس کی اولاد علم سے محروم رہی (طبری ۱۰۷/۱۔ یہ ایک تابعی کا قول ہے)۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بیٹوں اور پوتوں کو وصیت کی کہ ملعون قابیل اور اس کی اولاد سے میل جول نہ رکھیں (یعقوبی ۷/۱۔ یہ روایت بے سند ہے)۔

جمعہ کے روز آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا انتقال ہوا [1]

آدم علیہ الصَّلوٰۃ والسَّلام کے شمائل

آدم علیہ الصَّلوٰۃ والسلام کا قد ساٹھ ہاتھ تھا [2]

آدم علیہ الصَّلوٰۃ والسَّلام کے فضائل

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصَّلوٰۃ والسَّلام کو منتخب فرمایا [3]

اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام انسانوں کا باپ بنایا، اپنے ہاتھ سے ان کی تخلیق کی، فرشتوں سے سجدہ کرایا اور تمام اشیاء کے ناموں کی تعلیم دی [4]

---

[1] ابن خزیمۃ ۱۱۸/۳۔ سندہ صحیح۔

جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات ہوئی تو فرشتے جنّت سے خوشبو اور کفن لے کر آئے۔ فرشتوں نے انہیں پانی اور بیری سے تین دفعہ غسل دیا۔ تیسری مرتبہ پانی میں کافور بھی ملایا، پھر انہیں طاق عدد کپڑوں میں کفنایا، ان کو لحد میں دفن کیا اور ان کی نماز جنازہ پڑھی (مصنف عبدالرزاق کتاب الجنائز باب غسل المیّت ...۴/۳ وطبری ۱۰۸/۱۔ اس حدیث کی سند منقطع ہے)

جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرشتوں نے انہیں گھیر لیا۔ حضرت حوّاء ان فرشتوں کے گرد چکّر لگانے لگیں۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حوّاء سے فرمایا: میرے رب کے فرشتوں کو اکیلا چھوڑ دو۔ تمہاری ہی وجہ سے مجھے مصیبت پہنچی۔ فرشتوں نے انہیں پانی اور بیری سے غسل دیا، خوشبو لگائی اور طاق کپڑوں میں کفنایا اور ان کو ارض ہند میں بمقام سرندیپ دفن کر دیا (تفسیر مدارک ۵۰۸/۱۔ یہ ثابت کا بے سند قول ہے)

حضرت شیث نے اور ان کے بھائیوں نے دفن کیا۔ سات دن اور سات رات سورج اور چاند گہن میں رہے (طبری ۱۰۸/۱، یہ ابن اسحٰق کا قول ہے)

حضرت شیث نے جبریل سے کہا: آپ نماز جنازہ پڑھایئے۔ انہوں نے کہا نہیں تم اپنے والد کی نماز جنازہ پڑھاؤ اور تیس تکبیریں کہو (طبرانی کبیر ۱۰۹/۱، یہ روایت موقوف ہے۔ حارث راوی مجہول ہے)

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال کے ایک سال بعد حضرت حوّاء کا انتقال ہوگیا۔ وہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس دفن کی گئیں۔ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طوفان سے پہلے دونوں کو قبر سے باہر نکالا۔ ایک تابوت میں انہیں رکھا اور تابوت کو کشتی میں رکھا۔ طوفان کے بعد انہیں اُسی جگہ دفن کر دیا (طبری ۱۰۹/۱۔ یہ روایت موقوف ہے۔ اس کی سند میں ہشام کلبی کذّاب ہے)

جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انتقال ہوا تو ان کے بیٹے، پوتوں وغیرہ کی تعداد چالیس ہزار ہوگئی۔ ان کی اولاد میں زنا، شراب اور فساد کی کثرت ہوگئی۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وصیّت کی کہ شیث کی اولاد ان لوگوں سے نکاح نہ کریں۔ کچھ عرصہ ایسا ہی رہا، پھر سب ایک دوسرے سے ملنے لگے۔ زنا کی کثرت ہوگئی۔ قابیل کی اولاد اکثریت میں ہوگئی اور وہ حکمران ہوگئے۔ یہی وہ لوگ تھے جو نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ڈبو دیئے گئے (طبری ۱۱۴/۱۔ یہ روایت موقوف ہے۔ ہشام کلبی بہت ضعیف بلکہ کذّاب ہے۔ میزان الاعتدال)

[2] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب خلق آدم صلوات اللہ علیہ ۱۹۰/۴ و صحیح مسلم کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا باب یدخل اقوام افئدتہم مثل افئدۃ الطیر ۵۳۵/۲۔

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بال بہت گھنے تھے (طبری ۱۰۹/۱۔ سند میں ایک راوی سلمہ متکلم فیہ ہے)۔

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سریانی زبان بولتے تھے (طبری ۱۱۶/۱۔ اس حدیث کی سند میں "الماضی" منکر الحدیث ہے)۔

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سر میں بہت بال تھے۔ وہ بہت طویل القامت تھے گویا کہ وہ لمبے کھجور کے مانند تھے (حاکم ۲۶۴/۲۔ یہ روایت موقوف ہے)

[3] آل عمران ۳۳۔ [4] صحیح بخاری کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ البقرۃ ۶/۲۱۔ حدیث میں ہے کہ "سب نبیوں سے افضل آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں" (البدایہ ۹۷/۱۔ یہ حدیث موضوع ہے۔ بنانے والا نافع بن ہرمز ہے)۔

ادریس علیہ الصلوٰۃ والسّلام

ادریس علیہ الصلوٰۃ والسّلام صدیق تھے، نبی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت بلند مرتبہ دیا تھا [1]

معراج میں چوتھے آسمان پر جب جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر ادریس علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے پاس سے گذرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا پھر کہا نیک بھائی اور نیک نبی کو مرحبا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جبریل نے کہا: یہ ادریس ہیں [2]

---

[1] مریم - ۵۷

حضرت ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک فرشتہ دوست تھا۔ اس نے ان کو اپنے پروں پر رکھا اور ان کو چوتھے آسمان پر لے گیا۔ وہاں اس کی ملاقات ملک الموت سے ہوئی۔ اس نے ملک الموت سے پوچھا ادریس کی کتنی عمر باقی ہے۔ اس نے پوچھا! ادریس کہاں ہے؟ اس فرشتہ نے کہا وہ میرے ساتھ ہیں۔ ملک الموت نے کہا یہ عجیب چیز ہے، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ان کی روح چوتھے آسمان میں قبض کروں۔ میں نے کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے وہ تو زمین میں ہیں۔ الغرض ملک الموت نے اسی وقت ان کی روح قبض کر لی (جامع البیان المعروف بہ تفسیر الطبری جزء ۱۶ صفحہ ۹۶ - البدایہ ۱/۱۰۰، تفسیر ابن کثیر ۳/۱۲۶ - یہ کعب کا قول ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں یہ روایت مرفوعاً ثابت نہیں - فتح الباری - ۶/۱۸۵)

ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام اٹھا لئے گئے۔ ان کو موت نہیں آئی (تفسیر الطبری - ۱۶/۹۶ - یہ مجاہد کا قول ہے)۔

ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام چھٹے آسمان پر اٹھا لئے گئے اور وہاں ان کو موت آئی (تفسیر الطبری ۱۶/۹۶ - یہ روایت موقوف ہے)۔

[2] صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ کیف فرضت الصلوٰۃ ۱/۹۱ وکتاب بدء الخلق باب ذکر الملٰئکۃ ۴/۱۳۴ وکتاب بدء الخلق باب حدیث الاسراء ۵/۶۷

(۱) ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام جنّت میں زندہ ہیں (۲) بنی آدم میں سب سے پہلے ان کو نبوت دی گئی (حاکم کتاب التواریخ جزء ۲ صفحہ ۵۴۹ - جزء اوّل۔ یہ نہ حدیث ہے اور نہ کسی صحابی کا اثر۔ اس کا بنانے والا عبدالمنعم کذّاب ہے۔ جزء ۲ - نہ حدیث ہے اور نہ قول صحابی)۔

ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام گورے رنگ کے طویل القامت انسان تھے۔ سر کے بال بہت بڑے تھے۔ ایک آنکھ دوسری آنکھ سے بڑی تھی۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے چھٹے آسمان پر اٹھا لیا (حاکم ۲/۵۴۹ - یہ حدیث موقوف ہے۔ سند تاریک ہے۔ مدرک بن عبدالرحمٰن الغنزی اور حمید بن معاذ الیشکری کا حال نہیں ملتا۔ لہٰذا یہ روایت محض جھوٹ ہے)

ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام درزی تھے (حاکم ۲/۵۹۶ - یہ روایت موقوف ہے مزید برآں جھوٹی ہے۔ ایک راوی عبدالمنعم کذاب اور وضاع ہے)۔

نوح علیہ الصَّلوٰۃ والسَّلام

نوح علیہ الصلوٰۃ والسَّلام اللہ تعالیٰ کے پہلے رسول ہیں جو لوگوں کی ہدایت کے لئے دنیا میں بھیجے گئے [1]

نوح علیہ الصلوٰۃ والسَّلام آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دس قرن بعد مبعوث کئے گئے [2]

جب نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام مقام رسالت پر فائز ہوئے تو اپنی قوم کو تبلیغ کرنے لگے۔ انہوں نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو تم قیامت کے بڑے دن کے عذاب میں مبتلا کئے جاؤ گے۔ قوم کے سرداروں نے کہا: اے نوح ہم سمجھتے ہیں کہ تم صریح گمراہی میں مبتلا ہو۔ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میں گمراہ نہیں ہوں بلکہ میں رب العالمین کی طرف سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، میں اپنے رب کا پیغام تمہیں پہنچا رہا ہوں، میں تمہاری خیر خواہی کر رہا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ تمہارے رب کے پاس سے پیغامِ نصیحت تمہارے جیسے ہی ایک آدمی کے پاس کیسے آگیا کہ وہ تمہیں ڈرائے۔ تمہیں چاہیئے کہ ڈر جاؤ تاکہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، قوم نے یہ سب باتیں سنیں لیکن انہیں تسلیم نہیں کیا بلکہ نوح علیہ الصَّلوٰۃ والسَّلام کی تکذیب کی [3]

نوح علیہ الصلوٰۃ والسَّلام نے تبلیغ جاری رکھی۔ قوم کے لوگوں نے کہا: نوح مجنون ہیں۔ ان کو ہمارے کسی بزرگ نے جھڑک دیا ہے (ان پر کسی بزرگ کی پھٹکار ہے) [4]

---

[1] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب قول اللہ تعالیٰ دانا ارسلنا نوحا الی قومہ ۴/۱۶۴
نوٹ: آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلے نبی تھے۔ رسول نہیں تھے۔

[2] صحیح ابن حبان کتاب التاریخ باب بدء الخلق حدیث ۶۱۵۷ ۹/۲۴، البدایۃ والنہایۃ ۱/۱۰۱۔ اس کی سند صحیح ہے۔
نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے ۱۲۶ سال بعد پیدا ہوئے (کامل ابن کثیر ۱/۹۶۔ نہ قائل کا پتہ ہے نہ سند کا)
نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد کا نام لمک تھا۔ لمک کے زمانہ میں کوئی نہیں تھا جو برائیوں سے روکے۔ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا (طبری ۱/۱۱۹)۔ یہ روایت موقوف ہے ایک راوی الحارث مجہول ہے (میزان الاعتدال)

[3] الاعراف - ۵۹ تا ۶۴
نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام ۴۰ سال کی عمر میں نبی بنائے گئے۔ طوفان کے بعد ۶۰ سال زندہ رہے (حاکم کتاب التاریخ ۲/۵۴۶۔ یہ حدیث اگرچہ مرفوع ہے لیکن صحیح نہیں۔ اس کی سند کا ایک راوی علی بن زید ضعیف ہے۔
نوح علیہ الصلوٰۃ والسَّلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا گیا۔ اس وقت ان کی عمر ۲۵۰ سال تھی۔ طوفان کے بعد وہ ۲۵۰ سال زندہ رہے (طبری ۱/۱۲۳۔ یہ عون بن ابی شداد کا قول ہے)

[4] اقتربت الساعۃ - ۹

ان کی قوم میں جو بُت پوجے جا رہے تھے وہ ان کے بزرگ وَدّ، سُواع، یَغُوث، یَعُوق اور نَسر کے بُت تھے۔ قوم کے لوگ آپس میں کہا کرتے تھے ان بتوں کو ہرگز نہ چھوڑنا [1]

نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے گستاخانہ کلمات کی کوئی پرواہ نہیں کی اور انہیں برابر سمجھاتے رہے۔ انہوں نے کہا: اے میری قوم، اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی الٰہ نہیں۔ تم آخر ڈرتے کیوں نہیں؟ قوم کے سرداروں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا: یہ تو تمہارے ہی مثل ایک آدمی ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ ان کو تم پر کسی قسم کی فضیلت حاصل ہو جائے۔ اگر اللہ کو ہماری ہدایت ہی منظور تھی تو وہ ضرور ہم پر فرشتے نازل کرتا (انسان کو رسول نہ بناتا۔ یہ تو ایسی بات کہتے ہیں جو) ہم نے اپنے آباء و اجداد کے حالات میں کبھی نہیں سنی۔ ان کو واقعی جنون ہے کچھ دن انتظار کرو (نتیجہ سامنے آجائے گا) [2]

نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مسلسل تبلیغ سے کچھ غریب لوگ ایمان لے آئے لیکن اکثر لوگ ان کی رسالت کا انکار کرتے رہے۔ ایک دن نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم سے فرمایا: (اے میری قوم) تم آخر (اللہ سے) ڈرتے کیوں نہیں؟ میں تمہارے لئے ایک امانت دار رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ دیکھو اللہ سے ڈر جاؤ اور میری اطاعت کرو۔ میں تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا۔ میں تمہاری بے لوث خیر خواہی کر رہا ہوں۔ میری اجرت تو اللہ رب العالمین کے ذمہ ہے۔ (میں پھر کہتا ہوں) اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ قوم کے لوگوں نے کہا: کیا ہم ایسی حالت میں آپ پر ایمان لائیں کہ آپ کی پیروی کرنے والے سب حقیر لوگ ہیں (کوئی عزّت دار آدمی آپ پر ایمان نہیں لایا، ایسی صورت میں ہمارا آپ پر ایمان لانا ہماری شان کے خلاف ہے۔ آپ ان کو اپنی مجلس سے نکال دیں تو پھر ہم آپ کی مجلس میں بیٹھنے کے متعلق غور کریں گے) [3]

نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مجھے ان کے پیشوں سے کیا مطلب؟ (مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں کہ وہ کس طرح روزی کماتے ہیں، میں تو ان کے ایمان کی قدر کرتا ہوں) لہٰذا میں ان کو اپنی مجلس سے نہیں نکال سکتا (رہی یہ بات کہ وہ کسی خاص وجہ سے ایمان لائے ہیں، انکے ایمان میں خلوص

---

[1] نوح ۔ ۲۳

ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کے نیک لوگ تھے۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو شیطان نے لوگوں کے دلوں میں القاء کیا کہ ان کے بت بنالیں اور ان کے وہی نام رکھیں جو نام زندگی میں تھے اور ان کو اپنی مجلسوں میں نصب کر لیا کریں۔ قوم نے ایسا ہی کیا۔ ان لوگوں نے ان بتوں کی پوجا نہیں کی لیکن جب وہ مر گئے اور علم مٹ گیا تو آئندہ نسلوں نے ان بتوں کی پوجا شروع کر دی (صحیح بخاری کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ انا ارسلنا ۶/۱۹۹ ۔ یہ روایت موقوف ہے)۔ محمد بن قیس کا بھی یہی قول ہے (البدایۃ ۱/۱۰۵)۔

[2] المؤمنون ۔ ۲۳ تا ۲۵

[3] الشعراء ۔ ۱۰۵ تا ۱۱۱

نہیں تو) ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے (دلوں کا حال تو وہی جانتا ہے، میں عالم الغیب نہیں ہوں) میں تو بس صاف صاف ڈرانے والا ہوں (اور لوگوں کے ظاہری عمل کو دیکھنے والا ہوں)۔ قوم کے لوگوں نے کہا: اے نوح، اگر تم ان باتوں سے باز نہیں آئے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے۔ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی: اے میرے رب میری قوم مجھے جھٹلا رہی ہے، مجھ میں اور ان میں فیصلہ فرما دے اور ہم (ایمان والوں) کو ان سے نجات دے [1]

ایک دن نوح علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم (یہ تو حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسالت کے منصب پر فائز کیا ہے) اگر تم کو میرا اس منصب پر فائز ہونا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے ذریعہ نصیحت کرنا گراں گذرتا ہے تو میں تو اللہ پر توکّل کرتا ہوں (تمہاری شرارتوں کی ذرّہ برابر پرواہ نہیں کرتا) تم اپنی سب تدبیریں بروئے کار لاؤ، اپنے تمام شرکاء کو بھی (اپنی مدد کے لئے) جمع کر لو، تدبیر و سازش کا کوئی گوشہ تم سے مخفی نہ رہ جائے، پھر جو کچھ تم میرے خلاف کرنا چاہتے ہو کر گذرو اور مجھے (ذراسی بھی مہلت نہ دو، اگر اس چیلنج کے بعد بھی) تم (میری نصیحت سے) منہ موڑو تو میں تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا، میری اجرت تو اللہ کے ذمّہ ہے (میں تو تمہاری خیر خواہی بغیر کسی لالچ کے کرتا ہوں) اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں مسلمین میں سے ہوں (اور تم سے بھی کہتا ہوں کہ مسلم بن جاؤ) قوم نے نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصیحت ماننے سے انکار کر دیا اور برابر ان کی تکذیب کرتے رہے [2]

نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قوم کو ہر طرح سمجھایا۔ بار بار کہا میں تم کو عذاب الیم سے ڈراتا ہوں، میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور میری اطاعت کرو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ [3]

نوح علیہ الصلوٰۃ والسّلام دن و رات تبلیغ کرتے تھے لیکن وہ جتنا سمجھاتے قوم کے لوگ اتنا

---

[1] (الشعراء - ۱۱۲ تا ۱۱۸)

نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گلا گھونٹتی تھی یہاں تک کہ وہ بے ہوش ہو جاتے تھے۔ جب ہوش میں آتے تو کہتے: اے اللہ، میری قوم کو بخش دے اس لئے کہ انہیں علم نہیں۔ قوم کے لوگ انہیں مارتے تھے اور اتنا مارتے تھے کہ انہیں یقین ہو جاتا تھا کہ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام وفات پا گئے۔ جب نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو افاقہ ہوتا تو غسل فرماتے اور پھر انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے لگتے (المختصر فی اخبار البشر تاریخ ابی الفداء ۱/۱۰، تاریخ کامل ۱/۶۹، نہ قائل کا پتہ ہے اور نہ سند کا۔ خط کشیدہ عبارت طبری میں بھی ہے۔ عبید بن عمر سے آگے سند غائب ہے معلوم نہیں قائل کون ہے۔ طبری ۱/۱۲۵)

نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۵۰۰ سال کی عمر تک نکاح نہیں کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ہیکل بنت ناموسا بن اخنوخ بن برد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نکاح کا حکم دیا (یعقوبی ۱/۱۲۔ یہ روایت بے سند ہے۔ قائل کا پتہ نہیں کہ کون ہے)

[2] یونس - ۷۱ تا ۷۳

[3] نوح - ۱ تا ۴

ہی ان کی نصیحت سے بھاگتے۔ جب کبھی وہ ان سے کہتے : اے لوگو، آؤ (معافی مانگو) تاکہ اللہ تعالےٰ تمہارے گناہ معاف فرمادے تو یہ سُن کر وہ اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیتے، اپنے اوپر کپڑے ڈال لیتے اور انتہائی تکبّر سے پیش آتے [1]

نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کو علی الاعلان بھی اسلام کی دعوت دی ؛ تنہائی میں بھی ہرایک کو سمجھایا۔ بار باران سے کہا اپنے رب سے معافی مانگو، وہ بڑا بخشنے والا ہے (وہ تمہیں معاف کردیگا) [2]

نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا : (اگر تم توبہ کرلو تو) اللہ تعالیٰ تم پر موسلادھار بارش برسائے گا، تمہیں مال و دولت دے گا، تمہیں اولاد دیگا، تمہارے لئے باغ اگائے گا، تمہارے لئے دریا جاری کردے گا (سب کچھ وہی کرتا ہے اور وہی کریگا تو) پھر تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے وقار کا لحاظ نہیں کرتے (اس کے مقابلہ میں دوسروں کو لے آتے ہو جو کچھ بھی پیدا نہیں کرسکتے۔ اللہ تو وہ ہے کہ) اس نے تم کو پیدا کیا، تمہاری مختلف صورتیں بنائیں۔ ذرا کائنات کو دیکھو : اس نے اوپر تلے سات آسمان بنائے، ان میں چاند کو چمکایا اور سورج کو چراغ بنایا، اسی نے تم کو زمین (جیسی چیز) سے پیدا کیا، پھر وہی تم کو زمین میں لوٹائے گا اور (اسی سے) تم کو (قیامت کے دن) نکالے گا [3]

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کے احسانات کو یاد کرو۔ اس نے تمہارے لئے زمین کو بچھایا پھر اس میں تمہارے چلنے پھرنے کے لئے راستے بنائے [4]

ایک دن نوح علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اپنی قوم سے کہا : اے میری قوم، میں تمہیں صاف صاف (عذابِ الٰہی سے) ڈرانے والا ہوں میں کہتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو، مجھے ڈر ہے کہ (قیامت کے) دردناک دن تم عذاب میں گرفتار نہ ہو جاؤ۔ قوم کے سرداروں نے کہا : اے نوح، ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ تم ہمارے ہی جیسے انسان ہو، ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارے متبعین سب کے سب رذیل اور سادہ لوح ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہم پر تم کو کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے (ایمان لانے کے باوجود تم سب غربت کا شکار ہو) ہم تو سمجھتے ہیں کہ تم سب جھوٹے ہو۔ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب دیا، کہ اے میری قوم، بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل و برہان پر قائم ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمتِ (خاص) سے نوازا ہے جس کی تمہیں کوئی بصیرت نہیں (اور بصیرت کا نہ ہونا ہی تمہارے بخوشی ایمان نہ لانے کی اصل وجہ ہے) تو کیا ہم زبردستی یہ نصیحت جس سے تم نفرت کررہے ہو تمہارے اوپر تھوپ دیں [5]

---

[1] نوح۔ ۵ تا ۷
[2] نوح ۔ ۸ تا ۱۰
[3] نوح ۔ ۱۱ تا ۱۸
[4] نوح ۔ ۱۹ و ۲۰
[5] ہود۔ ۲۵ تا ۲۸

(قوم نے کہا : ان رذیل لوگوں کو آپ اپنے پاس سے ہٹا دیجئے۔ نوح علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا: اے میری قوم، میں تم سے اس کام کی اجرت طلب نہیں کرتا (کہ تمہاری مرضی کے مطابق چلوں) اور نہ میں ایمان والوں کو جو اپنے رب کی ملاقات پر یقین رکھتے ہیں اپنی مجلس سے نکال سکتا ہوں، میں دیکھتا ہوں کہ تم بڑی جہالت کی باتیں کرتے ہو۔ اے میری قوم، اگر میں ان کو اپنی مجلس سے نکال دوں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب عذاب آئے گا تو اس وقت کون میری مدد کر سکے گا۔ میں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں، نہ میں غیب جانتا ہوں، نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں (میں یقیناً انسان ہوں) اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ جن لوگوں کو تم حقیر سمجھتے ہو اللہ انہیں بھلائی سے بہرہ ور نہیں فرمائے گا۔ ان کے دلوں میں کیا ہے، اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ اللہ ان کے ساتھ خیر کا ارادہ نہیں رکھتا تو میں ظالموں میں سے ہو جاؤں گا [1]

قوم کے لوگوں نے کہا : اے نوح، آپ ہم سے خوب جھگڑ چکے، جس عذاب کا آپ وعدہ کرتے ہیں اگر آپ سچے ہیں تو وہ عذاب لے آیئے۔ نوح علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے، وہ جب چاہے گا عذاب لے آئے گا۔ تم اسے عاجز نہیں کر سکو گے اگر اللہ تعالیٰ کی مشیّت میں تمہارا گمراہ ہی رہنا ہے تو میری نصیحت تمہیں نفع نہیں دے سکتی۔ اللہ ہی تمہارا رب ہے اور تمہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے [2]

الغرض نوح علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اپنی قوم کو ۹۵۰ سال تک سمجھاتے رہے لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوئے [3]

آخر نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی : اے میرے رب، میری قوم نے میری نافرمانی کی (میری کوئی بات نہیں مانی بلکہ) گمراہ کرنے والوں کی بات مانتے رہے اور میرے خلاف طرح طرح کی سازشیں کرتے رہے [4]۔ اے میرے رب میں مغلوب ہوں (میری مدد فرما) ان کافروں سے بدلہ لے [5]۔

اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی طرف وحی بھیجی کہ تمہاری قوم میں سے جو قلیل لوگ ایمان لے آئے وہ لے آئے، اب مزید کوئی ایمان نہیں لائے گا لہٰذا ان کے افعال پر کسی قسم کا افسوس نہ کرو۔ اب تم یہ کرو کہ ہمارے حکم سے ہماری نگرانی میں ایک کشتی بناؤ۔ اب میں ان سب کو غرق کرنے والا ہوں، تم ان ظالموں کے حق میں کسی قسم کی سفارش نہ کرنا [6]

الغرض نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں تختوں اور کیلوں سے کشتی بنانے لگے [7]

---

[1] ہود - ۲۹ تا ۳۱
[2] ہود - ۳۲ تا ۳۴
[3] العنکبوت - ۱۴
[4] نوح - ۲۱ و ۲۲
[5] اقتربت الساعۃ - ۱۰
[6] ہود - ۳٦، ۳۷ و ۴۰
[7] ہود - ۳۸، اقتربت الساعۃ - ۱۳

جب قوم کے سردار اُن کے پاس سے گذرتے تو ان کا مذاق اڑاتے (کہ نہ سمندر نہ سیلاب، کشتی کا کیا ہوگا) نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام جواب دیتے کہ اگر (آج) تم ہمارا مذاق اڑا رہے ہو تو (کل وہ وقت آنے والا ہے کہ) ہم تمہارا مذاق اڑائیں گے۔ تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ (میری تکذیب کی) تمہیں کیسی عبرتناک سزا ملتی ہے۔ [1]

الغرض جب اللہ تعالیٰ کے عذاب کا حکم آ پہنچا تو تندور سے پانی نے جوش مارنا شروع کیا [2]
اللہ تعالیٰ نے آسمان کے دروازے کھول دئے اور موسلا دھار بارش شروع ہو گئی [3]
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اے نوح) اس کشتی میں تمام جانوروں کا ایک ایک جوڑا اور اپنے اہل وعیال کو سوار کر لو لیکن اس شخص کو نہیں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فیصلہ پہلے ہی ہو چکا ہے کہ وہ غرق ہوگا اور (اے نوح) جو لوگ ایمان لے آئے ہیں انہیں بھی سوار کر لو۔ سوار ہوتے وقت یہ پڑھنا۔

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰهَا

(ترجمہ) اللہ کے نام کے ساتھ (جس کے ہاتھ میں ہے) چلنا اس کا اور ٹھہرنا اس کا [4]
اور جب تم سب پوری طرح کشتی میں سوار ہو جاؤ تو کہنا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ

(ترجمہ) ہر قسم کی تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ظالم قوم سے ہمیں نجات دی۔ [5]

---

[1] ہود - ۳۸ و ۳۹
کشتی کی لمبائی و چوڑائی کے متعلق بہت سے اقوال مروی ہیں (طبری ۱۲۴ و ۱۲۵/۱ - یہ روایتیں بے سند ہیں یا ضعیف ہیں۔ کوئی روایت مرفوع نہیں ہے)۔
نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک درخت اگایا۔ وہ چالیس سال میں پورا درخت بن گیا۔ انہوں نے اس درخت کو کاٹا اور اس سے کشتی بنائی (طبری ۱۲۴/۱۔ ایک سند میں موسیٰ بن یعقوب سخت ضعیف ہے۔ دوسری سند میں المسیب بن شریک بے حد ضعیف ہے)

[2] ہود - ۴۰
پانی نے ہندوستان میں ایک تندور سے جوش مارنا شروع کیا (حاکم ۳۴۷/۲۔ طبری ۱۲۹/۱ - یہ روایت موقوف ہے۔ اس کا راوی النضر ابو عمر الخزاز سخت ضعیف بلکہ متروک ہے تندور جس سے پانی نکلنا شروع ہوا پتھر کا بنا ہوا تھا۔ یہ حضرت حوا، کا تندور تھا (طبری ۱۲۸/۱ - یہ ایک تابعی کا قول ہے)۔
تندور کوفے کی طرف تھا (طبری ۱۲۹/۱۔ یہ ایک تابعی کا قول ہے۔ الحارث راوی مجہول ہے)۔
تندور کوفے کی طرف تھا (طبری ۱۲۹/۱ - یہ بھی ایک تابعی کا قول ہے۔ سند میں السری بن اسمٰعیل متروک ہے)۔

[3] اقتربت الساعۃ - ۱۱

[4] ہود - ۴۰ و ۴۱

[5] المؤمنون - ۲۸ و ۲۹
عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ٹیلے کے پاس گئے اور فرمایا یہ حام بن نوح کی قبر ہے۔ انہوں نے قم باذن اللہ کہا۔ حام زندہ ہو گئے۔ انہوں نے کشتی کی لمبائی ۱۲۰۰ ہاتھ بتائی اور چوڑائی چھ سو ہاتھ بتائی۔ اس میں تین طبقے تھے وغیرہ وغیرہ (طبری ۱۲۴/۱۔ تفسیر ابن جریر ۳۶/۷ (تفسیر سورۃ ہود)۔ یہ روایت موقوف ہے۔ سند میں علی بن زید ضعیف ہے۔ کشتی میں آدمیوں کی تعداد مختلف لوگوں نے مختلف بتائی ہے (طبری =

اور پھر یہ دعاء پڑھنا :

رَبِّ اَنۡزِلۡنِیۡ مُنۡزَلًا مُّبٰرَكًا وَّ اَنۡتَ خَيۡرُ الۡمُنۡزِلِيۡنَ

(ترجمہ) اے میرے رب، مجھے برکتوں کے ساتھ (اس کشتی سے) اتارنا بے شک
تو بہترین اتارنے والا ہے [1]

الغرض نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حسب ہدایت سب کو سوار کرلیا اور خود بھی سوار ہوگئے۔ زمین سے چشمے جاری ہوگئے، آسمان سے موسلا دھار بارش ہوتی رہی، اوپر اور نیچے دونوں طرف سے پانی کی آمد نے طوفانی صورت اختیار کرلی [2]

نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعاء کی کہ اے میرے رب زمین میں اب کسی کافر کو نہ چھوڑنا ورنہ یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے۔ ان کی اولاد بھی انہی کے نقش قدم پر چل کر انہی جیسی ہوگی۔ اے میرے رب مجھے بخش دے، میرے ماں باپ کو بخش دے، جو شخص میرے گھر میں اس حالت میں داخل ہو کہ وہ مومن ہو اُسے بھی بخش دے اور اے میرے رب تمام مومن مردوں اور عورتوں کو بخش دے اور ظالموں پر عذاب کو بڑھا تا رہ [3]

= $\frac{1}{129 \text{ و } 130}$ - کوئی روایت مرفوع نہیں ہے۔

[1] المؤمنون - ۲۸ و ۲۹

[2] اقتربت الساعۃ - ۱۱ و ۱۲ و العنکبوت - ۱۴

[3] نوح - ۲۶ تا ۲۸ -

طوفان کے زمانہ میں کعبہ کو چوتھے آسمان پر اٹھالیا اور حجر اسود کو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ تک جبل ابی قبیس میں چھپا دیا گیا (کامل ابن اثیر $\frac{1}{27}$ - یہ مجاہد اور شعبی کا بیان ہے۔ سند کوئی نہیں ہے)

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جبل ابو قبیس کے ایک غار میں دفن تھے۔ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی لاش نکالی اور اُسے کشتی میں رکھ لیا۔ طوفان کے بعد پھر اسی جگہ دفن کردیا (المعارف لابن قتیبہ ص ۱۰۔ یہ وہب کا بے سند قول ہے)

کشتی میں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش بھی رکھی گئی تھی۔ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وصیت کے مطابق سام کو حکم دیا کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش کو زمین کے وسط میں دفن کردیں۔ سام نے ایک فرشتہ کی رہنمائی میں زمین کا وسط معلوم کیا اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش کو منیٰ میں دفن کردیا (یعقوبی $\frac{1}{12}$ - قائل کا پتہ نہیں۔ روایت بے سند ہے)۔

پانی میں پوری زمین ڈوب گئی اور تمام پہاڑ ڈوب گئے۔ سورج اور چاند میں روشنی نہیں رہی۔ ساری دنیا تاریکی میں ڈوب گئی۔ دن اور رات یکساں ہوگئے۔ کشتی نے کعبہ کے سات چکر لگائے (یعقوبی $\frac{1}{14}$ - یہ روایت بے سند ہے۔ قائل نامعلوم ہے)

جب گدھا کشتی میں داخل ہوا تو ابلیس اس کی دم میں لٹک گیا۔ گدھا اسکے بوجھ سے اپنے کو سنبھال نہ سکا۔ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گدھے سے کہا داخل ہو جا وہ داخل نہیں ہوسکا۔ انہوں نے پھر کہا داخل ہو جا۔ وہ داخل ہوگیا۔ ابلیس بھی گدھے کے ساتھ داخل ہوگیا۔ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابلیس سے کہا: اے اللہ کے دشمن، تجھے کس نے داخل کیا۔ ابلیس نے کہا آپ ہی نے تو گدھے سے کہا تھا داخل ہو جا اگرچہ تیرے ساتھ شیطان ہو۔ عوج بن عنق بھی کشتی میں تھا جیسا کہ اہل توریت کہتے ہیں (طبری $\frac{1}{126}$ - یہ روایت موقوف ہے۔ سند میں ایک راوی سلمہ ہے جو متکلم فیہ ہے اور ایک راوی ابن زید ضعیف ہے)۔

کشتی نے حرم کے سات چکر لگائے۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تعمیر کردہ بیت اللہ اٹھا لیا گیا اور اُسے اور حجر اسود کو ابو قبیس پہاڑ پر رکھا گیا (طبری $\frac{1}{128}$ - یہ روایت موقوف ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی حارث مجہول ہے۔ میزان)

جب نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کشتی میں تمام جانوروں کو چڑھا لیا تو ان کے مالکوں نے کہا ہمیں کیسے اطمینان ہو، مویشی ہمارے ساتھ ہیں، =

کشتی پہاڑ جیسی لہروں میں نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے ساتھیوں کو لے کر چلی جا رہی تھی (کافر ڈوبتے چلے جا رہے تھے) نوح علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا ایک لڑکا جو ایمان نہیں لایا تھا کشتی میں سوار نہیں ہوا اور ایمان والوں سے علیٰحدہ رہا۔ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخری مرتبہ پھر اُسے سمجھایا۔ اُنہوں نے کہا اے میرے بیٹے (ایمان لے آ اور) ہمارے ساتھ سوار ہو جا کافروں کا ساتھ چھوڑ دے (ورنہ تو غرق ہو جائے گا)۔ لڑکے نے جواب دیا میں پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا، وہ مجھے طوفان سے (اور غرق ہونے سے) بچالے گا۔ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا آج اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں آج تو وہی بچے گا جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ یہ گفتگو جاری ہی تھی کہ ایک موج آئی اور وہ لڑکا غرق ہو گیا۔ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کا وعدہ یاد آیا۔ وہ کہنے لگے اے میرے رب، میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے (اور تو نے وعدہ کیا تھا کہ میرے اہل کو بچائے گا) اور تیرا وعدہ سچّا ہونا ہے (تو پھر تو نے اُسے کیوں ڈبو دیا۔ بہر حال جو فیصلہ تو نے کیا وہ ٹھیک ہے اس لئے کہ) تو بہتر فیصلہ کرنے والا ہے [۱]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نوح وہ تمہارے اہل میں سے نہیں ہے اس لئے کہ اس کے عمل اچھے نہیں ہیں لہٰذا تم ایسی بات کا سوال نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں ہے۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم نادانوں میں سے نہ ہو جانا (کہ پھر اس کے متعلق مجھ سے کسی قسم کی سفارش کر بیٹھو) نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: اے میرے رب میں اس بات سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں کہ میں ایسی بات کا سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں

= شیر بھی ہمارے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شیر کو بخار میں مبتلا کر دیا۔ مالکوں نے چوہے کی شکایت کی۔ شیر کو ایک چھینک آئی تو اس کے جسم میں سے ایک بلی برآمد ہوئی (البدایہ ۱/۱۱۱ وتفسیر ابن کثیرہ ۲/۴۴۴۔ یہ روایت مرسل ہے)۔ دوسری سند میں ہے کہ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہاتھی کی سونڈ دبائی تو ایک سور اور ایک سورنی اس میں سے گری، انہوں نے گوبر کھانا شروع کر دیا۔ اس روایت میں شیر کی چھینک سے ایک بلی اور ایک بلّا نکلنے کا ذکر ہے (البدایہ ۱/۱۱۶۔ یہ روایت موقوف ہے۔ سند میں علی بن زید ضعیف ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں یہ اثر بہت غریب ہے)۔

کشتی میں عوج بن عنق بھی تھا۔ وہ سرکش اور دشمن تھا۔ اس کا قد بہت لمبا تھا۔ وہ سمندر سے مچھلی کو پکڑ لیتا تھا اور اس کو سورج سے بھون لیا کرتا تھا۔ (امام ابن کثیر کہتے ہیں یہ قصہ محض بکواس ہے جو بعض تفاسیر اور تواریخ میں لکھا ہے۔ (البدایہ ۱/۱۱۴)

[۱] ہود۔ ۴۲ تا ۴۵

حدیث میں ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم میں سے کسی پر رحم کرتا تو اس عورت پر کرتا جس کا ایک بچہ تھا۔ وہ عورت اس بچے سے بے حد محبت کرتی تھی۔ جب پانی آیا تو وہ پہاڑ کی طرف چلی گئی۔ جب پانی اس تک پہنچا تو وہ پہاڑ پر چڑھ گئی۔ جب پانی اس کی گردن تک پہنچا تو اس نے بچے کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا لیا۔ بالآخر پانی نے ان دونوں کو ڈبو دیا (حاکم کتاب التفسیر تفسیر سورۂ ہود ۲/۳۴۲ و کتاب التاریخ ۲/۵۴۷۔ یہ روایت بے حد ضعیف ہے۔ موسیٰ بن یعقوب الزمعی سخت ضعیف ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے۔ (البدایہ والنہایہ ۱/۱۱۳)

لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ وہ ڈوبنے والا لڑکا ان کے فرش پر پیدا ہوا تھا۔ وہ ان کی بیوی کا بیٹا تھا (تفسیر ابن جریر جزء ۱۲ صفحہ ۵۰۔ یہ قول بعض لوگوں کی طرف منسوب ہے۔ مرفوع حدیث کوئی نہیں ہے۔ اکثر علماء کہتے ہیں کہ وہ انہی کا بیٹا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بیٹا ہی کہا ہے اور اللہ تعالیٰ غلط بات نہیں کہتا۔ الغرض جن لوگوں نے اُسے ان کی بیوی کا بیٹا کہا ہے انہوں نے بڑی فاحش غلطی کی ہے۔ ان کی بات سرتاپا جھوٹ ہے۔

کشتی نے کعبہ کے سات چکر لگائے (حاکم کتاب التفسیر ۲/۳۴۳۔ یہ روایت موقوف ہے۔ النضر متروک ہے)۔

(مجھے معاف فرما اور مجھ پر رحم فرما) اگر تو معاف نہیں کرے گا اور رحم نہیں کرے گا تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا [1]

الغرض کافروں کی مکمل تباہی کے سلسلہ میں نوح علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی دعا قبول ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی۔ تمام کافر ڈبو دیے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور ان کے اہل و عیال کو سخت تکلیف سے نجات دی [2]

جب تمام کافر ڈوب گئے تو اللہ تعالیٰ نے زمین سے فرمایا: اے زمین اپنے پانی کو جذب کر لے اور آسمان سے کہا: اے آسمان رُک جا۔ الغرض پانی اتر گیا اور کشتی جودی (پہاڑ) پر جا کر کھڑی ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نوح ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ اترو۔ ہماری برکتیں تمہارے اور جو لوگ تمہارے ساتھ سوار ہیں ان کے شامل حال ہیں [3]

نوح علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی اولاد

نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تین لڑکے تھے جو طوفان کے بعد زندہ رہے، سام، یافث اور حام۔ اہل عرب سام کی اولاد ہیں، رومی یافث کی اولاد ہیں اور حبشی حام کی اولاد ہیں [4]

---

[1] ہود۔ ۴۶ و ۴۷

[2] الانبیاء۔ ۷۶ و ۷۷

[3] ہود۔ ۴۴ و ۴۸

جب پانی اتر گیا تو نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوّے کو بھیجا پھر کبوتری کو بھیجا کہ وہ دیکھ کر بتائے کہ زمین پر پانی ہے یا نہیں (البدایہ ۱۱۱/۱۔ اس قول کی کوئی سند نہیں)۔

حدیث میں ہے کہ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام یکم رجب کو کشتی میں سوار ہوئے تو انہوں نے روزہ رکھا اور جو آدمی ان کے ساتھ تھے انہوں نے بھی روزہ رکھا۔ وہ چھ ماہ اس میں رہے۔ عاشورے کے دن کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی۔ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تمام جانوروں نے بھی روزہ رکھا (طبرانی کبیر ۶/۹۹ و طبری ۱۳۱/۱۔ یہ روایت جھوٹی ہے۔ عثمان بن مطر متروک ہے) کشتی عاشورے کے دن جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی۔ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روزہ رکھا (تفسیر ابن کثیر (سورۂ ہود) ۲/۴۴۷۔ عبدالصمد ضعیف اور حبیب مجہول ہے)۔

کشتی کی بالائی منزل میں پرندے تھے، درمیان میں آدمی اور نیچے کی منزل میں درندے۔ کشتی ۱۰ رجب کو چلی۔ عاشورے کے دن رکی۔ کعبہ کے پاس سے گذری تو اس کا طواف کیا (طبری ۱۳۱/۱۔ یہ ایک تابعی کا قول ہے)۔

نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کشتی سے عاشورہ کے روز نکلے (البدایہ - ۱۱۶/۱۔ یہ قتادہ وغیرہ کا قول ہے اور بے سند ہے)۔

حدیث میں ہے کہ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عاشورہ کا روزہ رکھا (البدایہ ۱۱۷/۱۔ اس حدیث میں نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر صحیح نہیں۔ صحیح بخاری میں عاشورہ کا روزہ رکھنے کا ذکر صرف موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے متعلق ہے)۔

نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قردی کے مقام پر ایک بستی بسائی (طبری ۱۳۰/۱۔ بے سند ہے)۔

۸۰ آدمی جو کشتی میں تھے انہوں نے اپنے اپنے گھر بنائے۔ اس بستی کو ثمانین کہنے لگے۔ بنو قابیل سب غرق ہو گئے (طبری ۱۳۰/۱۔ اول تو موقوف ہے۔ دوسرے ہشام بن محمد متروک ہے، جھوٹا ہے۔ جب ثمانین میں جنگ ہوئی تو وہ لوگ بابل چلے گئے اور اُسے تعمیر کیا (طبری ۱۴۰/۱۔ یہ موقوف ہے۔ جھوٹ ہے۔ ہشام بن محمد جھوٹا ہے)۔

[4] طبرانی کبیر ۱۴۶/۶، البدایہ ۱۱۵/۱، رواہ الحاکم مختصراً وصححہ ووافقہ الذہبی ۵۴۶/۲۔ طوفان کے بعد زندہ رہنے کا ذکر طبری میں ہے اور اس کی سند حسن ہے (طبری ۱۳۲/۱)

طوفان سے پہلے نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک لڑکا عابر فوت ہوا۔ دوسرا لڑکا کنعان غرق ہو گیا۔ باقی اولاد طوفان کے بعد پیدا =

نوح علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی وفات

جب نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا: میں تمہیں دو باتوں کا حکم دیتا ہوں اور دو باتوں سے منع کرتا ہوں: میں تمہیں شرک اور تکبر سے منع کرتا ہوں اور میں تمہیں لا الٰہ الا اللہ کا حکم دیتا ہوں اس لئے کہ اگر ایک پلڑے میں آسمان، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑے میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رکھ دیا جائے تو دوسرا پلڑا جھک جائے گا، اگر آسمانوں کا زمین کا حلقہ بنایا جائے اور لا الٰہ الا اللہ کو اس حلقہ پہ رکھ دیا تو لا الٰہ الا اللہ اُسے توڑ دے گا اور میں تمہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کا حکم دیتا ہوں اس لئے کہ وہ ہر چیز کی صلاح ہے اور اسی کے ذریعہ ہر چیز کو رزق مہیا کیا جاتا ہے۔ [1]

نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل

نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نوسو پچاس سال بڑی جانفشانی سے تبلیغ کی۔ بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں لیکن صبر و شکر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ اللہ تعالےٰ نے ان کی تعریف میں فرمایا: "وہ بڑے شکر گزار بندے تھے" [2]

= ہوئی (طبری ۱۳۲/۱۔ کسی مجہول آدمی کا بے سند قول ہے)

نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نہا رہے تھے۔ ان کا ایک لڑکا انہیں دیکھ رہا تھا۔ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میں نہا رہا ہوں اور تو مجھے دیکھ رہا ہے۔ اللہ تیرا رنگ خراب کرے۔ وہ کالا ہو گیا اور وہی حبشیوں کا باپ ہے (حاکم ۵۴۶/۲۔ یہ روایت موقوف بھی ہے اور ضعیف بھی ہے۔ ابن ابی لبیبہ ضعیف ہے)۔

سونے میں ان کا ستر کھل گیا۔ حام ان کا ستر دیکھتا رہا۔ انہوں نے حام کو بددعا نہیں دی۔ کنعان بن حام کو بددعا دی۔ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کشتی میں قفل لگا دیا اور کنجی سام کے حوالہ کر دی (یعقوبی ۱۵/۱۔ یہ روایت بے سند ہے۔ قائل کا پتہ نہیں)۔

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص۷۹۔ سندہ صحیح۔ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی حدیث ۱۳۴ و رواہ احمد و رجالہ ثقات بلوغ الامانی ۲/۴۔ مجمع الزوائد ۲۲۰/۴۔ البدایہ ۱۱۹/۱۔ صححہ ابن کثیر۔

نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑھئی تھے (حاکم ۵۹۶/۲۔ یہ روایت موقوف ہے۔ مزید برآں جعلی ہے۔ سند میں ایک راوی عبدالمنعم وضاع ہے)۔

نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شیطان سے انگور کی لکڑی کے سلسلہ میں جھگڑا ہوا پھر وہ دونوں اس بات پر متفق ہو گئے کہ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے تہائی اور شیطان کے لئے دو تہائی یعنی شیرے کا دو تہائی ابال کر اڑا دیا جائے وہ شیطان کا حصہ ہے اور باقی ایک تہائی حلال ہے (صحیح نسائی کتاب الاشربۃ ۱۱۵۵/۳۔ یہ حضرت انسؓ کا قول ہے۔ حدیث نہیں ہے)۔

نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے علاوہ پورے سال کے روزے رکھتے تھے (ابن ماجہ کتاب الصیام ۵۲۶/۱ و رواہ الطبرانی فی الکبیر دونوں کی سندوں میں ابن لہیعہ ہے اور وہ ضعیف ہے)

[2] العنکبوت - ۱۴، والصّٰفّٰت - ۷۶، بنی اسرائیل - ۳

نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نیا کپڑا پہنتے تو الحمد للہ کہتے اور جب کھانا کھاتے تو الحمد للہ کہتے (تفسیر ابن جریر ۱۵/۲۰ - ص۲۰ پر کئی روایتیں ہیں لیکن سب موقوف ہیں۔

نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مسجد حرام میں ہے (البدایہ ۱۲۰/۱۔ یہ حدیث مرسل ہے) بعض لوگ کہتے ہیں کہ شہر بکرک نوح میں ہے (البدایہ ۱۲۰/۱۔ یہ غلط مشہور ہے)۔

ہود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی قوم عاد کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا[1]

قوم عاد کو قوم اِرم بھی کہتے ہیں۔ ان کے خیموں یا مکانات میں بہت ستون تھے جن کی وجہ سے یہ لوگ ستون والے کہلاتے تھے[2] یہ بڑے طاقت ور اور قدآور تھے۔ ان جیسی قوم دنیا میں پیدا نہیں کی گئی۔ یہ لوگ مقام احقاف میں آباد تھے[3]

ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے علاوہ تمہارا کوئی الٰہ نہیں[4] (تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک بناتے ہو) کیا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے نہیں؟ اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت دار رسول ہوں (جو پیغام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے اسے بے کم و کاست تم تک پہنچا دیتا ہوں)[5]

اے میری قوم، تم نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ جو معبود بنا رکھے ہیں یہ سب تمہاری افترا پردازی ہے (اللہ تعالیٰ نے نہ ان کو تمہارا معبود بنایا ہے اور نہ ان کو اپنا شریک بنایا ہے)[6]

اے میری قوم (اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام رسانی اور تم کو نصیحت کرنے کی) میں تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا۔ میری اجرت تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے (میں تمہاری بے لوث خیر خواہی کرتا ہوں تو) آخر تم سوچتے کیوں نہیں (کہ میری خیر خواہی یقیناً خلوص پر مبنی ہے)[7]

---

[1] ہود۔ ۵۰

نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساتویں پشت میں سارغ کے زمانہ میں بتوں کی پوجا شروع ہوئی۔ اس کے بیٹے ناحور کے زمانہ میں بتوں کی پوجا کثرت سے ہونے لگی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے ہود بن عبداللہ بن رباح بن الخلود بن عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث کیا (یعقوبی ۲۲/۱ قائل کا نام نہیں۔ روایت بے سند ہے)

نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا سوائے ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے (حاکم ۵۶۵/۲۔ یہ حدیث نہیں ہے۔ نوف الشامی کا قول ہے)۔

[2] والفجر۔ ۶ و ۷

[3] الشعراء۔ ۱۳۰ و اقتربت الساعۃ۔ ۲۰ و والفجر۔ ۸ و الاحقاف۔ ۲۱

[4] ہود۔ ۵۰

[5] الشعراء۔ ۱۲۴ تا ۱۲۶

[6] ہود۔ ۵۰

[7] ہود۔ ۵۱

اے میری قوم یہ تم کیا کرتے ہو کہ ہر اونچی جگہ یادگاریں تعمیر کرتے ہو۔ پھر وہاں کھیل تماشے کرتے ہو۔ تم ایسے ایسے مضبوط مکانات بناتے ہو گویا تم کو ہمیشہ دنیا میں رہنا ہے۔ جب کسی کو پکڑتے ہو تو بڑی سختی سے پکڑتے ہو۔ (یہ سب باتیں چھوڑ دو)۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس نے تم کو بے شمار نعمتیں عطاء فرمائیں: چوپائے اور بیٹے دئے، باغات اور چشمے عطاء کئے (اس کا شکر ادا کرو اور صرف اس کو الٰہ مانو)۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم قیامت کے بڑے دن عذاب میں مبتلا نہ کئے جاؤ۔ قوم کے لوگوں نے کہا: اے ہود، آپ ہمیں نصیحت کریں یا نہ کریں، دونوں چیزیں ہمارے لئے برابر ہیں۔ (ہم کسی صورت میں بھی آپ پر ایمان لانے والے نہیں)، یہ (ہمارے) اسلاف کا طریقہ ہے (جس پر ہم چل رہے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ) ہم کبھی عذاب میں مبتلا نہیں ہوں گے [1]

ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام برابر انہیں ڈراتے رہے لیکن وہ نہ مانے۔ ایک دن ان کی قوم کے سرداروں نے کہا: اے ہود آپ بے وقوفی کا شکار ہیں (لہٰذا ہم آپ کی بات نہیں مانتے)۔ ہم سمجھتے ہیں کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں سب غلط ہے اور بے وقوفی کا نتیجہ ہے۔ ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا میں قطعاً بے وقوفی کا شکار نہیں ہوں۔ میں جہانوں کے رب کا پیغام پہنچا رہا ہوں اور میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں [2]

ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اے میری قوم (اللہ تعالیٰ سے ڈرو) اس سے اپنے (شرک اور گناہوں کی) معافی مانگو (آئندہ کے لئے شرک اور تمام گناہوں سے) توبہ کرو اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر موسلا دھار بارش برسائے گا، تمہاری قوت میں مزید اضافہ کرے گا۔ (اے میری قوم، میری بات کو سنو اور) سرکشی کرتے ہوئے (حق سے) منہ نہ موڑو۔ قوم کے لوگوں نے کہا: اے ہود، آپ ہمارے پاس کوئی دلیل تو لائے نہیں، (ہم بے دلیل کیسے آپ کو رسول مان لیں۔ اگر واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں تو کوئی دلیل پیش کیجئے۔ محض آپ کی بے دلیل بات سے) ہم اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑیں گے اور نہ آپ پر ایمان لائیں گے [3]

ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قوم سے کہا: کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تم ہی میں سے ایک شخص کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت کیسے آ گئی۔ یہ تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ اے لوگو، اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد کرو کہ اس نے قوم نوح کے بعد تمہیں ان کا جانشین بنایا اور تمہیں زیادہ طاقت اور قد و قامت سے نوازا (دیکھو) اللہ تعالیٰ کا احسان مانو (اور صرف اس کی عبادت کرو) تاکہ تم فلاح پاؤ۔ [4]

---

[1] الشعراء - ۱۲۸ تا ۱۳۸
[2] الاعراف - ۶۶ تا ۶۸
[3] ہود - ۵۲ و ۵۳
[4] الاعراف - ۶۹

قوم کے لوگوں نے کہا: کیا آپ اس لئے رسول بنائے گئے ہیں کہ ہم اللہ اکیلے کی عبادت کریں اور جن ہستیوں کی عبادت ہمارے آباء و اجداد کرتے تھے ان کو چھوڑ دیں (ہم تو ایسا نہیں کریں گے)۔ اگر آپ سچے ہیں تو عذاب لے آئیں۔ حضرت ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا (ہوشیار ہو جاؤ عذاب اور غضب آنے ہی والا ہے) تم ایسے شریکوں کے متعلق مجھ سے بحث کر رہے ہو جو تم نے خود بنالئے ہیں اللہ تعالیٰ نے تو ان کے متعلق کوئی دلیل نازل نہیں کی (تم عذاب کی جلدی کر رہے ہو تو) تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں ؎۱

قوم کے لوگوں نے کہا: ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ (آپ جو ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتے رہتے ہیں تو) ہمارے معبودوں میں سے کسی معبود نے (ناراض ہو کر) آپ کو دیوانہ بنا دیا ہے (یہی وجہ ہے کہ آپ بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں)۔ ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: سنو میں اللہ تعالیٰ کو گواہ کر کے کہتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں تمہارے شرکاء سے بیزار ہوں۔ (تم مجھے اپنے شرکاء سے ڈراتے ہو۔ میں قطعاً ان سے نہیں ڈرتا) ؎۲

تم اور تمہارے شرکاء سب مل کر میرے خلاف کوئی سازش کرو اور پھر مجھے ذرا سی مہلت بھی نہ دو میرا بھروسہ تو اللہ پر ہے جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ ہر جاندار اس کے قبضہ میں ہے (تم بھی اس کے قبضہ میں ہو اور تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ دیکھو میرا کہنا مان جاؤ، سیدھے راستہ پر چلو) اللہ تعالیٰ سیدھے راستے پر چل کر ہی مل سکتا ہے۔ (اس کی رضا سیدھے راستہ پر چلنے ہی سے حاصل ہو سکتی ہے) ؎۳

پھر ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اگر تم میری نصیحت سے منہ موڑتے ہو تو (میری ذمہ داری ختم ہو گئی) میں نے تو تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا (اب تم اپنے فعل کے خود ذمہ دار ہو، دیکھو خبردار ہو جاؤ، عنقریب تم پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا، تم نیست و نابود کر دئے جاؤ گے) اور (پھر) کسی اور قوم کو تمہارا جانشین بنا دیا جائے گا۔ تم اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ (وہ تمہارے عمل سے غافل نہیں ہے) وہ ہر چیز پر نگراں ہے (وہ تمہارے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے۔ وہ ضرور تمہیں تمہاری بداعمالی کی سزا دے گا)۔ ؎۴

قوم کے لوگوں نے کہا: (آخر وہ عذاب کب آئے گا جس عذاب سے آپ بار بار ہمیں ڈراتے ہیں) جس عذاب کا آپ وعدہ کرتے ہیں اُسے لے آیئے۔ ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: (عذاب کب آئے گا) اس کا علم تو اللہ کو ہے۔ میں تو بس اس کا پیغام پہنچاتا ہوں (غیب داں نہیں ہوں) میں دیکھتا ہوں کہ تم نادان ہو (کہ عذاب الٰہی کی جلدی کر رہے ہو) ؎۵

؎۱ الاعراف ـ ۷۰ و ۷۱
؎۲ ہود ـ ۵۴ و ۵۵
؎۳ ہود ـ ۵۵ و ۵۶
؎۴ ہود ـ ۵۷
؎۵ الاحقاف ـ ۲۲ و ۲۳

قوم کے لوگوں نے ان کی ایک نہ سنی۔ اپنی قوت کے گھمنڈ میں مست ہو کر کہنے لگے ہم سے زیادہ قوی کون ہے۔ (افسوس) ان کو نہیں معلوم کہ جس نے ان کو پیدا کیا وہ ان سے زیادہ قوی ہے۔ الغرض وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار ہی کرتے رہے [1]

انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لانے سے صاف انکار کر دیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی بات نہیں مانی بلکہ (اللہ تعالیٰ کے) دشمنوں کا کہنا مانتے رہے۔ [2]

وہ اپنے رسول کو مسلسل جھٹلاتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنا ہلاکت خیز عذاب بھیج دیا۔ [3]

وہ عذاب بڑا سخت اور دردناک تھا [4]

عذاب کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ ایک ابر آتا ہوا دکھائی دیا۔ قوم کے لوگ کہنے لگے یہ تو ابر ہے ہم پر بارش ہو گی۔ ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: یہ تو وہ عذاب ہے جس کی تم جلدی کر رہے تھے۔ (یہ تو) آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔ یہ آندھی مغرب کی طرف سے آئی اور ان پر چھا گئی [5]

سخت آندھی چلنی شروع ہو گئی اور مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن تک چلتی رہی۔ اس آندھی نے ان کو ایسا اٹھا کر پٹخ دیا گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں [6]

آندھی نے ہر چیز کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ ہر چیز ریزہ ریزہ ہو گئی۔ صبح کو سوائے کھنڈرات کے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ [7]

---

[1] حٰمٓ السجدۃ - ۱۵
ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر چند ہی لوگ ایمان لائے۔ اکثر نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر قحط مسلط کر دیا۔ لگاتار قحط آتے رہے (کامل ۸۰/۱۔ یہ قول ابن اسحاق کی طرف منسوب ہے۔ سند کوئی نہیں ہے)۔

[2] ہود - ۵۹

[3] الشعراء - ۱۳۹

[4] ہود - ۵۸

[5] الاحقاف - ۲۴ و صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب قول اللہ عزوجل واما عاد فاھلکوا بریح جزء ۴ صفحہ ۱۶۶ -

[6] حٰمٓ السجدۃ - ۱۶ و الحاقۃ - ۶ و ۷ و اقتربت الساعۃ - ۱۹ و ۲۰

[7] الذاریات - ۴۱ و ۴۲ و الاحقاف - ۲۵
قوم نے ایک وفد مکہ معظمہ روانہ کیا تاکہ حرم میں پانی کے لئے دعاء مانگے۔ اس وفد میں مرثد بن سعد بھی تھے جو مسلم ہو گئے تھے لیکن انہوں نے ابھی تک اپنے ایمان کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ جب وہ لوگ حرم میں دعاء کے لئے جانے لگے تو مرثد نے کہا: اللہ کی قسم تمہاری دعاء سے پانی نہیں برسے گا ہاں اگر تم نبی کی اطاعت کرو گے تو تم پر پانی برسے گا۔ اس موقع پر مرثد نے اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ انہوں نے مرثد کو حرم جانے سے روک دیا اور خود چلے گئے۔ انہوں نے بارش کی دعاء کی تو تین ابر دکھائی دئے: سفید، سرخ اور سیاہ۔ ان ابروں میں سے آواز آئی: اے قیل ان ابروں میں سے ایک کو پسند کر لے۔ قیل وفد کا ایک رکن تھا۔ قیل نے سیاہ کو پسند کیا۔ سیاہ ابر میں عذاب تھا (کامل ۸۰/۱۔ ابن اثیر نے اس کو ابن اسحاق کی طرف منسوب کیا ہے۔ سند نہ ابن اسحاق سے اوپر ہے اور نہ نیچے۔ بالکل بے سند ہے)۔
عاد پر ہوا کو انگوٹھی کے حلقہ کے برابر کھولا گیا تھا (البدایہ ۱۲۹/۱ عن ابن عمر بحوالہ تفسیر ابن ابی حاتم وعن ابن عباس بحوالہ طبرانی۔ دونوں روایتوں میں مسلم الملائی ضعیف، منکر الحدیث بلکہ متروک ہے (تہذیب)

اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور ایمان والوں کو عذاب سے بچا لیا [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ہم پر اور عاد کے بھائی (ہود) پر رحم فرمائے [2]

اللہ تعالیٰ نے کافروں کی جڑ کاٹ دی اور اپنی رحمت سے ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے ساتھیوں کو نجات دی [3]

کافروں کا نام و نشان مٹ گیا۔ دنیا میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگا دی گئی اور آخرت میں بھی وہ لعنت میں گرفتار ہوں گے وہ دنیا میں رسوا کن عذاب میں مبتلا ہوئے اور آخرت میں ان کو دنیا کے عذاب سے بھی زیادہ رسوا کن عذاب ہوگا [4]

جب قوم نے آندھی کو آتے دیکھا تو ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا: آپ ہمیں آندھی سے ڈراتے ہیں۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنی اولاد اور مال و دولت اور جانوروں کو ایک گھاٹی میں جمع کیا پھر وہ گھاٹی کے دروازے پر آندھی کو روکنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ آندھی ان کے پیروں کے نیچے سے اندر داخل ہوئی اور ان کا قلع قمع کر دیا (حاکم ۲/۵۶۴۔ یہ روایت وہب بن منبہ کی طرف منقول ہے۔ اس کا بنانے والا عبدالمنعم ہے)۔

ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں کافروں کا رئیس خلجان تھا۔ کافروں کی قوم کے سات اشخاص جن میں خلجان بھی تھا کہنے لگے چلو گھاٹی کے بالائی کنارہ پر تاکہ ہم آندھی کو روکیں۔ آندھی نے سوائے خلجان کے سب کو ہلاک کر دیا۔ ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے کہا اے خلجان اسلام قبول کر لے اس نے اسلام قبول نہیں کیا۔ آندھی نے اسے بھی ہلاک کر دیا (طبری ۱/۱۵۶۔ یہ محمد بن اسحٰق کی طرف منسوب ہے۔ اس سے اوپر سند نہیں ہے)۔

آندھی بڑے بڑے درختوں کو جڑ سے اکھاڑ دیتی تھی اور ان کے گھروں کو ان پر گرا دیتی تھی۔ گھر والوں کو اس نے پہاڑوں پر دے پٹخا۔ اس طرح وہ سب ہلاک ہو گئے (طبری ۱/۱۵۸۔ یہ وہب کا قول ہے)۔

[1] ہود۔ ۵۸

[2] ابن ماجہ کتاب الدعوات باب اذا دعا احدکم فلیبدأ بنفسہ ۲/۲۳۵۔ سندہ صحیح۔

ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑی قوت والے آدمی تھے (حاکم ۲/۵۶۳۔ یہ حدیث موقوف ہے)۔

ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام لوگوں سے زیادہ مشابہ تھے (حاکم ۲/۵۶۴۔ یہ کعب کا قول ہے)۔

ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام تاجر تھے۔ مکہ میں انتقال ہوا (المعارف لابن قتیبہ ص۱۴۔ یہ وہب کا قول ہے اور وہ بھی بے سند)۔

حضرت علی فرماتے ہیں ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر یمن میں ہے دوسرے لوگ کہتے ہیں دمشق کی جامع مسجد میں ہے (البدایہ ۱/۱۳۰۔ یہ دونوں قول بے سند ہیں)۔

[3] الاعراف۔ ۷۲ و الحاقہ۔ ۸

[4] ہود۔ ۶۰ و حٰم السجدہ۔ ۱۶

صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت صالح علیہ الصلوٰۃ والسّلام قوم ثمود کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے [1]

اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کے بعد قوم ثمود کو زمین میں خلیفہ بنایا تھا [2]

قوم ثمود مقام حجر میں آباد تھی [3]

حجر کی بستی اُس راستہ پر واقع تھی جو راستہ مدینہ منورہ سے تبوک کو جاتا ہے [4]

یہ لوگ وادی میں پہاڑوں کو تراش تراش کر مضبوط مکان بناتے تھے تاکہ خطرہ کے وقت وہ اس میں امن سے رہ سکیں [5]

یہ لوگ باغوں اور چشموں کے مالک تھے۔ ان کی کھیتیاں سرسبز و شاداب تھیں اور کھجور کے درخت پھل سے لدے ہوئے تھے [6]

حضرت صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام جب منصب نبوت پر سرفراز ہوئے تو انہوں نے اپنی قوم سے کہا: اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں، اُسی نے تم کو پیدا کیا، اُسی نے

---

[1] الاعراف ۔ ۷۳

[2] الاعراف ۔ ۷۴

[3] الحجر ۔ ۸۰

[4] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب قول اللہ تعالیٰ والی ثمود اخاھم صالحاً ۱۸۱/۲

[5] الحجر ۔ ۸۲ و والفجر ۔ ۹

قوم ثمود کی عمریں بہت بڑی ہوتی تھیں۔ مٹی کے مکان ان کی موت سے بہت پہلے ٹوٹ جایا کرتے تھے لہذا وہ پہاڑوں میں مکان بنانے لگے (حاکم ۵۶۷/۲ و تفسیر ابن جریر جزء ۱۲ صفحہ ۶۵، البدایہ ۱۲۹/۱۔ اس روایت کی سند میں ابوبکر بن عبداللہ ضعیف منکرالحدیث اور متروک ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں اس میں نظر ہے۔ البدایہ میں یہ روایت بلاسند ہے۔ یہ روایت طبری میں بھی ہے لیکن اس میں دو راوی "قاسم اور حسین" پہچانے نہیں جاتے۔ طبری ۱۵۹/۱)

[6] الشعراء ۔ ۱۴۷ و ۱۴۸

قوم ثمود کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام بن تالح بن صادق بن ہود کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا (یعقوبی ۲۲/۱ ۔ "قائل" نامعلوم ہے۔ سند معدوم ہے)۔

تم کو زمین میں آباد کیا۔ اس سے معافی مانگو، وہ بہت قریب ہے اور دعاء قبول کرنے والا ہے۔
قوم نے کہا: اے صالح، تم سے تو ہمیں بڑی امیدیں وابستہ تھیں، تم تو بہت بڑے ہونہار تھے، اب تمہیں کیا ہو گیا کہ ان ہستیوں کی عبادت سے ہمیں روکتے ہو جن کی عبادت ہمارے آباء و اجداد کیا کرتے تھے۔ ہمیں تو تمہاری دعوت کے سچا ہونے میں شک ہے۔ صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے میری قوم، میں اپنے رب کی طرف سے کھلی دلیل پر قائم ہوں، اس نے مجھے اپنی رحمتِ خاص سے نوازا ہے، اس کے باوجود اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو مجھے اُس کے عذاب سے کون بچائے گا، بتاؤ کون میری مدد کرے گا؟ تم لوگ تو مجھے نقصان میں ڈالنا چاہتے ہو[1]
(پھر کسی موقع پر) صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم، تم اللہ سے کیوں نہیں ڈرتے؟ میں تمہارے لئے امانت دار رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ میں تم سے اس تبلیغ پر کوئی اجرت نہیں مانگتا، میری اجرت تو اللہ رب العالمین کے ذمہ ہے۔ سوچو کیا تم باغات، چشموں اور کھیتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے ہمیشہ زندہ رہو گے۔ (دیکھو) حد سے زیادہ بڑھ جانے والوں کا کہنا نہ مانو جو زمین میں اصلاح کے بجائے فساد مچاتے پھرتے ہیں۔ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ قوم نے کہا: تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔ تم ہمارے ہی جیسے آدمی ہو، تم رسول کیسے ہو سکتے ہو؟ اگر تم سچے ہو تو کوئی دلیل پیش کرو[2]
الغرض قوم کے لوگوں نے حضرت صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جھٹلایا۔ کہنے لگے: کیا ہم اپنے جیسے آدمی کی پیروی کریں۔ اگر ہم ایسا کریں تو ہم گمراہ ہو جائیں گے اور عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جائیں گے۔ آپس میں گفتگو جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم میں سے ان صاحب پر اللہ کی طرف سے نصیحت نازل ہوئی ہے۔ یہ سب دھوکا اور فریب ہے۔ یہ جھوٹے اور شیخی خورے ہیں[3]
اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا: (آپ گھبرائیں نہیں) چند ہی روز میں انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون جھوٹا ہے اور کون شیخی خورا۔ میں ان کی آزمائش کے لئے ایک اونٹنی بھیجنے والا ہوں لہٰذا آپ ان کے انجام کا انتظار کریں اور صبر سے کام لیں[4]

---

[1] ہود۔ ٦١ تا ٦٣
[2] الشعرآء۔ ١٤٢ تا ١٥٤
[3] اقتربت الساعۃ۔ ٢٣ تا ٢٥
[4] اقتربت الساعۃ۔ ٢٦ و ٢٧

الغرض اللہ تعالیٰ نے بطور نشانی کے ایک اونٹنی بھیجدی۔ یہ اونٹنی معجزانہ طریقہ پر نمودار ہوئی اور قوم کے لئے ایک آزمائش بن گئی۔ اونٹنی کا ظہور ایک معجزہ تھا اور یہ معجزہ اس قوم کے لئے ایک قسم کا انتباہ تھا۔ اونٹنی کے ذریعہ ان کو (یہ کہہ کر) ڈرایا گیا تھا (کہ اگر اس کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی کی گئی تو عذاب آنے میں دیر نہیں لگے گی) [1]

صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قوم کو اس تخویف سے آگاہ کر دیا۔ صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے میری قوم یہ اللہ کی بھیجی ہوئی اونٹنی ہے جو میری صداقت کی ایک کھلی نشانی ہے۔ اس کو چھوڑ دو تاکہ یہ اللہ کی زمین میں جہاں سے چاہے کھائے۔ اس کے اور تمہارے درمیان پانی پینے کی باری مقرر کر دی گئی ہے۔ ایک دن یہ پانی پیئے گی اور ایک دن تمہارے جانور پانی پئیں گے۔ اس کی باری کے دن تم اپنے جانوروں کو پانی نہ پلانا [2]

---

[1] بنی اسرائیل - ۵۹

قوم ثمود نے صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے معجزہ طلب کیا۔ انہوں نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ایک اونٹنی نکالی۔ وہ اتنا دودھ دیتی تھی کہ قوم کے تمام برتن اور مشکیزے بھر جایا کرتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے صالح علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ تمہاری قوم تمہاری اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دے گی۔ انہوں نے قوم کو اس کی اطلاع دی۔ انہوں نے کہا ہم تو نہیں کاٹیں گے۔ صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اگر تم نہیں کاٹو گے تو تمہاری اولاد میں سے کوئی کاٹے گا۔ انہوں نے کہا: اس کی نشانی بتایئے۔ ہم اُسے قتل کر دیں گے۔ صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہ سرخ و نیلگوں ہوگا، اس کے بال سرخ ہوں گے ..... الغرض وہ بچہ پیدا ہوا وغیرہ وغیرہ (حاکم - ۲/۵۶۷۔ تفسیر ابن جریر جزء ۱۲ صفحہ ۶۵۔ اس روایت کی سند میں ابوبکر بن عبداللہ ضعیف، منکر الحدیث اور متروک ہے۔ ابن کثیر نے اسے بے سند روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں اس مضمون میں نظر ہے۔ البدایہ ۱/۱۳۹)

ثمود نے حضرت صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا: اگر آپ سچے ہیں تو کوئی نشانی لایئے۔ انہوں نے کہا اُس پہاڑی کی طرف چلو۔ پہاڑی اس طرح ہلی جس طرح حاملہ عورت ہلتی ہے یا اُسے دردِ زہ ہوا جس طرح حاملہ کو ہوتا ہے۔ پھر وہ پھٹ گئی اور اس میں سے ایک اونٹنی نکلی (طبری ۱/۱۵۸ یہ روایت موقوف ہے۔ حسن بن یحییٰ متکلم فیہ ہے) ابن کثیر نے بھی پتھر سے اونٹنی کی پیدائش کا ذکر کیا ہے لیکن سند بیان نہیں کی۔ البدایہ - ۱/۱۳۴)

ایک دن قوم نے صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا: کوئی نشانی دکھایئے۔ اللہ تعالےٰ نے ایک اونٹنی نکالی (طبری ۱/۱۵۹۔ سند میں دو راوی قاسم اور حسین پہچانے نہیں جاتے۔

قوم نے معجزہ کا مطالبہ کیا۔ اللہ تعالےٰ نے زمین سے ایک اونٹنی نکالی۔ اس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا (یعقوبی ۱/۲۲۔ قائل نامعلوم، روایت بے سند ہے)۔

ایک دن قوم نے صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا آپ ہماری عید میں شریک ہوں اور ہمیں کوئی معجزہ دکھائیں۔ وہ سب لوگ عیدگاہ گئے۔ ان کے سردار جندع بن عمرو نے (ایک پتھر کی طرف اشارہ کرکے) کہا آپ اس پتھر سے ایک اونٹنی نکالیں۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ پتھر میں سے اونٹنی نکلی۔ سردار اور اس کی قوم کے کچھ لوگ ایمان لے آئے (کامل ۱/۸۱۔ نہ قائل کا پتہ ہے اور نہ سند کا) (اسی مضمون کی ایک روایت ابن کثیر نے نقل کی ہے لیکن بے سند ہے۔ البدایہ ۱/۱۳۴)

[2] بنی اسرائیل۔ ۵۹ و ہود۔ ۶۴ و اقتربت الساعۃ - ۲۸ و الشعراء - ۱۵۵

صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مزید فرمایا : اے میری قوم، اس اونٹنی کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچانا ورنہ تم عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے [۱]

صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ سے کچھ غریب اور کمزور لوگوں نے ایمان قبول کیا۔ قوم کے سرداروں نے ان سے کہا : (یہ تم نے کیا کیا) کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ صالح واقعی اپنے رب کی طرف سے سچے رسول ہیں؟ مؤمنین نے جواب دیا : (ہاں) جو پیغام دے کر انہیں بھیجا گیا ہے ہمارا اس پر پورا ایمان ہے، وہ بالکل حق ہے۔ سرداروں نے کہا : جس چیز پر تم ایمان لائے ہو ہم تو اس کے منکر ہیں، ہم اس پر ایمان نہیں لاتے [۲]

الغرض قوم صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جھٹلاتی رہی [۳]

ایمان والوں اور کافروں میں بحث مباحثہ بھی ہوتا رہا۔ ایمان والوں نے کافروں کو عذابِ الٰہی سے ڈرایا۔ کافروں نے کہا : جس عذاب سے تم ہمیں ڈراتے ہو اُسے جلدی لے آؤ۔ صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے اس مطالبہ پر انہیں سمجھایا۔ انہوں نے ان کی خیر خواہی کرتے ہوئے فرمایا : اے میری قوم، بھلائی سے پہلے برائی کی کیوں جلدی کرتے ہو۔ بھلائی کے لئے جلدی کرو۔ عذاب کے بجائے بھلائی کیوں طلب نہیں کرتے۔ کیوں اللہ سے مغفرت طلب نہیں کرتے کہ عذاب ٹل جائے اور اللہ تم پر اپنے رحم و کرم کی بارش کرے (یہ مصیبتیں جو تم پر نازل ہو رہی ہیں یہ سب ختم ہو جائیں) قوم نے کہا : ہم تو یہ سمجھتے ہیں یہ ساری نحوست آپ کی اور آپ پر ایمان لانے والوں کی وجہ سے ہے۔ آپ ہی لوگوں کی نحوست ہے کہ ہم مصائب سے دوچار ہیں۔ صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا : تمہاری نحوست تو اللہ کی طرف سے ہے۔ تم اس کی آزمائش میں مبتلا ہو اور یہ سب کچھ تمہارے کفر کا نتیجہ ہے۔ اگر کفر چھوڑ دو تو مصیبتیں ٹل سکتی ہیں [۴]

شہر میں نو آدمی بڑے شریر تھے۔ وہ کسی قسم کی بھلائی اور اصلاح کو گوارا کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ ان کا مشغلہ تو بس زمین میں فساد برپا کرنا تھا۔ یہ نو آدمی ایک دن اکٹھے ہو کر آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے : اللہ کی قسم کھا کر ہم عہد کریں کہ ہم راتوں رات جا کر صالح کو اور ان

---

[۱] الشعراء - ۱۵۶
ایک دن انہوں نے اپنی قوم سے کہا : تم اس کی ٹانگیں کاٹو گے۔ قوم کے لوگوں نے کہا : ہم ایسا نہیں کریں گے۔ صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا تم لوگوں کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوگا وہ اس کی ٹانگیں کاٹے گا وغیرہ وغیرہ (طبری ۱۵۹/۱۔ اس حدیث میں دو راوی قاسم اور حسین پہچانے نہیں جاتے)۔

[۲] الاعراف - ۷۵ و ۷۶

[۳] والشمس وضحٰھا - ۱۱

[۴] النمل - ۴۵ تا ۴۷

کے اہل (وعیال) کو قتل کر ڈالیں گے اور ان کے وارثوں سے کہہ دیں گے کہ صالح کے گھر والوں کی ہلاکت کے وقت ہم موجود نہیں تھے۔ معلوم نہیں انہیں کون قتل کر گیا۔ ہم بالکل سچے ہیں، ہمیں بالکل علم نہیں کہ یہ سانحہ کیسے واقع ہوا۔ الغرض انہوں نے صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نقصان پہنچانے کی بڑی بڑی تدبیریں کیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی تدبیروں کو ناکام کر دیا اور انہیں خبر بھی نہیں ہوئی کہ ان کی تدبیریں کس طرح خاک میں مل گیئں [1]

قوم کی سرکشی میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوئی۔ اونٹنی ان کے لئے ایک مصیبت بن گئی لہٰذا قوم کے لوگوں نے اپنے ایک ساتھی کو جو بڑا ہی بدبخت تھا اس اونٹنی کے قتل پر ابھارا۔ صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قوم کے لوگوں کو بہت سمجھایا کہ اونٹنی کو قتل نہ کرو اور نہ اس کی باری کے دن کسی اور جانور کو پانی پلاؤ لیکن وہ کب ماننے والے تھے۔ عذاب ان کے سر پر منڈلا رہا تھا۔ بالآخر اس بدبخت نے جس کو ان لوگوں نے ابھارا تھا اونٹنی پر حملہ کر کے اس کی کونچیں کاٹ دیں۔ قوم کے لوگ بھی اس کام میں شریک تھے۔ صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قوم کے لوگوں سے فرمایا: اب تم تین دن اپنے گھروں میں رہ لو۔ تین دن کے بعد عذاب نازل ہوگا۔ یہ وعدہ سچا ہے [2]

اونٹنی پر حملہ کرنے والا ایک عزّت والا اور قوت والا شخص تھا [3] یہ شخص صالح علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی قوم کا سب سے زیادہ بدبخت شخص تھا [4] اللہ تعالیٰ نے عذاب کے آنے سے پہلے ہی صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور ان مؤمنین کو جو اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرتے رہتے تھے اس عذاب سے بھی نجات دی اور کافر قوم سے بھی نجات دی۔ ایمان والوں پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت تھی کہ ان

---

[1] النمل - ۴۸ تا ۵۱

صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص ابو رغال کو صدقہ لانے کے لئے بھیجا۔ وہ طائف میں ایک شخص کے پاس پہنچا جس کی تقریباً ۱۰۰ بکریاں تھیں۔ ایک کے علاوہ تمام بکریاں بہت کم دودھ دیتی تھیں۔ بکریوں والے نے پوچھا تم کون ہو۔ ابو رغال نے کہا میں اللہ کے رسول (صالح) علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرستادہ ہوں۔ اس نے کہا خوش آمدید، یہ میری بکریاں ہیں ان میں سے جو آپ پسند کریں لے لیجئے۔ ابو رغال نے دودھ والی بکری کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے کہا یہ میرا بچہ ہے۔ اس کا گذارا اسی بکری کے دودھ پر ہے۔ ابو رغال نے کہا: اگر تمہیں دودھ پسند ہے تو مجھے بھی پسند ہے۔ بکریوں والے نے اس کے بدلہ میں پانچ بکریاں پیش کیں۔ ابو رغال نے قبول نہیں کیں اور بچہ کو قتل کر دیا۔ بکریوں والا صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آیا اور انہیں خبر دی۔ صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین مرتبہ فرمایا: اے اللہ ابو رغال پر لعنت کر (رواہ الحاکم وفی سندہ انقطاع ۲۹۹/۱۔ لہٰذا یہ حدیث ضعیف ہے)

[2] اقتربت الساعۃ - ۲۹ و والشمس وضحٰھا - ۱۲ و ۱۳ وہود - ۶۵

[3] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب قول اللہ تعالیٰ والی ثمود اخاھم صالحًا - ۱۸۰/۴)

[4] رواہ الحاکم وصححہ ۱۱۳/۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا: اے ابو تراب کیا میں تمہیں ایسے دو شخص نہ بتاؤں جو سب سے زیادہ بدبخت ہیں: ایک تو قوم ثمود کا اُحَیمِر جس نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹی تھیں اور دوسرا وہ شخص جو تمہارے سر پر وار کرے گا (دلائل النبوۃ للبیہقی جزء ۲ ص ۱۳۔ اس کی سند تین جگہ سے منقطع ہے۔ یزید نے محمد بن کعب سے نہیں سنا، محمد بن کعب نے محمد بن خثیم سے نہیں سنا اور محمد بن خثیم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔ ابن ابی حاتم میں بھی یہ روایت مروی ہے۔ اس میں محمد بن خثیم اور حضرت عمار کے درمیان یزید ہے۔ دو جگہ سے یہ بھی منقطع ہے۔ البدایہ - ۱۳۵/۱)

کو عذاب سے بچا لیا [1]

صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام جب وہاں سے رخصت ہونے لگے تو اپنی قوم کو ایک مرتبہ پھر مخاطب کیا۔ صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے میری قوم، میں نے تو اپنے رب کے احکام تمہیں پہنچا دیے۔ میں نے تمہاری خیر خواہی میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی لیکن تم خیر خواہی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ اب عذاب الٰہی میں گرفتار ہونے والے ہو [2]

الغرض تین دن کے بعد عذابِ الٰہی نازل ہونا شروع ہوا [3]

اب وہ اپنی حرکت پر نادم ہوئے لیکن اب کیا ہو سکتا تھا عذاب نے انہیں گھیر لیا [4]

اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک زوردار چیخ کا عذاب نازل فرمایا [5]

بجلی بڑے زور کی کڑکی۔ کڑک کی آواز سنتے ہی وہ کھڑے نہ رہ سکے آناً فاناً میں زمین پر گر گئے اور ذلت کے عذاب میں گرفتار ہو گئے۔ [6]

اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو مع ان نو مفسدوں کے ہلاک کر دیا۔ [7]

عذابِ الٰہی نے ان سب کو نیست و نابود کر دیا۔ [8]

اُن کے محل اور قلعے سب ویران ہو گئے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کبھی وہ ان محلوں اور قلعوں میں رہے ہی نہ تھے، قوم ثمود نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا لہٰذا وہ ہمیشہ کے لئے لعنت میں گرفتار ہو گئے۔ [9]

جب صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم پر عذاب آیا تو ابورغال حرم میں تھا۔ جونہی وہ حرم سے باہر نکلا عذاب میں مبتلا ہو گیا [10]

---

[1] النمل - ۵۳ و ہود - ۶۶
[2] الاعراف - ۷۹
[3] اقتربت الساعۃ - ۳۱
[4] الشعراء ۱۵۷ و ۱۵۸
[5] الحاقۃ - ۵ و اقتربت الساعۃ - ۳۱
[6] الذٰریات - ۴۴ و ۴۵ و ہود - ۶۷ و حٰم السجدۃ - ۱۷
[7] النمل - ۵۱
[8] والشمس وضحٰھا - ۱۴
[9] النمل - ۵۲ و ہود - ۶۸

مصرع اور قدار ان دو شخصوں نے خوبصورت عورتوں سے شادی کرنی چاہی۔ انہوں نے شادی کی شرط یہ رکھی کہ اونٹنی کو قتل کر دیں الغرض انہوں نے ایسا ہی کیا (البدایہ ۱/۱۳۵ - نہ سند ہے۔ نہ قائل کا پتہ ہے)۔

[10] حاکم ۲/۳۲۰ و صحیح ابن حبان کتاب التاریخ ۹/۲۷ - اس حدیث کی سند صحیح ہے۔
ابورغال کے ساتھ سونے کی ایک چھڑی دفن ہو گئی تھی۔ صحابہ نے اسے نکالا (صحیح ابن حبان کتاب التاریخ ۹/۲۷ والبدایہ ۱/۱۳۷ - بجبیر راوی مجہول ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجر سے گذرے تو فرمایا معجزے نہ طلب کرنا۔ صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم نے معجزہ طلب کیا تھا (نتیجہ کیا نکلا) پھر آپ نے فرمایا: اونٹنی اس درّہ سے داخل ہوتی تھی اور اس درّہ سے نکلتی تھی [1]

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رشد وہدایت دی اور ان کو ان کی قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا۔ [2]

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد کا نام آزر تھا [3]

---

[1] البدایہ ۱۳۷/۱۔ قال ابن کثیر ھذا حدیث صحیح)
صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام فلسطین چلے گئے پھر مکہ چلے آئے اور وہیں انتقال فرمایا (کامل ۸۳/۱ نہ قائل کا نام ہے اور نہ سند ہے)
صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام تجارت کرتے تھے (حاکم ۵۹۶/۲۔ یہ روایت موقوف ہے۔ سند کا ایک راوی عبدالمنعم کذاب ہے۔ المعارف لابن قتیبۃ میں بے سند ہے (المعارف ص۱۴)
صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشابہ تھے (حاکم ۵۶۵/۲۔ یہ کعب کا قول ہے)
صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح ننگے پیر چلتے پھرتے تھے۔ نہ جوتیاں پہنتے، نہ تیل ڈالتے، نہ گھر بنایا اور نہ کوئی ٹھکانہ۔ وہ اپنے رب کی اونٹنی کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ جدھر وہ جاتی یہ بھی اُدھر اس کے ساتھ چلے جاتے۔ (حاکم ۵۶۵/۲۔ یہ قول وہب بن منبہ کی طرف منسوب ہے اور جھوٹ ہے۔ اس کا بنانے والا عبدالمنعم ہے)۔

[2] الانبیاء۔ ۵۱ و ۵۲ و مریم۔ ۴۱

[3] الانعام۔ ۷۴
آزر کوفے کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوا تھا۔ اس زمانہ میں نمرود بادشاہ تھا۔ وہ زمین کے مشرق اور مغرب کا بادشاہ تھا۔ (طبری ۱۶۳/۱۔ یہ روایت ابن اسحاق سے آگے بے سند ہے)
ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نمرود کے زمانہ میں پیدا ہوئے (طبری ۱۶۳/۱ اس کی سند میں ہشام بن محمد جھوٹا ہے)
ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام عاشورہ کے روز پیدا ہوئے (طبرانی کبیر ۶۹/۶۔ یہ حدیث موضوع ہے۔ بنانے والا عثمان بن مطر ہے)۔
نمرود پوری دنیا کا بادشاہ تھا (طبری ۱۶۳/۱۔ یہ روایت جعلی ہے۔ السدی کذاب ہے)
نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان سوائے ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کوئی نبی نہیں ہوا۔ جب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کا زمانہ قریب آیا تو نجومیوں نے نمرود کو اطلاع دی کہ آپ کے شہر میں ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے جس کا نام ابراہیم ہوگا جو تمہارے مذہب کو چھوڑ دے گا اور تمہارے بتوں کو توڑ ڈالے گا. اس نے لڑکوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کرنے کا حکم دیا۔ ابراہیم علیہ السلام کی والدہ وضع حمل کے وقت ایک غار میں چلی گئیں۔ وہاں وہ پیدا ہوئے۔ پندرہ مہینہ وہ اس میں رہے۔ ان کی نشو ونما کی رفتار بہت تیز تھی۔ وہ غار سے نکلے تو ایک تارہ نظر آیا۔ انہوں نے کہا یہ میرا رب ہے، وغیرہ وغیرہ۔ ان کے والد آزر بت بنانے تھے۔ پھر وہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہتے انہیں بیچ آؤ۔ وہ بتوں کو لے کر جاتے اور کہتے "کون ہے جو ایسی چیز کو خریدے جو نہ نفع پہنچا سکتی ہے اور نہ نقصان۔ کوئی بت نہیں خریدتا تھا۔ (طبری ۱۶۴/۱۔ یہ روایت جھوٹی ہے۔ اس کا راوی السدی ہے جو کذاب ہے۔ تِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ (یہ دلیل ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلہ میں دی تھی) سے بھی اس روایت کا جھوٹا ہونا ثابت ہوتا ہے) تارخ یعنی آزر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باپ تھا (یعقوبی ۲۲/۱۔ قائل کا =

تبلیغ کی ابتداء

نبوت کے عہدہ پر سرفراز ہونے کے بعد انہوں نے ایک دن اپنے والد اور اپنی قوم سے کہا: یہ کیسی مورتیں ہیں جن کے سامنے تم بیٹھے رہتے ہو؟ قوم کے لوگوں نے کہا: ہم نے اپنے آباء واجداد کو ان کی پرستش کرتے ہوئے پایا لہذا ہم بھی انہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کی پرستش کرتے ہیں۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تم بھی کھلی گمراہی میں ہو اور تمہارے آباء واجداد بھی کھلی گمراہی میں تھے۔ [1]

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: جب تم انہیں پکارتے ہو تو کیا یہ تمہاری پکار کو سنتے ہیں؟ کیا یہ تمہیں نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ قوم کے لوگوں نے کہا ہم کچھ نہیں جانتے۔ ہم تو بس اتنا جانتے ہیں کہ ہمارے آباء واجداد اسی طرح کرتے تھے۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: یہ معبود جن کو تم اور تمہارے آباء واجداد پوجتے رہے ہو سب میرے دشمن ہیں سوائے اللہ رب العالمین کے جس نے مجھے پیدا کیا اور میری رہنمائی فرمائی، جو مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو مجھے شفاء عطاء فرماتا ہے، جو مجھے موت دے گا اور پھر زندہ کرے گا اور جس سے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میری مغفرت فرمائے گا۔ [2]

قوم کے لوگوں نے کہا: اے ابراہیم، کیا واقعی تم کوئی سچی بات لے کر آئے ہو یا یونہی ہنسی مذاق کرتے ہو۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میں ہنسی مذاق نہیں کر رہا ہوں بلکہ ایک سچی بات لے کر آیا ہوں اور وہ سچی بات یہ ہے کہ یہ بت تمہارے رب نہیں ہیں بلکہ آسمانوں کا اور زمین کا رب جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا وہ تمہارا رب ہے اور میں اس کے حق ہونے پر گواہ ہوں اور اللہ کی قسم میں کسی دن جب تم مندر سے لوٹ کر چلے جاؤ گے تو تمہارے ان بتوں کے ساتھ (ایسا) کام کروں گا (جو تمہارے لئے باعث عبرت ہوگا)۔ [3]

انہی ایام میں ایک دن موقع پا کر انہوں نے اپنے باپ آزر سے کہا: آپ بتوں کو الٰہ سمجھتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ اور آپ کی قوم کھلی گمراہی میں ہے۔ [4]

تبلیغ میں شدت

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمانوں کی اور زمین کی عظیم الشان بادشاہت کی سیر کرائی تاکہ انہیں ان تمام چیزوں کو دیکھ کر عین الیقین ہو جائے۔ ان کی قوم سورج، چاند اور تاروں کی پرستش کرتی تھی۔ ایک رات کو ایسا ہوا کہ جب وہ اپنی

= پتہ نہیں۔ سند کوئی نہیں۔ مروج الذہب المسعودی ۵۶/۱۔ نہ قائل کا پتہ ہے نہ سند کا)۔

[1] الانبیاء۔ ۵۲ تا ۵۴ — [2] الشعراء۔ ۶۹ تا ۸۲

[3] الانبیاء ۵۵ تا ۵۷ — [4] الانعام۔ ۷۴

جب ابراہیم علیہ السلام بالغ ہوئے تو انہوں نے صرف اللہ کی عبادت کی دعوت دی۔ بادشاہ نمرود نے انہیں قید کر دیا۔ وہ سات سال قید میں رہے۔ پھر بادشاہ نے انہیں آگ میں ڈال دیا (طبری ۲۱۸/۱۔ ہشام بن محمد نے اسے اپنے باپ سے روایت کیا۔ ہشام کذاب ہے)۔

قوم کو تبلیغ کر رہے تھے کہ دفعتاً ان کی نظر ایک ستارہ پر جا پڑی۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کے ضمیر کو جھنجھوڑنے کے لئے ان سے برجستہ ایک سوال کیا۔ انہوں نے اپنی قوم سے پوچھا: بتاؤ کیا یہ میرا رب ہے؟ پھر تھوڑی دیر گذری تھی کہ وہ تارا غروب ہوگیا تو اپنی قوم سے فرمایا: میں زوال پذیر اشیاء کو پسند نہیں کرتا۔ یہ میرا رب ہونے کے قابل نہیں ہیں۔ اسی اثناء میں انہیں چاند چمکتا ہوا نظر آیا تو قوم سے پھر سوال کیا: کیا یہ میرا رب ہے؟ ابھی زیادہ وقت نہیں گذرا تھا کہ وہ بھی غروب ہوگیا۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: میں اسے رب نہیں سمجھتا۔ یہ رب ہونے کے قابل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے گمراہی سے بچا لیا۔ اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ دیتا تو میں بھی گمراہ ہو جاتا اور زوال پذیر اشیاء کو رب سمجھ بیٹھتا۔ پھر اسی دن یا کسی اور دن انہیں دوران تبلیغ سورج چمکتا ہوا نظر آیا تو اپنی قوم سے پوچھا: کیا یہ میرا رب ہے؟ یہ تو چاند، تاروں سے بڑا بھی ہے۔ قوم کے لوگ کیا جواب دیتے۔ ان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ بالآخر جب سورج بھی غروب ہوگیا تو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ہی فرمایا: اے میری قوم میں ان تمام چیزوں کی پرستش سے جن چیزوں کو تم نے اللہ کا شریک بنا رکھا ہے بیزار ہوں۔ میں نے تو اپنا منہ کلیتاً اس ہستی کی طرف موڑ لیا ہے جو آسمانوں کا اور زمین کا خالق ہے۔ میں اسی کا ہوگیا ہوں۔ میں مشرک نہیں ہوں۔ قوم کے لوگ اپنے شرک کے معقول دلائل تو دے نہ سکے، کٹ حجتی کرنے لگے۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: تم مجھ سے اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں جھگڑا کر رہے ہو، کیا اللہ تعالیٰ کی توحید سے بھی کسی کو انکار ہوسکتا ہے۔ قوم کے لوگوں نے کہا: ایسی باتیں نہ کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے یہ معبود تمہیں کوئی نقصان پہنچا دیں۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مجھے اللہ تعالےٰ نے ہدایت دی ہے۔ وہی میرا راہبر ہے۔ نفع و نقصان اس کے ہاتھ میں ہے۔ میں تمہارے شریکوں سے نہیں ڈرتا وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے البتہ جو نقصان اللہ تعالیٰ پہنچانا چاہے تو وہ پہنچا سکتا ہے۔ میں تمہارے شریکوں سے کیوں ڈروں جبکہ وہ نفع و نقصان کے مالک ہی نہیں۔ ڈرنے کے لائق تو اللہ تعالیٰ ہے کہ وہ نفع و نقصان کا مالک ہے اور جب چاہے نقصان پہنچا سکتا ہے۔ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم اس کے ساتھ دوسروں کو شریک بناتے ہو حالانکہ تمہارے اس فعل کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ تم بے دلیل اس کے ساتھ شرک کر رہے ہو تو ایسی صورت میں عذاب سے امن میں رہنے کا کون زیادہ حق دار ہے۔ امن میں رہنے اور منزل مقصود پر پہنچنے کے تو وہی حقدار ہیں جو ایمان لانے کے بعد اپنے ایمان کو شرک سے ملوث نہیں کریں۔ کیونکہ تم شرک کر رہے ہو لہٰذا تم عذاب سے قطعاً امن میں نہیں رہ سکتے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور شرک سے باز آجاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب اچانک تم پر نازل ہو جائے۔ الغرض اللہ تعالےٰ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے دلائل و براہین کا الہام کیا کہ ان کی قوم ان دلائل و براہین کا جواب دینے سے عاجز ہوگئی[1]

---

[1] الانعام - ۷۵ تا ۸۴

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قوم کو مسلسل تبلیغ کرتے رہے۔ ایک دن انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم، صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرتے رہو۔ اسی میں تمہاری بہتری ہے۔ تم بتوں کو پوجتے ہو اور ان کے متعلق تم نے جھوٹے قصے بنا رکھے ہیں۔ ان کے نفع و نقصان پہنچانے کے تمام واقعات محض افسانہ ہیں۔ ان کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ جن چیزوں یا لوگوں کی تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ پرستش کرتے ہو انہوں نے نہ کبھی کسی کو نفع پہنچایا اور نہ پہنچا سکتے ہیں۔ تم سمجھتے ہو کہ یہ تمہیں روزی دیتے ہیں حالانکہ ان کو تمہیں روزی دینے کا مطلق اختیار نہیں۔ روزی تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے، اسی سے روزی طلب کرو۔ وہی روزی دیتا ہے اسی کی عبادت کرو، اسی کا شکر ادا کرو، اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔ وہی تمہیں سزا یا جزا دیگا۔ ان دلائل کے بعد بھی اگر تم جھٹلاؤ تو تم سے پہلے بھی بہت سی امتیں اپنے نبیوں کو جھٹلا چکی ہیں، پھر دیکھ لو ان کا کیا انجام ہوا۔ رسول کا فرض تو بس اتنا ہی ہے کہ وہ واضح طور پر اللہ تعالیٰ کا پیغام قوم کو پہنچا دے۔ آخر اللہ تعالیٰ کی توحید ماننے سے تمہیں کیوں انکار رہے؟ کیا تم نہیں دیکھتے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پہلی بار پیدا کیا ہے تو پھر اسی طرح وہ دوبارہ بھی پیدا کردے گا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے بالکل آسان ہے۔ ذرا زمین میں سیر کر کے دیکھو کہ کس طرح اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ ہی اس کو دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ دوبارہ پیدا کرنا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔ وہ یقیناً تمہیں دوبارہ پیدا کرے گا۔ پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر وہ جس کو چاہے گا سزا دے گا اور جس پر چاہے گا رحم کرے گا۔ تم زمین اور آسمان میں کہیں بھی اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ اس کے سوا تمہارا نہ دنیا میں کوئی کارساز اور مددگار ہے اور نہ آخرت میں کوئی کارساز اور مددگار ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار نہ کرو۔ جو لوگ انکار کریں گے تو سمجھ لو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہو گئے۔ ان کے لئے دردناک عذاب کے سوا اور کیا ہو گا۔ قوم کو اس قدر سمجھانے کے باوجود قوم نے جو جواب دیا وہ یہ تھا کہ ان کو قتل کردو یا انہیں آگ میں جلا دو۔ ؎۱

ایک دن ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کو ایک اور طریقہ سے سمجھانے کی کوشش کی۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے میری قوم یہ بت پرستی جو تم کر رہے ہو یہ تمہاری آپس کی محبت و مروّت کا نتیجہ ہے۔ تم ایک دوسرے کا لحاظ کرتے ہو اور بت پرستی چھوڑ کر کوئی کسی کو ناراض کرنا نہیں چاہتا۔ تمہاری یہ دوستی دنیا کی زندگی تک ہی ہے۔ قیامت کے روز تم ایک دوسرے کے مخالف ہو جاؤ گے، ایک دوسرے پر لعنت کرو گے۔ اس دن تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہو گی اور تمہیں کہیں سے مدد نہ مل سکے گی۔ اس دن کے آنے سے پہلے ہوش میں آجاؤ اور لحاظ و مروّت کو بالائے طاق رکھ کر آخرت کی فکر کرو اور ایمان لے آؤ۔ ؎۲

؎۱ العنکبوت - ۱۶ تا ۲۴ ؎۲ العنکبوت - ۲۵

باپ سے علیحدگی

ایک دن ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے باپ آزر سے کہا: اے میرے والد کیا آپ بتوں کو الٰہ سمجھتے ہیں۔ میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ آپ اور آپ کی قوم کھلی گمراہی میں ہے۔ اے میرے والد، آپ کیوں ان بتوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ کچھ سنتے ہیں اور نہ کچھ دیکھتے ہیں اور نہ آپ کے کچھ کام آسکتے ہیں۔ اے ابّاجان، میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ علم آیا ہے جس سے آپ نابلد ہیں لہذا آپ میری پیروی کریں، میں آپ کو سیدھا راستہ دکھاؤں گا، آپ منزل مقصود پر پہنچ جائیں گے۔

اے اباجان۔ بت پرستی تو دراصل شیطان پرستی ہے آپ شیطان کا کہنا نہ مانیئے وہ تو رحمٰن کا نافرمان ہے ہی، وہ آپ کو بھی رحمٰن کا نافرمان بنا رہا ہے۔ اے اباجان، میں تو ڈرتا ہوں کہ کہیں آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے کسی عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں اور پھر ہمیشہ کے لئے جہنم میں شیطان کے ساتھی بن جائیں۔ آزر نے کہا: اے ابراہیم کیا تم میرے معبودوں سے بے رغبتی کرتے ہو۔ اگر تم اس روش سے باز نہ آئے تو میں تمہیں سنگسار کر دوں گا۔ اگر تم خیر چاہتے ہو تو مجھ سے دور ہو جاؤ۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا، سلام علیک، میں جا رہا ہوں لیکن آپ کے لئے اپنے رب سے دعائے مغفرت کروں گا۔ وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔ میں آپ کو اور جن جن کو آپ اللہ تعالےٰ کے علاوہ پکارتے ہیں سب کو چھوڑ چکا ہوں۔ میں تو بس اپنے رب کو پکاروں گا، امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر خیر سے محروم نہیں رہوں گا۔ یہ کہہ کر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے باپ کو چھوڑ کر چل دیئے[1]

ایک دن قوم کے ایک مجمع سے جس میں ان کا باپ بھی موجود تھا انہوں نے پھر خطاب کیا۔ انہوں نے کہا: یہ تم کیا پوجتے رہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ یہ الٰہ تم نے کیسے بنا رکھے ہیں۔ اللہ رب العالمین کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا وہ بھی ان بتوں کی طرح بے بس اور بے اختیار ہے؟ اگر نہیں ہے تو پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ قوم کے لوگ انہیں کہیں لے جانے لگے تو انہوں نے ایک نظر ستاروں پر ڈالی اور کہہ دیا کہ میں بیمار ہوں۔ قوم کے لوگ سمجھے کہ ستارے دیکھ کر انہوں نے معلوم کر لیا کہ وہ بیمار ہونے کو ہیں حالانکہ انہوں نے توریہ کیا تھا۔ وہ اپنی قوم کی تکذیب کی وجہ سے ایک قسم کی روحانی صدمہ سے دوچار تھے اور یہی ان کی بیماری تھی۔ قوم کے لوگ ان کے توریہ کو سمجھ نہ سکے۔ وہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جسمانی طور پر بیمار سمجھے اور وہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام مندر میں چلے گئے اور ان بتوں سے کہنے لگے یہ چڑھاوے کا کھانا جو تمہارے سامنے رکھا ہے اسے کھاتے کیوں نہیں؟ کیا بات ہے تم بولتے کیوں نہیں؟ پھر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے داہنے ہاتھ سے ان کو مارنا شروع کر دیا یہاں تک کہ ان کو ریزہ ریزہ کر دیا البتہ بڑے بت کو چھوڑ دیا تاکہ وہ لوگ جب آئیں تو اس سے رجوع کریں اور اس سے پوچھ گچھ کریں۔

---

[1] مریم - ۴۲ تا ۴۸

الغرض جب کافر مندر میں آئے تو بتوں کو ریزہ ریزہ دیکھ کر کہنے لگے : جس شخص نے ہمارے بتوں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے وہ بڑا ظالم ہے۔ ان میں سے بعض لوگوں نے کہا : وہ نوجوان جس کو ابراہیم کہتے ہیں ہم نے اس کو ان کے متعلق کچھ کہتے ہوئے سنا تھا، یہ ضرور اسی کی حرکت ہے۔ لوگوں نے کہا: اس کو تمام لوگوں کے سامنے لاؤ تاکہ وہ جو کچھ کہے سب لوگ اس پر گواہ ہوں۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا : اے ابراہیم، ہمارے ان معبودوں کے ساتھ یہ حرکت تم نے کی ہے۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا : اس بڑے بت نے یہ حرکت کی ہے، اگر یہ بت بولتے ہیں تو انہی سے پوچھ لو کہ تمہیں کس نے توڑا ہے۔ یہ سن کر انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہنے لگے ظالم تو تم ہی لوگ ہو کہ ان بے بس اور بے اختیار بتوں کی پرستش کرتے ہو۔ اس اعتراف کے بعد وہ پھر اپنی ضد پر آ گئے۔ کہنے لگے اے ابراہیم تم جانتے ہو کہ یہ بولتے نہیں تو ہم ان سے کیسے پوچھ سکتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلوٰۃ والسلام نے کہا : کیا تم ایسی چیزوں کو پوجتے ہو جن کو تم خود تراش تراش کر بناتے ہو۔ یہ تمہارے بنائے ہوئے بت ہیں اور اللہ تعالیٰ کی وہ ہستی ہے کہ تم نے اس کو نہیں بنایا بلکہ اس نے تم کو بنایا ہے۔ وہ تمہارا ہی خالق نہیں ہے بلکہ تمہارے ان بتوں کا بھی خالق وہی ہے۔ تم خالق کو چھوڑ کر مخلوق کی پرستش میں لگ گئے ہو۔ تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہو جو نہ تمہیں فائدہ پہنچا سکتی ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ افسوس ہے تم پر بھی اور ان پر بھی جن کی تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ پرستش کرتے ہو۔ قوم کے لوگوں کے پاس جواب تو کچھ تھا نہیں کہنے لگے اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے تو ایک آتش کدہ بناؤ اس میں ان کو ڈال کر جلا دو یا انہیں قتل کر دو اور اس طرح اپنے معبودوں کی مدد کرو۔ الغرض وہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نقصان پہنچانے کی تدبیروں میں مصروف ہو گئے۔[1]

لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایمان لانا

تقریباً اسی زمانہ میں لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام ایمان لائے اور ان کی رسالت کی تصدیق کی[2]

لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کچھ اور لوگ بھی ایمان لائے۔ ایسی حالت میں کہ قوم ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نقصان پہنچانے کی تدبیروں میں مصروف تھی انہوں نے قوم کو فیصلہ کن جواب دے کر مایوس کر دیا[3]

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مؤمنین نے کہا ہم تم سے بیزار ہیں اور تمہارے ان معبودوں سے بھی بیزار ہیں جن کو تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ پوجتے ہو۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کھلم کھلا

---

[1] الانبیاء - ۵۸ تا ۶۸ والعنکبوت - ۲۴
[2] العنکبوت - ۲۶
[3] الممتحنۃ - ۴

عداوت قائم ہو چکی ہے اور یہ دشمنی اس وقت تک قائم رہے گی جب تک تم اللہ اکیلے پر ایمان نہ لاؤ۔ گفتگو کے دوران ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے باپ سے بھی خطاب کیا انہوں نے فرمایا: اے میرے باپ، میں آپ کے لئے ضرور استغفار کروں گا لیکن میں آپ کے لئے کسی قسم کا اختیار نہیں رکھتا۔ اختیار تو بس اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔

اپنے باپ کو خطاب کرنے کے بعد ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا مانگی: اے ہمارے رب، ہم نے تجھ پر توکل کیا، ہم تیری طرف رجوع کرتے ہیں۔ تیری ہی طرف ہمیں لوٹ کر واپس آنا ہے۔ اے ہمارے رب ہمیں کافروں کے ظلم و تشدد کا تختۂ مشق نہ بنا، اے ہمارے رب ہمیں معاف کر دے بے شک تو زبردست اور حکمت والا ہے۔ [1]

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بادشاہ کے محل میں

تبلیغ آخری مراحل پر پہنچ چکی تھی۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بادشاہ کے محل میں پہنچ گئے۔ بادشاہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ان سے جھگڑنے لگا۔ کہنے لگا تمہارا رب کون ہے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: میرا رب اللہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے۔ بادشاہ نے کہا: یہ کام تو میں بھی کرتا ہوں، میں زندہ بھی کرتا ہوں اور موت بھی دیتا ہوں۔ جس کو چاہتا ہوں زندہ رہنے دیتا ہوں اور جس کو چاہتا ہوں قتل کر دیتا ہوں۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے، آپ مغرب سے نکال کر دکھائیے۔ بادشاہ کی سمجھ میں کوئی جواب نہیں آیا اور وہ مبہوت ہو کر رہ گیا لیکن پھر بھی ایمان نہیں لایا۔ [2]

پوری قوم تو پہلے ہی سے مخالف تھی، اب بادشاہ بھی مخالف ہو گیا۔ الغرض ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگ میں ڈال دیا گیا۔ چھپکلی پھونک مار کر آگ کو دہکا رہی تھی [3]

چھپکلی کے علاوہ دوسرے جانور آگ بجھا رہے تھے۔ [4]

---

[1] الممتحنۃ - ۴ و ۵

[2] البقرۃ - ۲۵۸

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الٰہ کی تلاش میں نمرود ایک تابوت میں بیٹھا جس کے آگے چار باز جوتے گئے تھے۔ وہ آسمان پر پہنچا، اس نے دیکھا کہ پہاڑ چیونٹی کی طرح چل رہے ہیں وغیرہ وغیرہ (طبری ۲۰۳/۱- یہ روایت جھوٹی ہے۔ ایک راوی السدی ہے جو کذاب ہے)۔ اسی قسم کی ایک روایت حضرت علی سے بھی مروی ہے (طبری ۲۰۴/۱۔ اس کی سند کا ایک راوی عبدالرحمن بن دانیال ہے جس کا نام صرف کتاب الجرح والتعدیل میں ہے لیکن نہ جرح ہے نہ تعدیل۔ دوسرا راوی محمد بن ابی عدی ہے جس کا حال نہیں ملا۔ مزید برآں یہ روایت موقوف ہے)۔

نمرود نے دو آدمیوں کو بلایا جن کے قتل کا وہ فیصلہ کر چکا تھا۔ ایک کو اس نے معاف کر دیا اور دوسرے کو قتل کر دیا گویا (جس کو معاف کر دیا) اسے زندہ کر دیا اور (جس کو قتل کر دیا) اسے مار دیا (البدایہ ۱۴۸/۱ یہ محض بے سند اقوال ہیں)

[3] الانبیاء - ۶۸ و والصّٰفّٰت - ۹۷ و ۹۸ - صحیح بخاری کتاب بدء الخلق ۱۰۱/۲

[4] ابن ماجۃ ابواب الذبائح باب قتل الوزغ ۲/۲۹۵ و احمد و ابن حبان۔ سندہ صحیح۔ صحیح الجامع الصغیر للالبانی ۲۰۳/۱)

مینڈک بھی آگ بجھا رہا تھا [1]

جب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگ میں ڈالا گیا تو انہوں نے کہا: اے اللہ تو آسمان میں واحد ہے، میں زمین میں تیری عبادت کرنے والا واحد (بندہ) ہوں [2]

اللہ تعالیٰ نے آگ سے فرمایا: اے آگ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔ آگ ٹھنڈی ہو گئی۔ قوم کی تدبیر بیکار گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگ سے بچا لیا [3]

---

[1] مصنف عبدالرزاق کتاب المناسک باب ما یقتل فی الحرم ۴/۴۴۶ - سندہ صحیح -

[2] البدایہ ۱/۱۴۹، تفسیر ابن کثیر ۳/۱۸۴ - سندہ صحیح -

بادشاہ نے دیکھا کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام آگ میں زندہ بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے پہلو میں ایک شخص بیٹھا ہے۔ بادشاہ نے پوچھا یہ کون ہے۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب دیا سایہ کا فرشتہ ہے (طبرانی ۱/۱۶۹ - یہ مجاہد کا قول ہے)۔

نمرود نے کہا: اے ابراہیم تمہارا رب ہی واقعی رب ہے (طبری ۱/۱۷۰ - یہ روایت موقوف ہے۔ نمرود نے کہا جو شخص اللہ بنائے تو وہ ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے اللہ کے مثل اللہ بنائے (یعقوبی ۱/۲۴ - یہ روایت بے سند ہے)۔

جبریل علیہ السلام نے پوچھا: اے ابراہیم، کسی چیز کی ضرورت ہے۔ فرمایا: تم سے نہیں مانگتا (طبری ۱/۱۷۰ - یہ معتمر کے کسی ساتھی کا قول ہے)۔

آگ نے کسی چیز کو نہیں جلایا سوائے رسیوں کے (جن سے وہ باندھے گئے تھے) (طبرانی ۱/۱۷۰ - یہ ابو سلیمان کا قول ہے)

بادشاہ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے شہر سے نکال دیا۔ جب وہ نکلے تو شہر کے دروازے پر ان کو لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام ملے۔ لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی وقت ایمان لے آئے (طبری ۱/۲۰۳ - اس کا راوی السدی کذاب ہے۔ الغرض یہ روایت جھوٹی ہے)۔

لوگ نمرود بادشاہ کے ہاں سے کھانا لایا کرتے تھے۔ وہ ہر ایک سے پوچھتا تھا تمہارا رب کون ہے۔ لوگ کہتے تھے: آپ (ہمارے رب ہیں)۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی کھانا لینے گئے اس نے وہی سوال کیا۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب دیا میرا رب وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ نمرود نے ان کو بغیر کھانے کے واپس کر دیا۔ انہوں نے اپنے برتن لا کر گھر میں رکھ دئے۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سو گئے۔ بیوی نے برتن کو کھولا تو اس میں بہت عمدہ کھانا تھا۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا یہ کھانا کیسا ہے۔ بیوی نے کہا یہ وہی کھانا ہے جو آپ لے کر آئے ہیں۔ وہ سمجھ گئے یہ کھانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے..... اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کی ناک میں ایک مچھر داخل کر دیا۔ چار سو سال تک اس کے سر پر ہتھوڑے مارے جاتے رہے۔ بالآخر وہ مر گیا (طبری ۱/۲۰۲ - یہ زید بن اسلم کا قول ہے)۔

[3] الانبیاء - ۶۹ و ۷۰ والعنکبوت - ۲۴

جب کوئی عورت بیمار ہو جاتی تو وہ نذر مانتی تھی کہ اگر میں اچھی ہو گئی تو میں ضرور ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلانے کے لئے لکڑی دوں گی۔ وہ آگ اتنی تیز تھی کہ اس کے اوپر سے اڑنے والا پرندہ جل جاتا تھا (طبری ۱/۱۶۹ - یہ السدی کا بیان ہے اور وہ کذاب ہے)۔

جب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام آگ سے زندہ سلامت بچ کر نکل آئے تو دریائے فرات کو پار کرنے کے بعد ان کی زبان سریانی سے عبرانی ہو گئی۔ نمرود نے ان کے گرفتار کرنے کے لئے آدمی بھیجے۔ وہ عبرانی میں بات کرتے تھے لہٰذا گرفتار کرنے والے انہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ (طبری ۱/۲۱۸ - یہ روایت موقوف ہے۔ اس کا روایت کرنے والا ہشام بن محمد ہے۔ وہ کذاب ہے لہٰذا یہ روایت جھوٹی ہے)۔

جب اللہ تعالیٰ نے کہا: اے آگ ٹھنڈی ہو جا تو ساری زمین پر آگ بجھ گئی (المسعودی ۱/۵۷ - نہ قائل کا پتہ ہے اور نہ سند ہے)۔

اگر اللہ تعالیٰ "وَسَلَامًا عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ" نہ فرماتا تو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کی ٹھنڈک سے تکلیف پہنچتی (البدایہ ۱/۱۴۶ - یہ روایت موقوف ہے اور بے سند ہے)۔

جبریل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا: کیا کوئی حاجت ہے۔ فرمایا تم سے کوئی حاجت نہیں (البدایہ ۱/۱۴۶ - نہ قائل کا نام ہے اور نہ سند ہے)۔

جب ان کو آگ میں ڈالا گیا تو انہوں نے کہا: "حسبنا اللہ ونعم الوکیل" (صحیح بخاری کتاب التفسیر ابواب تفسیر =

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجرت

الغرض جب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام قوم سے مایوس ہوگئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہجرت کا ارادہ کیا۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: میں اپنے ہی رب کی طرف ہجرت کر رہا ہوں، وہی میری رہنمائی فرمائے گا کہ میں ہجرت کر کے کس طرف جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی رہنمائی فرمائی اور انہیں مع لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ملک میں پہنچا دیا جس ملک میں اقوامِ عالم کے لیئے برکتیں رکھی گئی تھیں ۔[1]

سفرِ ہجرت کا ایک واقعہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (اپنی زوجہ) حضرت سارہ کے ساتھ ہجرت کی، وہ ان کو لے کر ایسی آبادی میں پہنچے جہاں بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ، ظالم حکمرانوں میں سے ایک ظالم حکمران رہتا تھا۔ اس سے بیان کیا گیا کہ ابراہیم یہاں ایک خوبصورت عورت لے کر آئے ہیں۔ اُس نے آپ کے پاس ایک آدمی بھیجا۔ اس نے دریافت کیا کہ اے ابراہیم یہ عورت تمہارے ساتھ کون ہے۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میری بہن ہے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام لوٹ کر سارہ کے پاس گئے اور کہا میری بات کو جھوٹا نہ کرنا میں نے ان لوگوں کو بتایا ہے کہ تم میری (مؤمن) بہن ہو، اللہ کی قسم اس زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مؤمن نہیں۔ پھر انہوں نے حضرت سارہ کو بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔ وہ بادشاہ حضرت سارہ کے پاس گیا۔ وہ کھڑی ہوئیں اور (فوراً) وضوء کر کے نماز پڑھنے لگیں اور دعاء کی کہ اے اللہ، اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور اپنے شوہر کے علاوہ میں نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی ہے تو مجھ پر اس کافر کو مسلط نہ کر۔ وہ بادشاہ زمین پر گر کر خرّاٹے لینے لگا یہاں تک کہ پاؤں زمین پر رگڑنے لگا۔ حضرت سارہ نے کہا کہ یا اللہ اگر یہ مرجائے گا تو لوگ کہیں گے کہ اسی عورت نے اس بادشاہ کو قتل کیا ہے۔ الغرض بادشاہ کی وہ حالت دور ہوگئی تو پھر ان کی طرف اٹھا حضرت سارہ کھڑی ہوئیں وضوء کر کے نماز پڑھنے لگیں پھر دعاء کی کہ اے میرے اللہ، اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور میں نے بجز اپنے شوہر کے سب سے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی ہے تو اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ کر۔ وہ پھر زمین پر گر کر خراٹے لینے لگا یہاں تک کہ پاؤں رگڑنے لگا۔ سارہ نے کہا اے اللہ اگر یہ مرگیا تو لوگ کہیں گے کہ اس عورت نے اس کو قتل کیا۔ اس کی وہ حالت جاتی رہی۔ بادشاہ نے دوسری یا تیسری بار کہا اللہ کی قسم تم نے میرے پاس ایک شیطان کو بھیجا ہے۔ اس کو ابراہیم کے پاس لے جاؤ اور آجر (ہاجرہ) ان کو دے دو۔ وہ لوٹ کر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس گئیں تو کہا کہ آپ نے دیکھا کہ اللہ نے کافر کو کیسا ذلیل کیا اور ایک

= آلِ عمران باب امنہ تعاشا جزء ۳ ص۴۶ ۔ یہ روایت موقوف ہے)۔

[1] العنکبوت - ۲۶ و والصّٰفّٰت - ۹۹ و الانبیآء - ۷۱

لڑکی خدمت کے لئے دلوائی ؎۱

ختنہ کرنا | جب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس جگہ پہنچے جسے قدوم کہتے ہیں تو انہوں نے اسّی سال کی عمر میں اپنی ختنہ کی ؎۲

اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش اور ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک زبردست آزمائش

ہجرت کے بعد ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہ الٰہی میں ایک لڑکے کے لئے دعاء کی۔

اللہ تعالےٰ نے دعاء قبول فرمائی اور انہیں ایک بردبار لڑکے کی بشارت دی۔ الغرض لڑکا پیدا

؎۱ صحیح بخاری کتاب البیوع باب شراء المملوک من الحربی وھبتہ وعتقہ جزء ۳ صفحہ ۱۰۵ وصفحہ ۱۰۶ وروی مسلم نحوہٗ فی باب من فضائل ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ۳۴۴/۲)

جب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بابل سے شام کو ہجرت کی تو حضرت سارہ ان کے پاس آئیں اور شادی کی خواہش ظاہر کی۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے شادی کرلی۔ پھر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام حرّان میں رہے پھر اُردن میں رہے، پھر مصر چلے گئے، وہاں سے پھر شام لوٹ آئے۔ وہاں انہوں نے مسجد بنائی۔ لوگوں نے انہیں تکلیف پہنچائی تو وہ رملہ اور ایلیا کے درمیان قیام پذیر ہوگئے۔ وہاں وہ بہت مالدار ہوگئے، نوکر چاکر بھی بہت ہوگئے۔ سب سے پہلے انہوں نے مہمان کی ضیافت کی، سب سے پہلے انہوں نے بڑھاپا دیکھا۔ انہوں نے اپنی تیسری بیوی کے لڑکوں کو مختلف شہروں میں آباد کردیا۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چوتھی شادی حجور سے کی۔ اس سے پانچ لڑکے ہوئے (طبری ۲۱۸ و ۲۱۹/۱۔ یہ سارا بیان ہشام بن محمد کا ہے جو کذاب ہے)۔

اگر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت سارہ کو اپنی بیوی بتاتے تو بادشاہ انہیں قتل کرادیتا (طبری ۱۱۱/۱۔ یہ السدی کا قول ہے اور السدی کذاب ہے)۔

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سارہ سے نکاح کیا۔ وہ بادشاہ حران کی لڑکی تھیں اور اپنی قوم کے مذہب پر طعن کرتی تھیں (البدایہ ۱۵۰/۱۔ یہ السدی کا قول ہے جو کذاب ہے)۔

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی حقیقی بھتیجی سارہ سے نکاح کیا (البدایہ ۱۵۰/۱۔ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ نہ قائل کا پتہ ہے اور نہ سند کا)۔

حضرت سارہ نے حضرت ہاجرہ کو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہبہ کردیا۔ ان سے حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے۔ حضرت سارہ سے حضرت اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے۔ ایک دن دونوں بھائی آپس میں لڑنے لگے۔ حضرت سارہ کو حضرت ہاجرہ پر غصہ آیا اور ان کو (گھر سے) نکال دیا۔ پھر بلایا پھر نکال دیا، پھر بلایا اور قسم کھائی کہ ان کا کوئی عضو کاٹ دوں گی: ناک یا کان۔ پھر کہنے لگیں نہیں میں ان کو ختنہ کردوں گی۔ الغرض انہوں نے ان کی ٹانگیں کاٹ دیں۔ حضرت ہاجرہ نے خون چھپانے کے لئے دامن کو لٹکایا۔ بس یہی وجہ ہے کہ عورتیں ختنہ کرتی ہیں (طبری ۱۷۸/۱۔ یہ روایت جھوٹی ہے۔ سند میں السدی کذاب ہے)

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہجرت کے بعد فلسطین کے مقام سبع میں مقیم ہوگئے۔ انہوں نے وہاں ایک کنواں کھودا اور ایک مسجد بنائی۔ اس کنویں کا پانی جاری تھا۔ جب وہاں کے لوگوں نے تکلیف پہنچائی تو وہ وہاں سے چلے آئے۔ کنویں کا پانی جذب ہوگیا۔ سبع کے باشندے نادم ہوئے اور ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچکر واپس آنے کے لئے کہا۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انکار کردیا وغیرہ وغیرہ (طبری ۱۷۴/۱۔ یہ ایک تابعی کا قول ہے)۔

؎۲ صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب قول اللہ تعالیٰ واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا ۴۷۰/۱ وصحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ۲۴۲/۲)

ہوا تو انہوں نے اس لڑکے کو مع اس کی والدہ کے کعبہ کے قریب مکہ معظمہ کی بے آب وگیاہ وادی میں لے جاکر آباد کیا اور پھر اس طرح دعاء کی : اے میرے رب، اس شہر کو ہمیشہ کے لئے امن کا گہوارہ بنا دے اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پوجا سے بچا۔ اے میرے ربّ ان بتوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا تو ایسے لوگوں سے میرا کوئی تعلق نہیں البتہ جو شخص میری پیروی کرتا ہے اس کا مجھ سے تعلق ہے اور جو میری نافرمانی کرتا ہے تو اس کے متعلق تو ہی فیصلہ کرنے والا ہے اور تو بڑا بخشنے والا اور بہت مہربان ہے۔ اے ہمارے رب میں نے اپنے بیٹے کو تیرے محترم گھر کے قریب اس بے آب وگیاہ وادی میں لاکر آباد کیا ہے، اے ہمارے رب میں نے اس کو اس لئے یہاں لاکر آباد کیا ہے کہ یہ اور اس کی اولاد وغیرہ تیرے گھر کو آباد کریں، یہاں نماز پڑھتے رہیں۔ اے ہمارے رب، لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے تاکہ وہ یہاں آباد ہوں اور تیرے گھر کو آباد کریں۔ اے ہمارے رب، ان کو کھانے کے لئے پھل مہیا فرما تاکہ یہ لوگ تیری اس نعمت غیر مترقبہ کے ملنے پر تیرا شکر ادا کریں۔ اے ہمارے رب، تو جانتا ہے کہ اپنے بیٹے کو یہاں لاکر آباد کرنے سے میرا کیا مقصد ہے اور میری کیا نیت ہے، تجھے اس چیز کا بھی علم ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور اس چیز کا بھی علم ہے جو ہم ظاہر کرتے ہیں [1]

صفا اور مروہ پہاڑیوں کی اس بے آب وگیاہ وادی میں نہ پانی تھا اور نہ کھیتی۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ بچہ پیاسا ہوا تو ان کی والدہ نے صفا اور مروہ کے مابین پانی کی تلاش میں دوڑ دوڑ کر سات چکر لگائے لیکن پانی کہیں دکھائی نہ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے وہیں زمزم کے مقام پر پانی نکال دیا۔ بچہ کی والدہ نے پانی کو روکنے کے لئے ایک منڈیر بنا دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ان پر رحم کرے اگر وہ منڈیر نہ بنائیں تو وہ پانی کا ایک چشمہ جاری بن جاتا [2]

---

[1] والصّٰفّٰت۔ ۹۹ تا ۱۰۱ وابراہیم۔ ۳۵ تا ۳۸
جب حضرت ہاجرہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو حضرت سارہ کو غیرت آئی۔ انہوں نے کہا: ان کو اور ان کے لڑکے کو میرے پاس سے نکال دو۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں نکال دیا اور ان کو مسجد الحرام کے قریب آباد کر دیا۔ (یعقوبی ۱/۲۵۔ نہ قائل کا پتہ ہے اور نہ کوئی سند ہے)۔
ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح خطاب کیا: اے دو ذبیحوں کے فرزند۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔ لوگوں نے پوچھا: دو ذبیح کون کون ہیں۔ فرمایا: عبدالمطلب نے چاہ زمزم کی صفائی کرائی تو نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے یہ کام آسانی سے کرا دیا تو اپنے ایک بیٹے کو ذبح کر دوں گا۔ چاہ زمزم کی صفائی کے بعد قرعہ میں آپ کے والد کا نام نکلا۔ ان کے فدیہ میں سو اونٹ ذبح کئے گئے۔ دوسرے (ذبیح) اسماعیل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہیں (طبری ۱/۱۸۵۔ بعض راویوں کا حال نہیں ملتا لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے)۔

[2] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب یزفون النسلان فی المشی ۴/۱۰۳ و ۱۰۴
جب اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیاس لگی تو انہوں نے اپنی انگلی سے زمین کو کریدا۔ وہاں سے زمزم چشمہ نکل آیا۔ (طبری ۱/۱۸۰۔ یہ روایت موقوف ہے)۔

کچھ عرصہ بعد کچھ لوگوں کا ادھر سے گذر ہوا۔ انہوں نے بچّہ یعنی اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ سے وہاں رہنے کی اجازت طلب کی۔ انہوں نے بخوشی اجازت دے دی کیونکہ وہ انسانوں کی ہمسائیگی کی بہت خواہشمند تھیں [1]۔

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی بیوی اور اپنے بچّے اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وقتاً فوقتاً ملنے آیا کرتے تھے۔ جب اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑے ہوئے اور ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ دوڑ دوڑ کر چلنے لگے تو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذبح کر رہے ہیں [2]۔

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس خواب کا ذکر اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں، بتاؤ تمہاری اس سلسلہ میں کیا رائے ہے۔ اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام فوراً سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیا ہے کہ وہ انہیں اس کی راہ میں قربان کر دیں۔ اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اے ابّا جان، جو حکم آپ کو ملا ہے اسے کر گذریئے، آپ مجھے انشاء اللہ صابرین میں سے پائیں گے۔ الغرض انہوں نے اپنے بیٹے اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیشانی کے بل لٹا دیا اور ذبح کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آواز دی اور فرمایا: اے ابراہیم، تم نے خواب کو سچّا کر دکھایا۔ تمہارا یہ امتحان بڑا سخت تھا، تم اس میں کامیاب ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بچا لیا اور ان کے بدلہ میں ایک بڑا ذبیحہ عطاء فرما کر اُسے ذبح کرایا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مزید انعام یہ دیا کہ آنے والی امّتوں میں ان کا ذکر خیر چھوڑ دیا اور وہ یہ کہ

---

[1] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب یزفّون النسلان فی المشی۔ ۴ ۱۷ د ۱۷۷/۴۔

[2] والصّٰفّٰت - ۱۰۲

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملنے کا اشتیاق ہوا انہوں نے حضرت سارہ سے اجازت لی۔ انہوں نے اس شرط پہ اجازت دی کہ براق سے اتریں نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ معظمہ پہنچے۔ حضرت ہاجرہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبیلہ جرہم کی ایک لڑکی سے شادی کر لی تھی۔

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت غریب تھے۔ ان کا ایک دوست تھا جو انہیں کچھ دے دیا کرتا تھا۔ ایک دن حضرت سارہ نے کہا: اپنے دوست سے کچھ لے آؤ۔ وہ دوست کے پاس گئے۔ دوست چھپ گیا۔ ابراہیم علیہ السلوٰۃ والسلام خالی واپس آتے ہوئے شرماتے۔ وہ ریت کے پاس سے گذرے۔ انہوں نے اپنی خرجی ریت سے بھر لی اور اُسے حضرت سارہ کے پاس روانہ کر دیا۔ وہ ریت عمدہ گیہوں میں تبدیل ہو گئی تھی۔ اس گیہوں کو انہوں نے بو دیا۔ الغرض پھر وہ بہت مالدار ہو گئے۔ ایک دن لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے ہاں آئے تو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو آدھا مال دے دیا۔ (طبری ۲۱۶ و ۲۱۷/۱۔ راوی السدّی ہے جو کذاب ہے)۔

جہاں ان کا ذکر آئے گا ان پر سلام بھیجا جاتے گا [1]

دوسرے بیٹے کی بشارت

ایک دن اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے چند فرشتے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئے اور انہیں سلام کیا۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلام کا جواب دیا، ان کی خاطر تواضع کی اور انہیں انسان سمجھ کر ان کے سامنے ایک بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت لاکر رکھ دیا۔ فرشتوں نے گوشت کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا تو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بُرا محسوس ہوا اور ان کی طرف سے خطرہ محسوس کیا (وہ سمجھے کہ یہ لوگ شاید نقصان پہنچانے آئے ہیں اس لئے کھانا کھا کر احسان مند ہونا نہیں چاہتے) ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا میں آپ سے خطرہ محسوس کرتا ہوں۔ فرشتوں نے کہا: آپ ڈریں نہیں، ہم تو فرشتے ہیں اس لئے کھانا نہیں کھا رہے۔ ہم تو آپ کو ایک علم والے لڑکے کی بشارت دینے آئے ہیں۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اس بڑھاپے میں کیا بشارت دے رہے ہو، اب لڑکا کیسے ہوگا فرشتوں نے کہا: ہم نے آپ کو سچی بشارت دی ہے، آپ ناامید نہ ہوں۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: میں اللہ کی رحمت سے ناامید تو نہیں ہوں، ناامید تو گمراہ لوگ ہوتے ہیں۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ

---

[1] والصّٰفّٰت - ۱۰۲ تا ۱۱۲

ابن عباسؓ اور بعض صحابیوں کا قول ہے کہ ذبیح اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں (طبری ۱۸۷ و ۱۹۱/۱۔ اس روایت میں السدّی کذاب ہے لہٰذا یہ روایت جھوٹی ہے)۔

اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایلیا سے دو میل دور ایک جگہ پر ذبح کیا۔ جب حضرت سارہ کو معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذبح کرنا چاہتے ہیں تو وہ دو دن بیمار رہیں اور تیسرے دن ان کا انتقال ہوگیا (طبری ۱/۱۸۵، یہ شعیب الجبائی کا قول ہے)۔

یہ مینڈھا وہی تھا جس کو ابن آدم (ہابیل) نے نذر کیا تھا۔ یہ مینڈھا جنّت میں چراکرتا تھا وہ پہاڑی بکرا تھا (طبری ۱۹۴ و ۱۹۵/۱ اس قسم کی کوئی روایت مرفوع نہیں)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی "وفدینا، بذبح عظیم" پھر آپ نے فرمایا: یہ اسحٰق ہیں (طبری ۱۸۵/۱۔ یہ روایت جھوٹی ہے۔ بنانے والا حسن بن دینار ہے)۔

حضرت عباسؓ کہتے ہیں: ذبیح اسحٰق ہیں (طبری ۱۸۵/۱۔ سند میں ابن یمان بدحافظہ ہے اور مبارک کثیرالخطا ہے)۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں: ذبیح اسحاق ہیں (طبری ۱۸۵/۱ و ۱۸۶/۱۔ اس قسم کی تمام روایتیں موقوف ہیں)۔

کعب، عبید بن عمیر، ابومیسرہ، ابن سابط، ابن ابی ہذیل اور مسروق کہتے ہیں کہ ذبیح اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں (طبری ۱۸۶ تا ۱۸۸/۱۔ کوئی روایت مرفوع نہیں ہے)۔

ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، عامر شعبی، یوسف بن مہران، مجاہد، حسن بصری اور محمد بن کعب القرظی کہتے ہیں ذبیح اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں (طبری جزء اوّل ۱۸۸ تا ۱۹۰۔ کوئی روایت مرفوع نہیں)۔

طبری نے بعض صحابیوں کی روایت سے اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذبح کی تفصیلات لکھی ہیں پھر بعض اہل علم سے اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذبح کی تفصیلات لکھی ہیں۔ انہی روایتوں میں شیطان کا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ہاجرہ کے پاس آنا مذکور ہے اور ان کا شیطان کو کنکریاں مارنے کا ذکر ہے۔ (طبری ۱۹۱ تا ۲۰۳/۱۔ ابن اسحٰق سے اوپر کوئی سند نہیں لہٰذا یہ تمام روایتیں لغو ہیں)۔

والسلام کی زوجہ محترمہ (حضرت سارہ) بھی وہاں آنکلیں۔ انہوں نے جو بشارت سنی تو ہنسنے لگیں۔ فرشتوں نے ان کو مخاطب کرکے اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے بیٹے یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیدا ہونے کی بشارت دی۔ حضرت سارہ نے اپنا منہ پیٹ لیا اور کہا: ہائے میری کم بختی، میرے ہاں اب بچہ ہوگا حالانکہ میں بوڑھی ہو چکی ہوں اور بانجھ بھی ہوں اور میرے شوہر بھی بوڑھے ہو چکے ہیں۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہوگی۔ فرشتوں نے کہا: تم اللہ کے کام پر تعجب کرتی ہو، تمہارے ہاں اسی حالت میں لڑکا ہوگا۔ اللہ جو چاہے کرسکتا ہے اور اے اہل بیت تم پر تو ہمیشہ سے اللہ کی بڑی رحمت اور برکت ہے، ایسی صورت میں تعجب کی کونسی بات ہے۔

جب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یقین ہوگیا کہ یہ فرشتے ہیں تو ان کا خوف جاتا رہا اور پوچھا: اب تم کو کیا مہم درپیش ہے۔ فرشتوں نے کہا: ہم لوط کی مجرم قوم کی طرف عذاب لے کر آئے ہیں۔ یہ سن کر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان فرشتوں سے لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کے متعلق جھگڑنے لگے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا: اے ابراہیم اب اس بات کو رہنے دو، کوئی فائدہ نہیں۔ تمہارے رب کا حکم آچکا ہے، اب عذاب آکر رہے گا، ٹل نہیں سکتا اور مزید مہلت نہیں دی جاسکتی[1]

قیامت کے دن مُردوں کا دوبارہ زندہ ہونا اور ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش

ایک دن ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: اے میرے رب، تو مجھے یہ دکھادے کہ تو مُردوں کو کس طرح زندہ کریگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تمہارا اس پر ایمان نہیں؟ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: ایمان تو ہے، میں تو صرف اطمینان قلبی کے لئے دیکھنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا: چار پرندے لو، ان کو اپنے سے ہلالو، پھر (ذبح کرکے) ان کے ٹکڑے کرو اور ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دو، پھر انہیں بلاؤ، وہ (زندہ ہوکر) تمہاری طرف دوڑتے ہوئے آئیں گے، اس طرح تمہیں اطمینان ہوجائے گا کہ دوبارہ پیدائش اس طرح ہوگی اور اے ابراہیم اس بات کو ذہن نشین کرلو کہ اللہ زبردست اور حکمت والا ہے، وہ سب کچھ کرسکتا ہے لیکن جو کچھ کرتا ہے

---

[1] ہود - ۶۹ تا ۷۶ و الحجر - ۵۲ تا ۵۸ و الذاریات - ۲۴ تا ۳۷

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرشتوں سے کہا: آپ کھاتے کیوں نہیں۔ فرشتوں نے کہا: ہم بغیر قیمت دئے نہیں کھاتے۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا اس کی قیمت یہ ہے کہ تم ابتداء میں اللہ کا نام لو اور آخر میں اس کی حمد بیان کرو۔ جبریل نے میکائیل کی طرف دیکھا اور کہا اسی وجہ سے اللہ نے انہیں اپنا خلیل بنایا ہے۔ سارہ نے کہا ہم تو بذات خود ان کی خدمت کر رہے ہیں اور یہ ہمارا کھانا نہیں کھاتے (طبری ۱/۱۷۵۔ یہ السدّی کا بیان ہے اور السدّی کذاب ہے)۔

حکمت کے ساتھ کرتا ہے [1]

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور امامت

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کئی باتوں میں بڑا سخت امتحان لیا (مثلاً بے آب وگیاہ وادی میں بیوی اور بچے کو چھوڑ جانا۔ اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذبح کرنا، ہجرت کرنا، آگ میں ڈالا جانا وغیرہ وغیرہ)۔

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان تمام امتحانوں میں کامیاب ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: میں تمہیں لوگوں کا امام بنا رہا ہوں۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: میری اولاد میں سے بھی امام بنانا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بناؤں گا لیکن میرا یہ وعدہ نیک لوگوں کے لئے ہے۔ گنہ گاروں کے لئے نہیں [2]

---

[1] البقرۃ - ۲۶۰
حضرت سارہ کا انتقال ہوگیا تو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک کنعانی عورت سے شادی کی۔ اس سے چھ لڑکے ہوئے (طبری ۲۱۷/۱۔ یہ ابن اسحاق کا قول ہے)۔
ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک بوڑھے کو دیکھا کہ گرمی میں چلا جا رہا ہے۔ انہوں نے اس کو ایک گدھا بھیج دیا۔ وہ اس پر بیٹھ کر آیا۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو کھانا کھلایا۔ وہ بوڑھا جب کوئی لقمہ اٹھاتا اور چاہتا کہ اس کو منہ میں رکھے وہ اس کے کان یا آنکھ میں داخل ہو جاتا۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی تھی کہ انہیں موت نہ آئے جب تک وہ خود موت کو طلب نہ کریں۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شیخ سے پوچھا یہ تمہاری کیا کیفیت ہے۔ اس نے کہا بڑھاپا، دو سال بعد تم بھی ایسے ہی ہو جاؤ گے۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی کہ اے اللہ مجھے اس سے پہلے ہی موت دے دے۔ وہ بوڑھا ملک الموت تھا اس نے فوراً ان کی روح قبض کرلی۔ وہ حضرت سارہ کی قبر کے قریب دفن کئے گئے۔ (طبری ۲۱۹/۱۔ اس کا بیان کرنے والا السدی ہے اور وہ کذاب ہے)۔

[2] البقرۃ - ۱۲۴
طبری نے ان باتوں کا ذکر کیا ہے جن میں ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا امتحان لیا گیا (طبری ۱۹۶ تا ۱۹۸/۱۔ کوئی روایت مرفوع نہیں ہے)۔
دین اسلام کے تیس حصے ہیں۔ کوئی بھی شخص جس کی دین کے معاملہ میں آزمائش کی گئی وہ اس کو قائم نہیں کر سکا سوائے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَاِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفّٰى" ابراہیم ہی ہیں جنہوں نے (حق بندگی) پورا ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دوزخ سے آزادی تحریر کر دی (حاکم ۵۵۲/۲۔ یہ روایت موقوف ہے)
ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ معظمہ آئے تو اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ زمزم کے پیچھے گھر کی مرمت کر رہے ہیں۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے کہا: اے اسمٰعیل تمہارے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں بیت اللہ کی تعمیر کروں۔ اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اپنے رب کے حکم کی تعمیل کیجئے۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: تم میری مدد کرو۔ الغرض ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تعمیر کرنے لگے۔ اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام پتھر لا لا کر انہیں دیتے تھے اور وہ دونوں اس طرح کہتے جاتے تھے رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (اے رب ہم سے (یہ خدمت) قبول فرما، بے شک تو سننے والا، جاننے والا ہے) (حاکم کتاب التاریخ ۵۵۱/۲۔ یہ روایت موقوف ہے)
ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام، اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ہاجرہ کعبہ کی تعمیر کے لئے روانہ ہوئے تو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیت اللہ کی جگہ اپنے سر کے اوپر بادل کے شکل کی کوئی چیز دیکھی۔ اس میں سر جیسی کوئی چیز تھی۔ اس نے کہا: اے ابراہیم، میرے سایہ کے اوپر بناؤ، نہ زیادہ کرو اور نہ کم۔ یہی مطلب ہے اللہ عزوجل کے اس قول کا: وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ الآیۃ (اور جب ہم نے ابراہیم کے لئے بیت اللہ کی جگہ کی نشان دہی کی) (حاکم ۵۵۱/۲ و دلائل النبوۃ ۵۵/۲ و طبری ۱۷۶/۱۔ یہ روایت موقوف ہے)۔

کعبہ کی تعمیر پھر اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کعبہ کی حدود اربعہ بتائیں اور انہیں حکم دیا کہ کعبہ کو از سر نو تعمیر کریں۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ معظمہ پہنچے، پھر انہوں نے اور اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مل کر کعبہ کی تعمیر شروع کی۔ دورانِ تعمیر وہ دونوں اس طرح دعائیں کرتے جا رہے تھے، اے ہمارے رب ہماری اس خدمت کو قبول فرما، بے شک تو سننے والا، جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب، ہم کو اپنا مسلم بنائے رکھ اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک امت مسلمہ پیدا کر، ہمیں عبادت کے طریقے سکھا دے اور ہمیں معاف کر دے، بے شک تو بہت معاف کرنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے اور اے ہمارے رب، ہماری اولاد میں سے جو امت مسلمہ تو پیدا کرے تو ان کی رہنمائی کے لئے انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر انہیں سنائے، ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کے قلوب کو مزکّیٰ و مصفّٰی بنائے، بے شک تو زبردست ہے اور حکمت والا ہے [1] (کعبہ کی دیوار میں جنّت کا ایک پتھر لگایا گیا) یہ پتھر ابتداء میں اولے سے زیادہ سفید تھا۔ اہلِ شرک کی خطاؤں نے اسے سیاہ کر دیا (اس پتھر کو اب حجر اسود کہتے ہیں) [2]

کعبہ کی تعمیر کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کرنا اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کے لئے پاک و صاف رکھنا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مزید حکم دیا کہ لوگوں میں حج کا اعلان کر دیں اور یہ خوشخبری بھی انہیں سنا دی کہ ان کی آواز پر لبیک

---

[1] الحج - ۲۶ و البقرۃ - ۱۲۷ تا ۱۲۹

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام دن کھڑے ہو کر بیت اللہ کی تعمیر کرتے رہے۔ انہوں نے اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا پتھر لاؤ۔ وہ پتھر کے لئے روانہ ہوئے۔ ان کو وہاں حجر اسود ملا۔ وہ اس کو لے کر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئے۔ انہوں نے پوچھا: یہ پتھر تمہیں کہاں سے ملا۔ اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا یہ پتھر جبریل علیہ السلام آسمان سے لے کر آئے تھے۔ وہ پتھر رکھ دیا گیا اور کعبہ کی تعمیر مکمل ہو گئی (حاکم کتاب التفسیر ۲/۲۹۳ - سندہ صحیح - یہ روایت موقوف ہے)

[2] مسند امام احمد عن ابن عباسؓ - ۱/۲۸۴ - سندہ صحیح)۔

حضرت جبریل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نکلے اور ان کو کعبہ کی جگہ بتائی۔ زمزم کا چشمہ حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ کے نیچے سے ظاہر ہوا (طبری - ۱/۷۹ - یہ مجاہد وغیرہ کا قول ہے)۔

اللہ تعالیٰ نے ایک ہوا بھیجی جس کے دو بازو تھے اور سانپ کی شکل کا ایک سر تھا۔ اس نے کعبہ کے ارد گرد پہلی بنیاد کے اندر کے علاقہ کو صاف کر دیا (ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کعبہ بنانے کی جگہ معلوم ہو گئی) (طبری ۱/۷۷ - یہ السدی کا قول ہے۔ السدی کذاب ہے)۔

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ شام سے کعبہ تک ایک ہوا چلتی رہی۔ اُس کی زبان تھی اور وہ بولتی تھی۔ اس نے مطلوبہ جگہ کا چکر لگایا اور ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا اس جگہ تعمیر کیجئے۔ وہ دونوں تعمیر کرتے رہے یہاں تک کہ حجر اسود کی جگہ تک پہنچ گئے۔ جبریل نے آسمان سے لا کر انہیں حجر اسود دیا اور پھر کعبہ کی تکمیل ہو گئی (طبری ۷۶ و ۱/۷۷ - یہ روایت موقوف ہے۔ سند میں ایک راوی خالد بن عرعرہ ہے۔ اس کا حال کہیں نہیں ملتا۔ ابن ابی حاتم نے اس کا ذکر کیا ہے لیکن جرح یا تعدیل نقل نہیں کی (کتاب الجرح والتعدیل)

کہتے ہوئے پیدل اور سوار ہر طریقہ سے لوگ ان کے پاس آکر جمع ہو جائیں گے [1]

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی زندگی کے آخری ایام میں بہت دعائیں کیا کرتے تھے۔ وہ اس طرح دعاء کرتے تھے: اے میرے رب، مجھے حکمت عطاء فرما، قیامت کے دن مجھے صالحین میں شامل فرما، میرے باپ کو بخش دے، وہ بے شک گمراہ تھا اور مجھے قیامت کے دن رسوا نہ کر، جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے کام آئیں گے مگر ہاں جو قلبِ سلیم لے کر آیا تو بس وہ نجات پائے گا [2]

اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اس بڑھاپے میں دو بیٹے اسمٰعیل اور اسحٰق عنایت فرمائے۔ اے میرے رب، مجھے اور میری اولاد کو نماز کا پابند بنا، اے ہمارے رب، میری دعاء کو قبول فرما۔ اے ہمارے رب قیامت کے دن مجھ کو، میرے والدین کو اور تمام ایمان والوں کو بخش دے [3]

باپ کے لئے استغفار ترک کرنا

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے والد سے وعدہ کر کے آئے تھے کہ وہ اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے۔ کافی عرصہ تک وہ اس وعدہ کی بنیاد پر اپنے والد کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہے لیکن جب انہیں معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہی رہا تو انہوں نے اس سے مکمل بیزاری کا اظہار کیا اور دعائے مغفرت بند کر دی [4]

---

[1] الحج - ۲۶ و ۲۷

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حج کرنے کا حکم ملا۔ جمرۂ عقبہ اور جمرۂ وسطیٰ پر شیطان آیا تو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہر جمرہ پر اس کو سات کنکریاں ماریں (تفسیر ابن کثیر ۱۵/۴ و مسند احمد۔ بلوغ ۱۶۸/۱۲۔ اس کی سند میں ایک راوی ہے عطاء بن السائب جس کا حافظہ آخر عمر میں خراب ہو گیا تھا لہذا یہ روایت ضعیف ہے)۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حج کے لئے اعلان کیا تو ہر طرف سے جواب ملا لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ۔ پھر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مسلمین کے ساتھ حج کیا۔ تمام مناسک ادا کئے (جیسے آجکل کئے جاتے ہیں) (طبری ۱۸۳/۱۔ یہ روایت موقوف ہے)۔

جبریل علیہ السلام نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حج کیا اور ان کو تمام مناسک کی تعلیم دی (طبری ۱۸۴/۱۔ سند میں محمد بن ابی لیلیٰ ہیں جن کا حافظہ خراب ہو گیا تھا لہذا یہ روایت ضعیف ہے)۔

جب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت اللہ کی تعمیر کر چکے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا لوگوں میں حج کا اعلان کر دو۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا خبردار ہو جاؤ تمہارے رب نے ایک گھر بنوایا ہے اور تم کو اس کا حج کرنے کا حکم دیا ہے تو پتھر، درخت، ٹیلے اور مٹی غرض یہ کہ جس نے سنا یہ کہا، ہم حاضر ہیں، اے اللہ ہم حاضر ہیں (حاکم ۵۵۶/۲۔ یہ روایت موقوف ہے)۔

[2] الشعرآء - ۸۳ تا ۸۹

[3] ابراہیم - ۳۹ تا ۴۱

[4] التوبۃ - ۱۱۴

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وصیّت اور وفات

جب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو مندرجہ ذیل الفاظ میں وصیت کی :

اے میرے بیٹو، اللہ نے تمہارے لئے دین (اسلام) کو پسند فرمایا ہے لہٰذا تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔[1]

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحف آسمانی

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چند صحیفے عطاء فرمائے تھے جن میں زندگی گزارنے کے سلسلہ میں متعدد ہدایات تحریر تھیں۔[2]

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں امامت کے لئے منتخب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا خلیل بنایا اور وہ آخرت میں صالحین میں سے ہوں گے۔[3]

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فضیلت بھی دی کہ دنیا کی رہنمائی کے لئے ان کی اولاد کو منتخب فرمایا، ان کو کتاب وحکمت دی اور سلطنت بھی عطاء فرمائی۔ ان پر اتمام نعمت کیا اور ان میں نبوّت کو جاری رکھا۔[4]

اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملّت کو واجب التعمیل قرار دیا۔[5]

قیامت کے دن تمام لوگ ننگے پیر، برہنہ اور بے ختنہ اٹھائے جائیں گے۔ سب سے پہلے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔[6]

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے کہا : اے بہترین مخلوق۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : یہ تو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔[7]

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑے نرم دل اور بردبار تھے۔[8]

---

[1] البقرۃ - ۱۳۲

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر دوسو سال ہوئی (حاکم - ۲/۵۵۱ - یہ روایت موقوف ہے)۔

[2] سبحِ اسمِ ربکَ الاعلیٰ - ۱۸ و ۱۹

حدیث میں ہے کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دس صحیفے اترے تھے (طبری ۱/۲۲۰ - اس حدیث کا ایک راوی ماضی بن محمد منکر الحدیث ہے)۔ (صحیح ابن حبان کتاب البر والاحسان باب ذکر استحباب للمرء ان یکون لہ من کل خیر حظ رجاء التخلص فی العقبیٰ بشیٔ منھا جزء ۲ صہ ۶۷ - سند میں ایک راوی ابراہیم بن ہشام کذاب ہے۔ حاشیہ ابن حبان ۲/۶۸) [3] البقرۃ - ۱۳۰ و النسآء - ۱۲۵

[4] اٰل عمران - ۳۳ و العنکبوت - ۲۷ و النسآء - ۵۴ و یوسف - ۶

[5] النسآء - ۱۲۵

[6] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب قول اللہ تعالیٰ واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا جزء ۴ صہ ۱۶۹

[7] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام جزء ۲ صہ ۲۴۲ [8] التوبۃ - ۱۱۴

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے [۱]
ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت سچ بولتے تھے۔ انہوں نے توریہ بھی کبھی نہیں کیا سوا تین دفعہ کے [۲]

ایک توریہ تو یہ تھا کہ انہوں نے کہا تھا میں بیمار ہوں [۳]

دوسرا توریہ یہ تھا کہ انہوں نے کہا: ان بتوں کو بڑے بت نے توڑا ہے [۴]

اور تیسرا توریہ یہ تھا کہ انہوں نے اپنی بیوی کے متعلق کہا: یہ میری بہن ہیں [۵]

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا کہ میں بیمار ہوں۔ اس میں توریہ یہ تھا کہ وہ روحانی طور پر تکلیف میں تھے۔ کفّار یہ سمجھے کہ جسمانی طور پر تکلیف میں ہیں۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی نیت کے اعتبار سے بات صحیح کہی لیکن کفار غلط سمجھے۔

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا یہ کام اس بڑے بت نے کیا ہے۔ اس میں توریہ یہ تھا کہ وہ بت ان کے توڑنے کا اصل سبب تھا گویا اسی نے توڑا ہے۔ کفّار اس توریہ کو سمجھ نہ سکے۔ کفّار یہ سمجھے کہ اس بڑے بت نے تمام بتوں کو توڑا ہے۔ اس توریہ سے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے ضمیر کو جھنجھوڑ ڈالا۔ وہ سمجھ بھی گئے لیکن ہٹ دھرمی سے حق کو قبول نہیں کیا۔

سبب کو فاعل بنانے کی ایک اور مثال بھی ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تذکار جلیلہ میں ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ (ابراھیم - ۳۶)	اے میرے رب، ان بتوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔

کیونکہ بت لوگوں کی گمراہی کا سبب بنے ہوئے تھے لہذا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان لوگوں کو گمراہ کرنے کا فاعل بتوں کو بنا ڈالا۔

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تیسرا توریہ یہ کیا تھا کہ اپنی زوجہ محترمہ کو اپنی بہن کہا۔ بہن کہنے سے ان کی مراد دینی بہن تھی [۵]

---

[۱] ہود - ۷۵
[۲] مریم - ۴۱ و صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب قول اللہ تعالیٰ واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا جزء ۴ ص ۱۷۱
[۳] والصّٰفّٰت - ۸۹
[۴] الانبیآء - ۶۳
[۵] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب قول اللہ تعالیٰ واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا جزء ۴ ص ۱۷۱

وَ اِبْرَاهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰى (اور ابراہیم جنہوں نے اپنے عہد کو پورا کیا) کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وَفّٰى کیا ہے؟ پھر آپ نے فرمایا: وہ دن کے وقت چار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے[1]

ابراہیم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے کبھی فال نہیں نکالی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں تصویریں دیکھیں تو داخل نہ ہوئے جب تک کہ انہیں آپ کے حکم سے مٹا نہ دیا گیا۔ آپ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام و اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویروں کو دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں فال کے تیر تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کافروں پر لعنت کرے، اللہ کی قسم ان دونوں بزرگوں نے کبھی کوئی تیر نہیں پھینکا تھا[2]

ابراہیم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام مسلم تھے

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام مسلم تھے، یہودی یا نصرانی نہیں تھے[3]

ابراہیم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے والد کا حشر

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے باپ آزر سے قیامت کے دن ملیں گے۔ آزر کے چہرے پر اس وقت سیاہی اور غبار چھایا ہوگا۔ اس سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کرنا۔ ان کا باپ کہے گا اب میں

---

[1] طبری ۲۰۱/۱ - سندہ حسن۔

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا خلیل اس لئے بنایا تھا کہ وہ صبح و شام یہ پڑھتے تھے " فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے تمام آزمائشوں میں انہیں صابر اور تمام فرائض کا ادا کرنے والا پایا تو خلیل بنا لیا (طبری ۲۰۱/۱ - اس کی سند میں زبان بن فائد اور رشدین بن سعد دونوں منکر الحدیث ہیں۔ زبان سے اسے سہل بن معاذ سے روایت کیا ہے اور سہل سے وہ ایک ایسا نسخہ روایت کرتا ہے گویا کہ وہ سب جعلی ہے تہذیب ۳۰۸/۳)۔

ابو امامہ کہتے ہیں: آسمان سے ایک ہتھیلی ظاہر ہوئی۔ اس کی دو انگلیوں کے درمیان ایک سفید بال تھا۔ وہ ہتھیلی ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سر کے قریب آگئی اور وہ بال ان کے سر میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر چار ایسی آیتیں نازل فرمائیں جو قرآن مجید میں بھی ہیں۔ ان ہدایات کو سوائے ابراہیم خلیل اللہ اور محمد صلی اللہ علیہما وآلہ وسلم کے کسی نے پورا نہیں کیا (حاکم ۵۵۱/۲ - یہ روایت موقوف اور بے حد ضعیف ہے۔ ابو عبدالملک علی بن یزید الہانی منکر الحدیث اور متروک ہے)۔

[2] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا جزء ۴ ص ۱۷۰

[3] آل عمران - ۶۵ تا ۶۷

ہر نبی کا نبیوں میں سے ایک دوست ہوتا ہے۔ میرے دوست میرے والد ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہیں [حاکم ۵۵۳/۲ - ایک سند مشکوک ہے دوسری میں محمد بن عمر واقدی کذاب ہے]۔

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کھیتی کرتے تھے (حاکم - ۵۹۶/۲ - یہ روایت موقوف ہے۔ مزید برآں جعلی ہے، سند میں عبدالمنعم بن ادریس وضاع ہے)۔

تمہاری نافرمانی نہیں کروں گا۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کہیں گے کہ اے میرے رب: تو نے مجھے حشر کے دن رسوا نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا تو کونسی رسوائی اپنے کم بخت باپ کی رسوائی سے بڑھ کر ہو گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے کافروں پر جنت حرام کر دی ہے۔ پھر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا جائے گا اے ابراہیم، تمہارے پاؤں کے نیچے کیا ہے؟ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام دیکھیں گے کہ ایک مذبوح جانور خون میں لتھڑا ہوا پڑا ہے۔ اس جانور کے پیروں کو پکڑا جائے گا اور اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا[1]

---

[1] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق جزء ۴ صـ ۱۶۹

لوط علیہ الصّلوٰۃ والسلام

لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول تھے [1]

لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہم عصر تھے۔ وہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے اور انہی کے ساتھ انہوں نے ارض مقدس کی طرف ہجرت کی تھی [2]

لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔ ان کی قوم بہت برے کاموں میں مبتلا تھی، وہ مردوں کے ساتھ بدفعلی کرتے تھے، عورتوں سے انہیں کوئی سروکار نہ تھا [3]

لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبلیغ شروع کی۔ انہوں نے اپنی قوم سے کہا: (تم بہت برے کام کرتے ہو تو آخر) تم (اللہ سے) ڈرتے کیوں نہیں۔ میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت دار رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ میں تم سے اس کام پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا، میری اجرت تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔ یہ کیا بات ہے کہ تم مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور تمہارے رب نے تمہارے لئے جو عورتیں بنائی ہیں ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ تم حد سے آگے بڑھ گئے ہو۔ [4]

(ایک دن) لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم سے کہا: تم بڑی بے حیائی کا کام کرتے

---

[1] والصّٰفّٰت - ۱۳۳ و الانعام - ۸۶ و ۸۸

[2] الانبیاء - ۷۱ و العنکبوت - ۲۶

جب حضرت سارہ کا انتقال ہوگیا تو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک عورت سے جس کا نام جمور تھا شادی کی اس سے لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے (حاکم ۲/۵۶۰ - یہ روایت مرفوع نہیں۔ وہب بن منبہ کی طرف منسوب ہے۔ عبدالمنعم اس کا راوی ہے اور وہ وضاع ہے۔ میزان الاعتدال)۔

لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھتیجے تھے (حاکم - ۲/۵۶۱ - یہ حدیث مرفوع نہیں ہے۔ موقوف ہے)

[3] الانبیاء - ۷۴ و الشعراء - ۱۶۵ و ۱۶۶

لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام سدوم، عمورہ وغیرہ شہروں کی طرف بھیجے گئے۔ وہاں کے لوگ ایک مرتبہ قحط میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے سوچا کہ مسافر یہاں آکر ہماری معیشت پر بوجھ بنتے ہیں۔ انہوں نے فیصلہ کیا جو اجنبی مسافر یہاں آئے اس کا سامان چھین لو، اس سے بدفعلی کرو اور اس کو زمین پر گھسیٹو...... الغرض اس طرح ان کے ہاں اس قبیح فعل کا رواج ہوگیا (حاکم ۲/۵۶۲ - یہ بڑی لمبی روایت ہے جو موقوف ہے۔ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ واقدی راوی کذاب ہے)۔

[4] الشعراء - ۱۶۰ تا ۱۶۶

ہو اور طرفہ تماشا یہ کہ ایک دوسرے کو دیکھتے بھی جاتے ہو۔ یہ کیا بات ہے کہ تم مردوں کی طرف رغبت کرتے ہو اور عورتوں سے کنارہ کشی کرتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ بڑی جہالت کا کام کرتے ہو[1]

قوم نے کہا: اے لوط اگر تم ان نصائح سے باز نہیں آئے تو ہم تم کو شہر سے نکال دیں گے، ہم تمہاری نصیحتوں سے سخت بیزار ہیں[2]

لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صرف ان کے گھر والے ہی ایمان لائے۔ ان میں سے بھی ان کی بوڑھی بیوی ایمان نہیں لائی۔ وہ اپنی قوم سے ملی ہوئی تھی اور لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خبریں انہیں پہنچاتی رہتی تھی[3]

لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام برابر اپنی قوم کو سمجھاتے رہے۔ ایک دن قوم کے لوگوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ لوط کو اور ان کے گھر والوں کو اپنی بستی سے نکال دو، یہ بڑے پاکباز بنتے ہیں[4]

ایک دن لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم، تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو کہ تم سے پہلے یہ کام کسی نے نہیں کیا۔ کیا تم مردوں سے بدفعلی کرتے ہو (تمہیں شرم نہیں آتی) مزید برآں تم رہزنی بھی کرتے ہو اور اپنی مجلسوں میں بڑی بڑی نازیبا حرکتیں کرتے ہو (کیا تم ڈرتے نہیں کہ اللہ تمہیں عذاب بھیج کر ہلاک کر دے) قوم نے کہا اگر تم سچے ہو تو عذاب لے آؤ[5]

جب لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعاء کی: اے میرے ربّ، مجھے اور میرے گھر والوں کو ان لوگوں کے اعمالِ بد سے نجات دے[6]

اے میرے ربّ، اس مفسد قوم کے مقابلہ میں میری مدد فرما[7]

اللہ تعالیٰ نے چند فرشتوں کو عذاب کے ساتھ لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کی طرف روانہ فرمایا[8]

---

[1] النمل - ۵۴ و ۵۵
[2] الشعرآء - ۱۶۷
[3] الشعرآء - ۱۷۰ و ۱۷۱
[4] النمل - ۵۶
[5] العنکبوت - ۲۸ و ۲۹
[6] الشعرآء - ۱۶۹
[7] العنکبوت - ۳۰
[8] الحجر - ۵۸

جب فرشتے نہر سدوم پر پہنچے تو ان کی ملاقات لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لڑکی سے ہوئی جو پانی بھر رہی تھی۔ فرشتوں نے کہا: اے لڑکی یہاں کوئی ٹھہرنے کی جگہ بھی ہے۔ لڑکی نے کہا تم ٹھہرو میں ابھی آتی ہوں۔ وہ لڑکی لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئی۔ لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام فرشتوں کے پاس گئے۔ انہیں لے کر اپنے ہاں ٹھہرایا۔ ان کی بیوی نے قوم کو خبر دی کہ ہمارے گھر میں بہت حسین لوگ آئے ہوئے ہیں (حاکم کتاب التاریخ ۲/۵۶۳ - سند میں اسدی کذاب ہے)۔

لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام ان فرشتوں (کو انسان سمجھے اور ان) کے آنے سے بہت پریشان ہوئے. کہنے لگے: آج تو بڑی مصیبت کا دن ہے۔ ان کی قوم نے جب ان فرشتوں کو (جو انسانی شکل میں تھے) دیکھا تو خوشی میں دوڑتے ہوئے لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر پہنچے۔ لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی (قوم کی) بیٹیوں کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: یہ میری بیٹیاں موجود ہیں، یہ تمہارے لئے حلال ہیں (ان سے نکاح کر لو)۔ اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے معاملہ میں مجھے رسوا نہ کرو۔ قوم کے لوگوں نے کہا: اے لوط، تم تو جانتے ہو کہ تمہاری بیٹیوں سے ہمیں کوئی مطلب نہیں اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔ لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کاش مجھ میں تمہارے دفع کرنے کی قوت ہوتی یا میں رکنِ شدید کی پناہ حاصل کرتا [1]

قوم کے لوگوں نے ان کی ایک نہ سنی، انہیں سوچنے سمجھنے کا ہوش کب تھا [2]

لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام فرشتوں کو پہچان نہیں سکے لہٰذا انہوں نے فرشتوں کو مخاطب کر کے کہا: تم اجنبی آدمی معلوم ہوتے ہو (آخر تمہارے آنے کا مقصد کیا ہے) فرشتوں نے کہا: جس عذاب کے بارے میں آپ کی قوم شک میں پڑی ہوئی ہے ہم وہ عذاب لے کر آئے ہیں ہم حق کے ساتھ آئے ہیں اور ہم بالکل سچے ہیں. [3]

فرشتوں نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا: ہم آپ کے رب کے فرستادہ (فرشتے) ہیں۔ (آپ نہ ڈریں اور نہ غمگین ہوں)۔ یہ لوگ آپ تک نہیں پہنچ سکتے (اور نہ آپ کو کسی قسم کا نقصان پہنچا سکتے ہیں) [4]

اسی اثناء میں اللہ تعالٰے نے ان لوگوں کی بینائی سلب کر لی (وہ لوگ نہ فرشتوں تک پہنچ

---

[1] ہود ـ ۷۷ تا ۸۰ و الحجر ـ ۶۷ تا ۷۲

جب فرشتے لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچے تو وہ اپنی زمین میں کام کر رہے تھے۔ فرشتوں نے کہا ہم آج رات کو آپ کے ہاں مہمان ہوں گے۔ لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کو لے کر اپنے گھر گئے (طبری ۲۱۰/۱ ـ یہ روایت موقوف ہے)

جب فرشتے لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچے تو وہ اپنے کھیت میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا تھا اگر لوط (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اپنی قوم پر چار مرتبہ شہادت دیں تو قوم کو ہلاک کر دینا۔ فرشتوں نے لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا آج رات کو ہم آپ کے مہمان ہوں گے۔ لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کی بدعملی پر چار مرتبہ شہادت دی تو فرشتے ان کے مکان میں داخل ہوئے (طبری ۲۱۰/۱ ـ یہ ایک تابعی کا قول ہے)۔

[2] الحجر ـ ۷۲

[3] الحجر ـ ۶۲ تا ۶۴

[4] ھود ـ ۸۱

سکے اور نہ لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام تک) [1]

پھر فرشتوں نے لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا: اب آپ ایسا کریں کہ اپنے گھر والوں کے ساتھ راتوں رات اس بستی سے نکل جائیں، آپ سب کے پیچھے رہیں، آپ لوگوں میں سے کوئی شخص مڑ کر نہ دیکھے اور جہاں جانے کا آپ کو حکم ملا ہے وہاں سیدھے چلے جائیں۔ یہ سب ہلاک ہونے والے ہیں اور ان کے ساتھ آپ کی بیوی بھی ہلاک ہوگی۔ ان پر صبح کے وقت آسمان سے عذاب نازل ہوگا اور اب صبح ہونے ہی والی ہے (لہذا آپ جلدی سے بستی سے نکل جائیں) [2]

اُس بستی میں صرف ایک ہی گھر مسلم تھا اور وہ لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گھر تھا۔ الغرض اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام مع اپنے گھر والوں کے صبح ہونے ہی عذاب میں مبتلا ہونے والی بستی سے نکل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب سے بچا لیا البتہ لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیوی اپنی قوم کے ساتھ پیچھے رہ گئی [3]

لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بخیر و عافیت چلے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے صبح کے وقت بستی کو اُلٹ پلٹ کر زیر و زبر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر پتھروں کی بارش کی اور وہ بہت خطرناک بارش تھی۔ پوری قوم مع لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیوی کے ہلاک ہوگئی۔ کوئی متنفس نہ بچا [4]

ان کی بستی کے کھنڈرات مکّہ معظمہ سے کچھ فاصلے پر عام گذرگاہ پر واقع ہیں اور عبرت کی نشانی بن کر رہ گئے ہیں [5]

لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل

اللہ تعالیٰ نے انہیں علم و حکمت سے نوازا تھا اور انہیں اپنی رحمتِ خاص میں داخل کیا تھا۔ وہ بہت نیک اور صالح تھے [6]

---

[1] اقتربت الساعۃ ـ ۳۷ [2] الحجر ـ ۶۵ ، العنکبوت ـ ۳۴ و ھود ـ ۸۱
[3] الشعرآء ـ ۱۷۰ و ۱۷۱ ، الذّٰریات ـ ۳۵ و ۳۶ ، اقتربت الساعۃ ـ ۳۴
[4] النمل ـ ۵۷ و ۵۸ و الشعرآء ـ ۱۷۰ تا ۱۷۳ و الحجر ـ ۷۴
جبریل علیہ السلام نے بستی کو اکھاڑا اور اس کو آسمان پر لے جا کر الٹا کر دیا۔ جو لوگ زندہ رہ گئے ان پر پتھروں کی بارش ہوئی ... جو شخص کہیں اکیلا ہوتا تو پتھر جا کر اُسے لگتا اور اسے مار دیتا (طبری ۲۱۵/۱۔ السدّی کذّاب ہے)۔
اسی قسم کی روایت محمد بن کعب القرظی سے ہے لیکن آگے سند نہیں ہے (طبری ۲۱۶/۱)
جبریل علیہ السلام نے اپنا بازو زمین میں داخل کیا اور اس بستی کو زمین پر سے اکھاڑ دیا اور اتنا اوپر لے گئے کہ آسمان والوں کو مرغ کی اذان اور کتوں کے بھونکنے کی آواز سنائی دی (طبری ۲۱۱/۱ ـ یہ سعید کا قول ہے۔ متن میں بڑی نکارت ہے) (تفسیر مدارک ۲۲۷/۲ ـ بے سند ہے) (تفسیر ابن کثیر ۴۵۵/۲ ـ یہ مجاہد کا قول ہے اس میں صرف کتوں کی آواز کا ذکر ہے) (قتادہ سے بھی اسی طرح مروی ہے لیکن آگے سند نہیں ـ طبری ۲۱۲/۱ و ۲۱۵/۱) (تفسیر ابن کثیر ۴۵۵/۲۔ جبریل علیہ السلام نے اس بستی کو اکھاڑا تھا (طبری ۲۱۴/۱ ـ یہ مجاہد کا قول ہے)
بستی کو میکائیل علیہ السلام نے اکھاڑا تھا (طبری ۲۱۴/۱ ـ یہ وہب بن منبہ کا قول ہے)
[5] الحجر ـ ۷۶ و الصّٰفّٰت ـ ۱۳۷ و ۱۳۸ [6] الانبیآء ـ ۷۴ و ۷۵ لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رنگ گورا تھا، ناک پتلی تھی وغیرہ وغیرہ (حاکم کتاب التاریخ ۵۶۱/۱ ـ یہ کعب کا قول ہے)۔

اسمٰعیل علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ اس وقت پیدا ہوئے جب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کافی بوڑھے ہو گئے تھے [۱]

اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول تھے۔ بڑے نیک، بردبار اور وعدے کے پکے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بڑے مقبول اور صابر بندے تھے اور خصوصیت کے ساتھ اپنے اہل کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا کرتے تھے [۲]

وہ ابھی شیر خوار بچے ہی تھے کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں مع ان کی والدہ کے کعبہ کے قریب مکہ کی بنجر، بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑ دیا تاکہ وہ وہاں (بڑے ہو کر) نماز کو قائم کریں [۳]

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مع ان کی والدہ محترمہ حضرت ہاجرہ کے کعبہ کے قریب لے آئے۔ حضرت ہاجرہ حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دودھ پلاتی تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان دونوں کو ایک بڑے درخت کے نیچے بٹھا دیا جو زمزم سے اوپر اور مسجد سے بلندی کی جانب تھا اس وقت مکہ میں آدمی کا نام ونشان نہ تھا نہ وہاں پانی کا وجود تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام دونوں کو وہاں چھوڑ کر اپنے ملک (شام) چلے گئے اور ایک تھیلہ کھجور کا اور ایک مشکیزہ پانی کا دے گئے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام چلنے لگے تو حضرت ہاجرہ ان کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئیں اور کہنے لگیں: ابراہیم تم کہاں جارہے ہو؟ ہمیں اس جنگل میں تنہا چھوڑ رہے ہو جہاں انسان کا نام ونشان نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔ آخر حضرت ہاجرہ نے ان سے پوچھا کیا اللہ تعالیٰ کا ایسا ہی حکم ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ حضرت ہاجرہ نے کہا پھر اللہ ہمیں ہلاک نہیں ہونے دے گا۔ یہ کہہ کر حضرت ہاجرہ لوٹ آئیں اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام چل دئے۔ جب پہاڑی پر پہنچے تو ادھر رخ کیا جہاں اب کعبہ ہے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعاء کی اے اللہ میں نے اپنی اولاد تیرے محترم گھر کے قریب ایسے میدان میں چھوڑی ہے جہاں کچھ نہیں اُگتا تاکہ اے ہمارے رب یہ یہاں نماز قائم کریں۔ (اے ہمارے رب) لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں کا رزق عطاء فرما تاکہ یہ تیرا

---

[۱] ابراہیم ـ ۳۹
[۲] مریم ـ ۵۴ و ۵۵ و صٓ ـ ۴۸ و انبیاء ـ ۸۵ و والصّٰفّٰت ـ ۱۰۱
[۳] ابراہیم ـ ۳۷

شکرادا کریں۔ حضرت ہاجرہ کا یہ حال تھا کہ وہ حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دودھ پلاتیں اور مشک میں سے پانی پیتی رہتیں جب پانی ختم ہوگیا تو خود بھی پیاسی ہوگئیں اور بچہ کو بھی پیاس لگی۔ بچّہ کو دیکھا تو وہ پیاس کے مارے تڑپ رہا ہے۔ وہ وہاں سے ہٹ گئیں کہ بچہ کا حال دیکھا نہ جاتا تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ صفا پہاڑ قریب ہے لہٰذا وہ اس پر چڑھیں یہ دیکھنے کے لئے کہ شاید کوئی آدمی نظر آئے، لیکن کوئی دکھائی نہیں دیا۔ وہاں سے اتریں اور اپنا کرتہ سمیٹ کر نالے کے نشیب میں اس طرح دوڑیں جیسے کوئی مصیبت زدہ دوڑتا ہے۔ نالے کو پار کرکے مروہ پہاڑ پر چڑھیں۔ وہاں بھی کوئی انسان نظر نہیں آیا۔ سات چکّر انہوں نے اسی طرح لگائے [1]

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسی لئے لوگ صفا و مروہ کے درمیان دوڑتے ہیں۔ جب وہ ساتویں مرتبہ مروہ پر چڑھیں تو انہوں نے ایک آواز سنی۔ وہ اپنے آپ سے کہنے لگیں چپ رہ۔ پھر کان لگایا تو وہی آواز سنی۔ کہنے لگیں (اے اللہ کے بندے) میں نے تیری آواز سنی اگر تو ہماری کچھ مدد کرسکتا ہے تو کر۔ پھر دیکھا تو زمزم کے مقام پر ایک فرشتے کو پایا۔ اُس نے اپنی ایڑی یا اپنے بازو سے زمین کھودی۔ زمین سے پانی نکلنے لگا۔ حضرت ہاجرہ اپنے ہاتھ سے اس کو حوض کی شکل دینے لگیں اور پانی چلّو سے لے کر اپنی مشک میں بھرنے لگیں۔ جب وہ پانی لیتی تھیں تو وہ چشمہ اور جوش مارتا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ حضرت اسمٰعیل کی والدہ پر رحم کرے اگر وہ زمزم کو اپنے حال پر چھوڑ دیتیں یا یوں فرمایا اگر وہ چلو بھر بھر کر پانی نہ لیتیں تو زمزم ایک بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔ حضرت ہاجرہ نے پانی پیا اور اپنے بچّے کو بھی پلایا۔ فرشتے نے ان سے کہا تم جان کا خوف نہ کرو، یہاں اللہ کا گھر ہے۔ یہ بچّہ اور اس کا باپ دونوں اس گھر کو بنائیں گے اور اللہ اپنے گھر والوں کو تباہ نہیں کرے گا۔ اس وقت کعبہ کا یہ حال تھا کہ ٹیلے کی طرح زمین سے اونچا تھا اور دائیں اور بائیں طرف سے برسات کا پانی بہہ جاتا تھا۔ حضرت ہاجرہ نے ایک مدت اسی طرح گذاری۔

چند روز کے بعد جرہم (قبیلے) کے لوگ جو کداء (مکہ کی بلندی سے) آرہے تھے ادھر سے گذرے۔ وہ مکہ کے نشیب میں اترے انہوں نے ایک پرندہ دیکھا جو فضا میں چکر لگا رہا تھا۔ انہوں نے گمان کیا کہ یہ پرندہ جو چکر لگا رہا ہے تو یہاں ضرور کہیں پانی ہے ویسے ہم اس میدان سے واقف ہیں ہم نے یہاں کبھی پانی نہیں دیکھا۔ انہوں نے ایک یا دو آدمیوں کو معلومات کے لئے بھیجا۔ وہ آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ پانی موجود ہے پھر وہ اپنے لوگوں کے پاس واپس چلے گئے اور انہیں پانی کی موجودگی کی اطلاع دی وہ بھی وہاں آئے [2]

حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ وہیں بیٹھی تھیں۔ ان لوگوں نے حضرت اسمٰعیل

---

[1] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب یزفون النسلان فی المشی جزء ۴ صے ۱۴۳
[2] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب یزفون النسلان فی المشی جزء ۴ صے ۱۴۳ و ۱۴۴

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ سے وہاں پڑاؤ ڈالنے کی اجازت مانگی۔ انہوں نے اجازت دے دی اس شرط کے ساتھ کہ پانی پر تمہارا کوئی حق نہیں ہوگا۔ ان لوگوں نے اس شرط کو قبول کر لیا۔ حضرت ابن عباس نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قافلہ والوں نے وہاں رہنے کی ایسے وقت میں اجازت مانگی جب خود حضرت اسمٰعیل کی والدہ یہ چاہتی تھیں کہ یہاں انسان آباد ہوں۔ جرہم کے لوگوں نے وہاں پڑاؤ ڈال دیا اور اپنے بال بچوں کو بھی وہاں بلا لیا اور وہ بھی وہاں آ گئے [1]

جب اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ذرا بڑے ہوئے اور اس قابل ہوئے کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ دوڑ دوڑ کر چلنے لگیں تو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذبح کر رہے ہیں۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ میں اسمٰعیل کو ذبح کر دوں۔ انہوں نے اس خواب کا ذکر اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا اور ان سے پوچھا بتاؤ تمہارا کیا خیال ہے؟ اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اے ابا جان، جس کام کا حکم آپ کو ملا ہے آپ اس کو کر گزریئے، آپ مجھے انشاء اللہ صابر پائیں گے۔ الغرض ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام دونوں حکم کی تعمیل کے لئے آمادہ ہو گئے۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیشانی کے بل پچھاڑ دیا (اور ذبح کرنے لگے) اللہ تعالےٰ نے کہا: اے ابراہیم تم نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا، یہ تو بڑی کھلی آزمائش تھی (تم آزمائش میں پورے اترے) اللہ تعالےٰ نے انہیں ذبح ہونے سے بچا لیا اور ان کے فدیہ میں ایک بڑی قربانی کو ذبح کرا دیا [2]

---

[1] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب یزفون النسلان فی المشی جزء ۴ صفحہ ۱۷۴

[2] والصّٰفّٰت - ۱۰۲ تا ۱۰۷

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شام میں خواب دیکھا کہ وہ اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذبح کر رہے ہیں۔ وہ براق پر سوار ہوئے اور مکہ آئے۔ انہوں نے اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہاتھ پکڑا اور ذبح کرنے کے لئے نکلے۔ شیطان انسانی صورت میں آیا۔ اس نے یکے بعد دیگرے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت ہاجرہ اور اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بہکانے کی کوشش کی۔ کوئی اس کے بہکانے میں نہیں آیا۔ اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابراہیم علیہ السلوٰۃ والسلام سے کہا: جب آپ چھری میرے حلق پر رکھیں تو منہ موڑ لیجئے گا تاکہ آپ صبر کر سکیں۔ انہوں نے اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حلق پر چھری پھیری۔ چھری نے حلق کو نہیں کاٹا۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو تین مرتبہ چھری کو تیز کیا لیکن ناکام رہے۔ انہوں نے سر اٹھایا تو ایک پہاڑی بکرے کو کھڑا ہوا دیکھا۔ انہوں نے اُسے ذبح کیا (حاکم کتاب التاریخ جزء ۲ صفحہ ۵۵۶۔ یہ روایت اول تو موقوف ہے، دوسرے موضوع ہے۔ اس کا ایک راوی واقدی ہے جو کذاب ہے)۔

حضرت معاویہ بن سفیانؓ کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا ابن الذبیحین کہہ کر مخاطب کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔ معاویہؓ کہتے ہیں ایک ذبیح تو عبد اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ہیں اور ایک حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں (حاکم کتاب التاریخ جزء ۲ صفحہ ۵۵۴۔ یہ حدیث سخت ضعیف ہے۔ اس کی سند میں کئی راوی ایسے ہیں جن کا حال نہیں ملتا)۔

حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں: ذبیح اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں (المعارف لابن قتیبۃ صفحہ ۱۷۔ یہ دونوں روایتیں موقوف ہیں)۔

جب اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام جوان ہو گئے تو انہوں نے قبیلہ جرہم سے عربی سیکھ لی حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام قبیلہ جرہم کے لوگوں کو بہت پسند تھے۔ قبیلہ جرہم کے لوگ ان سے محبت کرنے لگے اور اپنے خاندان کی ایک لڑکی سے ان کی شادی کر دی۔ کچھ عرصے بعد حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ چند سال بعد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی خبر گیری کے لئے آئے۔ حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت گھر میں نہیں تھے۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی بیوی سے پوچھا: اسمٰعیل کہاں ہیں؟ بیوی نے کہا روزی کی تلاش میں گئے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا تمہاری گذر اوقات کیسی ہوتی ہے اور معاش کا کیا حال ہے؟ بیوی نے کہا بڑی تنگی سے گزارہ ہوتا ہے۔ الغرض بیوی نے (بہت) شکایت کی۔ حضرت ابراہیم نے کہا جب تمہارے شوہر آئیں تو میری طرف سے ان کو سلام کہنا اور یہ کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دیں۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ کہہ کر چلے گئے[1]

جب حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام گھر آئے تو اپنے والد کی خوشبو کو محسوس کیا اور بیوی سے پوچھا کوئی آیا تھا۔ بیوی نے کہا ہاں ایک بوڑھے آدمی ایسی ایسی شکل کے آئے تھے۔ انہوں نے تمہارے بارے میں پوچھا۔ میں نے کہہ دیا روزی کی تلاش میں گئے ہیں پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا تمہاری گذر اوقات کیسی ہے میں نے کہا بڑی تنگی سے گزارہ ہوتا ہے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا اور بھی کچھ کہا؟ بیوی نے کہا ہاں تم کو سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دو حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا وہ میرے والد تھے انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں چھوڑ دوں۔ اب تم اپنے گھر والوں میں چلی جاؤ۔ حضرت اسمٰعیل نے انہیں طلاق دے دی اور جرہم کی ایک دوسری لڑکی سے نکاح کر لیا پھر اللہ تعالیٰ کو جتنے دن منظور تھا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ملک میں رہے۔ اس کے بعد پھر آئے تو پھر حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام گھر میں نہیں ملے وہ ان کی بیوی کے پاس گئے اور پوچھا اسمٰعیل کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا روزی کی تلاش میں گئے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا تمہارا کیا حال ہے؟ تمہارا گزارہ کیسے ہوتا ہے۔ بیوی نے کہا اللہ کا شکر ہے ہم بہت خوش حالی کے ساتھ اپنی گذر اوقات کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا تم کیا کھاتے ہو اس نے کہا گوشت، انہوں نے پوچھا کیا پیتے ہو۔ بیوی نے کہا پانی[2] پھر انہوں نے دعاء کی: اے اللہ ان کے گوشت اور پانی میں برکت دے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دنوں مکہ

---

[1] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب یزفون النسلان فی المشی جزء ۴ صـ۱۷۴

سب سے پہلے جس نے عربی میں بات کی اور عربی میں کتاب لکھی وہ اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں (حاکم کتاب التاریخ ۲/۵۵۴۔ یہ روایت موقوف ہے اور جھوٹی ہے۔ راوی عبدالعزیز بن عمران بے حد ضعیف بلکہ متروک ہے۔

[2] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب یزفون النسلان فی المشی جزء ۴ صـ۱۷۵

میں اناج کا نام ونشان نہیں تھا ورنہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس ہیں بھی برکت کی دعاء کرتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دوسرے ملک والے صرف گوشت اور پانی میں گزارہ کریں تو یہ دونوں چیزیں اُن کے موافق نہ آئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا جب تمہارے شوہر آئیں تو میری طرف سے ان کو سلام کہنا اور یہ کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو برقرار رکھیں۔ (یہ کہہ کر وہ چلے گئے) جب حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام گھر میں آئے تو اپنی بیوی سے پوچھا کوئی آیا تھا انہوں نے کہا ہاں ایک بوڑھے خوبصورت آدمی آئے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہت تعریف کی اور کہا تم کو پوچھتے تھے۔ میں نے کہا وہ باہر گئے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا تمہاری گذراوقات کیسی ہوتی ہے۔ میں نے کہا بہت اچھی ہوتی ہے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا انہوں نے اور بھی کچھ کہا تھا۔ بیوی نے کہا ہاں آپ کو سلام کہا ہے اور کہا ہے کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو برقرار رکھیں حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا وہ میرے والد تھے انہوں نے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اپنے پاس رکھوں [1]

پھر جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ملک میں رہے۔ اس کے بعد جب وہ آئے تو حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود تھے اور زمزم کے پاس ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے اپنے تیر درست کر رہے تھے۔ جب انہوں نے اپنے والد کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور باپ بیٹے سے بیٹا باپ سے جو کرتا ہے وہ کیا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا اے اسمٰعیل اللہ تعالےٰ نے مجھے ایک حکم دیا ہے۔ انہوں نے کہا جو حکم دیا ہے آپ اسے بجالایئے۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا تم میری مدد کروگے؟ انہوں نے کہا ہیں ضرور مدد کروں گا۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا اللہ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں اس مقام پر ایک گھر بناؤں۔ انہوں نے ایک اونچے ٹیلے کی طرف اشارہ کیا۔ اس وقت باپ بیٹے دونوں نے اس گھر کی بنیاد رکھی۔ حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام پتھر لاتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تعمیر کرتے تھے۔ جب دیواریں اونچی ہوگئیں تو حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ پتھر (یعنی مقام ابراہیم) لے کر آئے اور اس کو ان کے لئے نیچے رکھ دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس پر کھڑے ہو کر دیوار اٹھاتے اور حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام پتھر دیتے جاتے اور دونوں یہ دعاء کرتے جاتے تھے: اے ہمارے رب تو ہماری طرف سے یہ کوشش قبول فرما، بیشک تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔ الغرض وہ دونوں

---

[1] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب یزفون النسلان فی المشی جزء ۴ صفحہ ۱۷۵

عمر بن عبدالعزیز کہتے ہیں: اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے مکہ کی گرمی کی شکایت کی۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ میں تمہارے لئے جنت کا دروازہ کھول رہا ہوں، اس میں تم پر قیامت تک جنت کی ہوا آتی رہے گی اور اسی جگہ تم دفن ہوگے (طبری ۲۲۱/۱۔ یہ روایت جھوٹی ہے۔ اس کا راوی خالد بن عبدالرحمٰن حدیثیں گھڑتا تھا)۔

بیت اللہ کی تعمیر کرتے رہے یہانتک کہ جب وہ مکمل ہوگیا تو انہوں نے اس کا طواف کیا۔ دوران طواف وہ اس طرح دعاء کررہے تھے : اے ہمارے رب، ہم سے یہ خدمت قبول فرما۔ تو سننے والا اور جاننے والا ہے [1]

حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑے اچھے تیر انداز تھے [2]

اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت تھی [3]

---

[1] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب یزفون النسلان فی المشی جزء ۴ ص ۱۷۵

[2] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب قول اللہ تعالیٰ واذکر فی الکتب اسمٰعیل جزء ۴ ص ۱۷۹

اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سر چھوٹا تھا، ہاتھ بہت لمبے تھے، آنکھیں چھوٹی تھیں (حاکم کتاب التاریخ ۲/۵۵۲ - یہ روایت موقوف ہے اور بہت ضعیف ہے۔ حمید بن معاذ اور مدرک بن عبد الرحمن کا حال نہیں ملتا)۔

اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں بارہ لڑکے پیدا ہوئے۔ اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر ۱۳۰ سال ہوئی۔ انہوں نے اپنی وفات کے وقت اپنے بھائی اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وصیت کی۔ وہ حجر کے مقام پر اپنی والدہ کے پاس دفن کئے گئے (طبری ۲۲۰ و ۱/۲۲۱ - یہ ابن اسحٰق کا بیان ہے۔ نہ قائل کا نام ہے اور نہ اس کی کوئی سند ہے)۔

اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص سے ایک مقررہ (وقت پر) مقررہ مقام پر ملنے کا وعدہ کیا۔ اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام تو وہاں وقت مقررہ پر پہنچ گئے لیکن وہ شخص بھول گیا۔ اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں اس کا انتظار کرتے رہے۔ انہوں نے رات بھی وہاں گزاری۔ صبح کو وہ شخص آیا۔ اس نے پوچھا آپ یہاں سے گئے نہیں۔ اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا نہیں۔ میں یہاں سے نہیں جاتا جب تک تم نہیں آتے (تفسیر ابن کثیر ۳/۱۳۵ - یہ سہل بن عقیل کا قول ہے) سفیان ثوری کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ وہ وہاں سال بھر تک انتظار کرتے رہے۔ وہ شخص سال بھر بعد آیا (تفسیر ابن کثیر ۳/۱۳۵ - نہ قائل کا پتہ ہے اور نہ سند ہے)۔

[3] والصّٰفّٰت - ۱۱۳

اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسّلام

اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور بڑے نیک بندے تھے [1]

اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند ارجمند تھے اور اس زمانہ میں پیدا ہوئے جب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی پیرانہ سالی اور بانجھ ہونے کی وجہ سے اولاد سے ناامید ہو چکے تھے [2]

ان کی والدہ کو جب فرشتوں کے ذریعہ ان کی پیدائش کی خوشخبری دی گئی تو انہیں بڑا تعجب ہوا۔ فرشتوں نے کہا: کیا تم اللہ تعالےٰ کے کام پر تعجب کرتی ہو (یہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت ہے) اور اے اہلِ بیت تم پر تو (پہلے ہی سے) اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور اس کی برکت کی فراوانی ہے [3]

الغرض جب مایوسی کے زمانہ میں اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے تو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر ادا کیا [4]

---

[1] والصّٰفّٰت - ۱۰۲

[2] ہود - ۷۱ و ۷۲

اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت خوبصورت تھے۔ ان کے بال گھنگریالے تھے وہ خَلق اور خُلق میں ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشابہ تھے (حاکم کتاب التاریخ، ۲/۵۵۰ - یہ کعب کا قول ہے۔ دوراویوں حمید اور مدرک کا حال نہیں ملتا۔ امام حاکم فرماتے ہیں یہ روایت بہت ضعیف ہے)۔

[3] ہود - ۷۳

[4] ابراہیم - ۳۹

جب اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام سات سال کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیا کہ ان کو ذبح کریں۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حکم کو سب سے چھپایا صرف اپنے دوست کو بتایا۔ دوست نے انہیں تسلی دی۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اصدق الصادقین کا اور اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اصبر الصابرین کا لقب دیا (حاکم ۲/۵۵۹ - یہ بڑی طویل روایت ہے اور سراسر جھوٹ ہے۔ اس میں ایک راوی عبدالمنعم بن ادریس ہے جو کذاب و وضاع ہے۔ حدیثیں بنایا کرتا تھا۔ میزان الاعتدال)۔

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذبح کرتے دیکھا.... (پھر سارا قصہ اسی طرح ہے جس طرح اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حال میں گزرا) (حاکم ۲/۵۵۷ - یہ کعب کا قول ہے۔ مزید برآں اس میں ایک راوی ابن وہب ہے جو ہالک ہے]۔ اس سلسلہ میں ایک مرفوع حدیث بھی ہے لیکن اس کی سند عطاء بن السائب کی وجہ سے ضعیف ہے (مسند احمد عن ابن عباس ۱/۲۸۴)

کئی صحابیوں سے منقول ہے کہ ذبیح اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں (حاکم ۲/۵۵۹ - اس روایت میں واقدی ہے جو کذاب ہے)۔

اللہ تعالیٰ نے اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بہت برکتوں سے نوازا تھا، انہیں ہدایت پر قائم رکھا تھا۔ وہ بڑی مستعدی اور بصیرت کے ساتھ دین کے کام میں لگے رہتے تھے [1]

---

[1] والصّٰفّٰت - ۱۱۳ و الانعام - ۸۵ و صٓ - ۴۵

اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک عورت سے شادی کی۔ وہ حاملہ ہوئی۔ اس کے پیٹ میں دو لڑکے تھے۔ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور عیصا۔ جب وضع حمل کا وقت آیا تو وہ دونوں لڑکے پیٹ میں لڑنے لگے۔ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے نکلنا چاہا۔ عیصا نے کہا: اللہ کی قسم اگر تم پہلے نکلے تو میں اپنی ماں کے پیٹ میں پھیل جاؤں گا اور اسے قتل کردوں گا۔ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام پیچھے ہٹ گئے اور عیصا پہلے نکلے۔ اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام عیصا سے زیادہ محبت کرتے تھے اور والدہ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ محبت کرتی تھیں۔ جب اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام بوڑھے ہوئے تو نابینا ہوگئے (حاکم - ۲/۵۷۰ - اس کی سند میں ابراہیم بن اسحٰق الغسلی بے حد ضعیف ہے۔ یہ حدیثیں چرایا کرتا تھا۔ الغرض یہ روایت باطل ہے۔ طبری ۱/۲۲۴۔ طبری کی روایت میں السدّی کذّاب ہے)۔

اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رفقا سے شادی کی۔ اس سے دو جڑواں لڑکے پیدا ہوئے۔ عیص اور یعقوب علیہ السلوٰۃ والسلام۔ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام چھوٹے تھے (طبری ۱/۲۲۲۔ یہ ابن اسحٰق کا بیان ہے)۔

یعقوب علیہ الصّلٰوۃ والسلام

یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوتے اور اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحبزادے تھے۔ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑے نیک اور صالح بندے تھے[1]
یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالٰی کے برگزیدہ نبی تھے[2]
یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑی مستعدی اور بصیرت کے ساتھ دین کی تبلیغ کرتے تھے[3]
یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے بڑے محبوب صاحبزادے تھے[4]
یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اگرچہ اور بھی لڑکے تھے لیکن انہیں یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت عزیز تھے[5]

---

[1] الانبیاء۔ ۷۲ و ۷۳
[2] النساء۔ ۱۶۳ و ص۔ ۴۵ تا ۴۷
[3] ص۔ ۴۵

یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت خوبصورت تھے (حاکم ۵۵۷/۲۔ یہ کعب احبار کا قول ہے حاکم کہتے ہیں اس کی سند بہت ضعیف ہے)۔

اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وصیت کی تھی کہ اپنے ماموں کی لڑکی سے شادی کرنا۔ اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام آخر عمر میں حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف زیادہ توجہ دینے لگے۔ عیص کو یہ بات بری محسوس ہوئی۔ اس نے یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قتل کرنا چاہا۔ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ماموں لیان کے پاس گئے اور ان کی چھوٹی لڑکی راحیل کے لئے پیغام دیا۔ لیان نے کہا تمہارے پاس کچھ مال بھی ہے کہ اس کی بنیاد پر میں تمہاری شادی کروں۔ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا میں مزدوری کروں گا۔ ماموں نے کہا: اس کا مہر یہ ہے کہ تم سات سال میری خدمت کرو۔ انہوں نے سات سال ماموں کی خدمت کی۔ ماموں نے بڑی لڑکی لیا کی ان سے شادی کر دی۔ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صبح معلوم ہوا کہ ان کو دھوکا دیا گیا۔ انہوں نے ماموں سے کہا آپ نے مجھے دھوکا دیا۔ ماموں نے کہا: بڑی سے پہلے چھوٹی کی شادی کون کرتا ہے۔ اب تم سات سال مزید میری خدمت کرو تو میں راجیل سے تمہارا نکاح کر دوں گا۔ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سات سال مزید خدمت کی۔ ان کا نکاح راحیل سے ہو گیا۔ نزول توریت سے پہلے بیک وقت دو بہنوں سے نکاح جائز تھا (طبری ۲۲۲ تا ۲۲۴/۱۔ یہ محمد بن اسحاق کا بیان ہے) (المعارف ص۳۱۔ نہ قائل کا پتہ ہے اور نہ سند ہے)۔

ایک دن اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جبکہ وہ نابینا ہو گئے تھے عیص سے کہا مجھے شکار کا گوشت کھلاؤ اور میرے قریب آکر میں تیرے لئے دعاء کروں۔ عیص شکار کرنے چلا گیا۔ اس کی والدہ نے یہ بات سن لی اور یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا ایک بکری ذبح کرو اور اپنے باپ کو گوشت کھلاؤ۔ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا ہی کیا۔ حضرت اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا تم کون ہو۔ انہوں نے کہا عیص۔ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانے کے بعد عیص شکار کا گوشت لے کر آیا۔ اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: یعقوب نے تم پر سبقت کی۔ عیص نے کہا: میں ضرور اُسے قتل کروں گا۔ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ماموں کے پاس چلے گئے پھر آگے ان کی دونوں لڑکیوں سے شادی کا وہی قصہ ہے جو اوپر بیان ہوا (طبری ۲۲۵/۱۔ یہ السدی کا بیان ہے اور السدی کذاب ہے)۔

[4] یوسف۔ ۸
[5] یوسف۔ ۸

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بچپن میں ایک خواب دیکھا کہ سورج، چاند اور گیارہ ستارے انہیں سجدہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے اس خواب کو یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیان کیا۔ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے بیٹا، اس خواب کو اپنے بھائیوں سے نہ بیان کرنا ورنہ وہ تمہارے خلاف کوئی تدبیر کریں گے[۱]

ایک دن یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائیوں نے یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا: آپ یوسف کے معاملہ میں ہم پر اعتماد کیوں نہیں کرتے ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں، کل ہمارے ساتھ بھیج دیجئے، وہ بھی ذرا کھائے پیئے اور کھیلے کودے۔ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم اس سے غافل ہو جاؤ اور بھیڑیا اُسے کھا جائے۔ لڑکوں نے کہا: اگر ہماری اتنی بڑی جماعت کی موجودگی میں بھیڑیا اسے کھا جائے پھر تو ہم بڑے نقصان میں رہے۔ الغرض وہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لے گئے اور ان کو ایک کنویں میں ڈال دیا[۲] اور یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آکر کہدیا کہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو (واقعی) بھیڑیئے نے کھا لیا۔ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: یہ تمہاری بنائی ہوئی بات ہے، میں صبر جمیل کرتا ہوں، اللہ میرا مددگار ہے[۳]

بھائیوں نے (دوسرے دن) یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک قافلہ والوں کے ہاتھ بیچ دیا۔ ان کے ذریعہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام مصر پہنچے اور چند سال کے بعد بادشاہ کے بلانے پر اس کے دربار میں پہنچے۔ انہوں نے بادشاہ سے کہا، مجھے زمین کے خزانوں پر متعین کر دیجئے۔ بادشاہ نے انہیں زمین کے خزانوں پر متعین کر دیا[۴]

جب یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملک میں قحط پڑا تو یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائی ان کے پاس غلہ لینے آئے۔ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بھائیوں سے کہا آئندہ جب تم غلہ لینے آؤ تو اپنے سوتیلے بھائی (جو یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقیقی بھائی تھے) کو بھی ساتھ لانا ورنہ تمہیں غلہ نہیں ملے گا[۵]

---

[۱] یوسف۔ ۴ و ۵
روئے زمین پر کوئی ایسا خلیفہ نہیں جو اللہ تعالےٰ کے نزدیک یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ مکرم ہو (طبری ۱۵۱/۲ یہ حسن کا قول ہے۔ حدیث نہیں ہے۔ مزید برآں اس کی سند کا ایک راوی عمرو بن عبدالحمید ہے جس کا حال نہیں ملتا اور ہشام کذاب ہے)۔
یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جدائی میں روتے تھے۔ آنسو ان کے رخسار پر بہتے تھے۔ اس زمانہ میں روئے زمین پر وہ اللہ تعالےٰ کو سب سے زیادہ محبوب تھے (طبری ۲۵۵/۱۔ یہ حسن کا قول ہے۔ ہشام راوی کذاب ہے۔ یہ قول اُسی نے گھڑا ہے)

[۲] یوسف۔ ۱۱ تا ۱۵

[۳] یوسف۔ ۱۷ و ۱۸

[۴] یوسف۔ ۱۹ تا ۲۱ و ۵۵ و ۵۶

[۵] یوسف۔ ۵۹ و ۶۰

بھائیوں نے یہ بات جاکر یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہدی۔ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: کیا میں تم پر اسی طرح اعتماد کروں جس طرح اس کے بھائی (یوسف) کے سلسلہ میں کیا تھا [1]

الغرض یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے اس لڑکے کو واپس ان کے پاس پہنچانے کا عہد لیا۔ جب بھائیوں نے مضبوط عہد کرلیا تو یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا جو عہد ہم کر رہے ہیں اس پر اللہ ہی ہمارا کارساز ہے۔ پھر یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیٹوں سے کہا: اے میرے بیٹو، شہر میں ایک دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا، میں اللہ کی طرف سے جو چیز آنے والی ہے اُسے ٹال تو نہیں سکتا، حکم تو اسی کا چلتا ہے، میں اسی پر بھروسا کرتا ہوں اور تمام بھروسہ کرنے والوں کو اُسی پر بھروسہ کرنا چاہیئے [2]

یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں ایک خیال آیا تھا، انہوں نے اس کے دفعیہ کے لئے ایک تدبیر کی لیکن وہ جانتے تھے کہ تدبیر کا کامیاب ہونا یقینی نہیں ہوتا۔ ہوتا وہی ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس سے انہیں بہت علم عطاء فرمایا تھا (یہی وجہ تھی کہ انہوں نے نہ تدبیر چھوڑی اور نہ تدبیر پر بھروسہ کیا) لیکن اکثر لوگ (ان باتوں کو) نہیں سمجھتے (وہ یا تو محض تدبیر پر بھروسہ کر بیٹھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہیں کرتے یا محض تقدیر کی بنیاد پر عمل چھوڑ بیٹھتے ہیں، وسائل اور اسباب کو اختیار نہیں کرتے اور یہ دونوں چیزیں صحیح نہیں عمل ضرور کرے لیکن اس عمل کے نتیجہ کے لئے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے) [3]

جب یہ لوگ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے حقیقی بھائی کو اپنے پاس رکھا اور ان سے کہہ دیا کہ میں تمہارا حقیقی بھائی ہوں [4]

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقیقی بھائی کو چوری کے الزام میں یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس رُکنا پڑا۔ بھائیوں نے جاکر یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہدیا کہ آپ کے بیٹے نے چوری کی (لہذا ان کو وہاں روک لیا گیا) یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: یہ تمہاری بنائی ہوئی بات ہے میں صبر جمیل کرتا ہوں، امید ہے کہ اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا۔ یہ کہہ کر یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیٹوں کی طرف سے پیٹھ پھیرلی اور کہنے لگے ہائے یوسف۔ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جدائی میں رونے رونے ان کی آنکھیں سفید ہوگئی تھیں، بینائی جاتی رہی تھی، وہ دل ہی دل میں گھٹا کرتے تھے [5]

---

[1] یوسف - ٦٣ و ٦٤
[2] یوسف - ٦٦ و ٦٧
[3] یوسف - ٦٨
[4] یوسف - ٦٩
[5] یوسف - ٨١ و ٨٣ و ٨٤

بیٹوں نے یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ حالت دیکھی تو کہنے لگے: اللہ کی قسم آپ یوسف کی یاد میں اپنی صحت خراب کرلیں گے یا اپنے کو ہلاک کر ڈالیں گے۔ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: میں اپنے رنج و غم کی فریاد اللہ سے کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ پھر فرمایا: اے میرے بیٹو، جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ سے ناامید نہ ہو، اللہ سے ناامید تو کافر ہوا کرتے ہیں [1]

یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کے مطابق وہ لڑکے روانہ ہوئے اور پھر یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچے۔ اس مرتبہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا تعارف کرایا اور کہا: یہ میری قمیص لے جاؤ اور میرے والد کے چہرے پر ڈال دو، وہ پھر بینا ہو جائیں گے اور ان سب کو میرے پاس لے آؤ [2]

جب وہ قافلہ قمیص لے کر روانہ ہوا تو یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا اگر تم یہ نہ کہو کہ میں بہکی بہکی باتیں کر رہا ہوں تو حقیقت یہ ہے کہ مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے۔ (گھر والوں نے) کہا: اللہ کی قسم آپ ابھی تک غلطی میں مبتلا ہیں۔ الغرض جب قافلہ وہاں پہنچا اور یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قمیص کو ان کے چہرے پر ڈالا گیا تو یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام پھر بینا ہو گئے۔ انہوں نے کہا: میں نہ کہتا تھا کہ اللہ کی طرف سے جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ بیٹوں نے کہا: ابا جان، آپ ہمارے لئے استغفار کیجئے، بے شک ہم گنہگار ہیں۔ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگوں گا، وہ بڑا بخشنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے [3]

---

[1] یوسف - ۸۵ تا ۸۷

[2] یوسف - ۸۸ و ۹۰ و ۹۳

یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اللہ کے لئے ایک بھائی تھا۔ ایک دن اس نے یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا: اے یعقوب تمہاری بینائی کیسے چلی گئی اور کس چیز نے تمہاری پیٹھ کو کمان بنا دیا۔ کہنے لگے بینائی تو یوسف پر رونے سے گئی اور پیٹھ یامین پر رنج کرتے کرتے خم دار ہو گئی۔ جبریل علیہ السلام ان کے پاس آئے اور ان سے کہا اے یعقوب اللہ نے تمہیں سلام کہلوایا ہے۔ اللہ تم سے فرماتا ہے: تمہیں شرم نہیں آتی میری شکایت میرے غیر سے کرتے ہو...... تمہیں جو مصیبت پہنچی اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے بکری ذبح کی۔ تمہارے پاس ایک یتیم مسکین آیا تم نے اس کو ذرا سا بھی کھانا نہیں دیا (حاکم کتاب التفسیر ۳۴۸/۲۔ اس کی سند مشکوک ہے۔ حفص راوی کا پتہ نہیں چلتا کہ یہ کونسا حفص ہے۔ مزید برآں امام اسحاق بن راہویہ نے بغیر حفص کے اس کو روایت کیا ہے۔ یہ سند منقطع ہے (حوالہ مذکور) اس کا متن بھی اس کے جھوٹ ہونے کی شہادت دیتا ہے۔ رواہ الطبرانی فی الصغیر ص۱۷۱ ۔ والاوسط۔ سند میں محمد بن احمد الباہلی بے حد ضعیف ہے (مجمع الزوائد جلد ۷ ص۴۰) (طبری ۲۰۱۳/ ۱۳۔ طبری کی روایت منقطع ہے۔ قائل نامعلوم ہے) ابن ابی حاتم کی روایت میں حفص راوی ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں اس میں نکارت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ۴۸۴/۲)

[3] یوسف - ۹۴ تا ۹۸

ہوا نے اللہ تعالیٰ سے اجازت چاہی کہ وہ بشارت دینے والے سے پہلے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشبو یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچا دے۔ (اس کو اجازت مل گئی) اس نے ایسا ہی کیا (طبری ۲۵۲/۱۳ - یہ السدی کا قول ہے اور وہ کذاب ہے)

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کے مطابق یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام مع اپنے گھر والوں کے روانہ ہوئے۔

جب یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں پہنچے تو یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا استقبال کیا اور کہا شہر میں داخل ہو جائیے اور اب آپ انشاء اللہ امن سے رہیں گے۔

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا اور سب کے سب سجدہ میں گر گئے۔
یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اباجان، یہ میرے خواب کی تعبیر ہے (جو میں نے بچپن میں دیکھا تھا) اللہ نے اُسے سچا کر دکھایا[1]

ایک دن یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بیٹوں سے کہا: اے میرے بیٹو، اللہ نے تمہارے لئے دین (اسلام) کو پسند فرمایا ہے لہٰذا تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ تم مسلم ہو[2]

جب یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری وقت قریب آیا تو اپنے بیٹوں سے فرمایا: تم کس کی عبادت کرو گے۔ بیٹوں نے کہا: ہم آپ کے الٰہ اور آپ کے آباء (واجداد) ابراہیم، اسمٰعیل اور اسحٰق (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے الٰہ کی عبادت کریں گے اور ہم صرف اسی کے مسلم ہیں[3]

---

[1] یوسف - ۹۹ و ۱۰۰

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کا ذکر بادشاہ سے کیا۔ بادشاہ بھی استقبال کے لئے گیا (طبری ۲۵۳/۱۔ یہ السدی کا قول ہے اور وہ کذّاب ہے)۔

جب یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام مصر کے قریب پہنچے تو اہل مصر نے استقبال کیا۔ جب یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گھوڑے اور آدمی دیکھے تو پوچھا: یہ مصر کا بادشاہ ہے۔ یہوذا نے کہا: نہیں، یہ یوسف ہیں۔ جب یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلام میں ابتداء کرنی چاہی تو انہیں روک دیا گیا اس لئے کہ پہلے سلام کرنے کا حق یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا۔ الغرض یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے سلام کیا (طبری ۲۵۴/۱۔ یہ فرقد کا قول ہے)۔

[2] البقرۃ - ۱۳۲

[3] البقرۃ - ۱۳۳

ان کی وصیت کے مطابق یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی نعش کو شام لا کر حضرت اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلو میں دفن کیا (طبری ۲۵۵/۱۔ یہ حسن کا قول ہے)۔

یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے ان چار کو نبوت ملی :- یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام، بنیامین، لاوی اور یہوذا (المسعودی - ۵۹/۱۔ نہ قائل کا پتہ ہے اور نہ سند کا)۔

احسن القصص

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصّے کو احسن القصص (بہترین قِصّہ) کا نام دیا ہے۔

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت یعقوب کے بیٹے، حضرت اسحٰق کے پوتے اور حضرت ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پڑپوتے ہیں [1]

خاندانی لحاظ سے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا کے معزز ترین انسان ہیں۔ یہ خود بھی نبی ہیں اور ان کی پشت میں مسلسل تین نبی ہیں۔ یہ نبی کے بیٹے ہیں، نبی کے پوتے ہیں اور نبی کے پڑپوتے ہیں [2]

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام بے حد حسین تھے۔ ان کو حسن کا ایک وافر حصہ عطاء ہوا تھا [3]

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی والدہ راحیل کو حسن کا ایک بڑا حصہ عطا کیا گیا تھا [4]

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام جب پیدا ہوئے تو ان کے والد نے ان کو پرورش کے لئے اپنی بہن کے حوالہ کر دیا۔ پھر یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی پھوپھی کے درمیان ہوا جو کچھ ہوا [5]

---

[1] یوسف - ۳ و ۶ و ۳۸ وصحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ام کنتم شہدآء جزء ۴ صـ۱۸۱ و صـ۱۸۲

[2] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب قول اللہ تعالیٰ واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا جزء ۴ صـ۱۷۱ و باب قول اللہ تعالیٰ لقد کان لکم فی یوسف واخوتہ ایٰت للسائلین جزء ۴ صـ۱۸۲ وصحیح مسلم کتاب الفضائل من فضائل یوسف علیہ السلام جزء ۲ صـ۲۶۶۔

[3] یوسف - ۳۱ و صحیح مسلم کتاب الایمان باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جزء اوّل صـ۸۱۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معراج کی رات تیسرے آسمان پر دیکھا۔ ان کی صورت چودھویں رات کے چاند کے مثل تھی (حاکم کتاب التاریخ ۲/۵۷۰۔ اس کی سند میں ابوہارون العبدی کذّاب ہے)۔

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا، ان کو عزت دی۔ ان کو دو تہائی حسن دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بڑا نور، رونق اور حسن دیا تھا۔ جب انہوں نے نافرمانی کی تو وہ سب کچھ ان سے چھین لیا۔ پھر توبہ کے بعد انہیں تہائی حسن دیا اور جو حسن وغیرہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چھینا تھا وہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دے دیا (حاکم ۲/۵۷۰۔ اس کی سند بہت ضعیف ہے۔ حمید اور مدرک کا حال نہیں ملتا۔ مزید برآں یہ کعب کا قول ہے۔ حدیث نہیں ہے)۔

[4] طبری - ۲۲۲/۱۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

[5] طبری ۲۲۲/۱ - اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

ان کی پھوپھی کو ان سے بے حد محبت تھی وہ ان کو اپنے سے جدا کرنا نہیں چاہتی تھیں۔ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کو لینے کے لئے آئے لیکن پھوپھی نے نہیں دیا۔ وہ دوبارہ لینے آئے تو ان پر چوری کا الزام لگا کر ان کو روک لیا۔ وہ اپنی پھوپھی کے انتقال تک ان کے پاس ہی رہے (طبری ۲۲۲/۱ و تفسیر ابن کثیر - ۴۸۶/۲ - یہ ایک تابعی کا بیان ہے)۔

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کئی بھائی تھے ان میں سے ایک ان کے حقیقی بھائی تھے۔ باقی سب سوتیلے بھائی تھے [1]

یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے حقیقی بھائی سے دوسرے بھائیوں کے مقابلہ میں زیادہ محبت تھی اور یہ چیز دوسرے بھائیوں کو ناگوار گذرتی تھی [2]

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی بچے ہی تھے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ گیارہ تارے، سورج اور چاند ان کو سجدہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے اس خواب کو اپنے والد یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیان کیا۔ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے میرے بیٹے اس خواب کو اپنے بھائیوں سے نہ بیان کرنا ورنہ وہ تمہارے خلاف کوئی سازش کریں گے۔ اس خواب سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالٰی تمہیں برگزیدہ کرے گا، تمہیں (علوم و فنون کی) باتوں کی سمجھ بوجھ عطاء فرمائے گا، تم پر اور آل یعقوب پر اپنی نعمت کو اسی طرح پورا کرے گا جس طرح تمہارے دادا اور پردادا اسحٰق اور ابراہیم (علیہما الصلوٰۃ والسلام) پر پوری کی تھی [3]

یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو غیر معمولی محبت تھی یہ محبت ان کے بھائیوں کے لئے وجہ حسد بن گئی۔ ایک دن انہوں نے آپس میں کہا: یوسف اور اس کا بھائی ہمارے والد کو ہم سے زیادہ محبوب ہیں حالانکہ ہم ایک مضبوط جماعت ہیں (محبت تو ہم سے ہونی چاہیئے تھی)، ہمارے والد یقیناً صریح غلطی پر ہیں۔ ایسا کرو کہ یوسف کو یا تو قتل کر دو یا کسی دور دراز زمین میں لے جا کر پھینک آؤ تاکہ تمہارے والد کی توجہ تمہاری طرف ہو جائے اور وہ تم سے محبت کرنے لگیں۔ نہ یوسف ہوں گے، نہ تمہارے لئے والد کی محبت کے لئے رکاوٹ بنیں گے۔ ان میں سے ایک بھائی نے مشورہ دیا کہ اگر تمہیں یہ کام کرنا ہی ہے تو یوسف کو قتل تو نہ کرو البتہ یہ کرو کہ کسی گہرے کنویں میں ڈال دو تاکہ کوئی قافلہ ادھر سے نکلے تو انہیں نکال لے جائے اور اس طرح ان سے ہمارا پیچھا چھوٹ جائے [4]

---

[1] یوسف - ۸ و ۵۹ و ۹۰

[2] یوسف - ۸

[3] یوسف - ۴ تا ۶

ایک یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے کہا: مجھے ان تاروں کے نام بتایئے جنہوں نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا اگر میں بتا دوں تو کیا تم ایمان لے آؤ گے۔ اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے نام بتا دیے۔ اس نے کہا: واقعی ان تاروں کے یہی نام ہیں (تفسیر ابن کثیر بحوالہ ابن جریر و دلائل النبوۃ للبیہقی و ابی یعلی و البزار ۴۶۸/۲۔ اس واقعہ کی سند میں السدی کذاب ہے اور الحکم بن ظہیر متروک ہے)۔

[4] یوسف - ۸ تا ۱۰

الغرض اس قسم کا مشورہ کرنے کے بعد انہوں نے ایک دن اپنے والد سے کہا : اے اباجان، کیا بات ہے کہ یوسف کے معاملہ میں آپ ہم پر بھروسہ نہیں کرتے حالانکہ ہم سب ان کے خیر خواہ ہیں. کل انہیں بھی ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ کچھ کھائیں (پئیں) اور کھیلیں (کودیں)۔ (ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ) ہم ان کی حفاظت کریں گے۔ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: تمہارا ان کو لے جانا مجھے فکر میں مبتلا کرتا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تم ان سے غافل ہو جاؤ اور کوئی بھیڑیا آکر انہیں کھا جائے۔ ان لوگوں نے کہا: ہماری اتنی بڑی جمعیت ہوتے ہوئے اگر بھیڑیا انہیں کھا جائے پھر تو ہم کسی کام کے نہ ہوئے، (پھر تو ہمارا ہونا نہ ہونا برابر ہے)۔ ایسی صورت میں تو ہم بڑے نقصان اٹھانے والے ہوں گے [1]

الغرض یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے ساتھ بھیجنے پر رضامند ہو گئے۔ جب وہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے ساتھ لے گئے تو ان سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ انہیں کسی گہرے کنویں میں ڈال دیا جائے۔ اس متفقہ فیصلہ کے مطابق انہوں نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو (ان کی قمیص اتار کر) ایک گہرے کنویں میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی بھیجی کہ گھبراؤ نہیں۔ ایک وقت آئے گا کہ تم ان لوگوں کو ان کی حرکات یاد دلاؤ گے اور وہ تمہیں نہیں پہچانیں گے [2]

(یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کنویں میں گرانے کے بعد انہوں نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قمیص پر جھوٹ موٹ کا خون لگا دیا پھر) وہ رات کے وقت اپنے والد یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس اس قمیص کو لے کر روتے ہوئے پہنچے۔ انہوں نے کہا: اے اباجان ہم نے یوسف کو اپنے سامان کے پاس بٹھا دیا تھا اور ہم دوڑ میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے میں مصروف ہو گئے (دوڑتے دوڑتے

---

[1] یوسف۔ ۱۱ تا ۱۴

[2] یوسف۔ ۱۵

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کنویں میں ڈالے گئے تو وہ بارہ سال کے تھے (حاکم ۵۷۱/۲۔ یہ ایک تابعی کا قول ہے)۔

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائی ان کو لے کر گئے۔ ہر ایک ان کو مارتا تھا۔ وہ جس سے فریاد کرتے وہ انہیں مارتا یہاں تک کہ وہ مرنے کے قریب ہو گئے۔ وہ کہتے تھے اے میرے والد تمہیں خبر ہے کہ تمہارے بیٹے کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ یہوذا نے کہا کیا تم نے مجھ سے نہیں کہا تھا کہ تم اُسے قتل نہیں کرو گے۔ وہ قتل کرنے سے رک گئے اور ان کو کنویں کی طرف لے چلے۔ ان کے ہاتھ باندھ دئے، ان کی قمیص اتار لی۔ انہوں نے کہا اے میرے بھائیو میری قمیص مجھے دے دو تاکہ میں کنویں میں اپنی ستر پوشی کرسکوں۔ بھائیوں نے کہا سورج، چاند اور گیارہ تاروں کو پکارو وہ تمہارا ساتھ دیں گے۔ بالآخر انہوں نے ان کو کنویں میں ڈال دیا۔ کنویں میں پانی تھا اور ایک پتھر تھا۔ وہ پتھر پر کھڑے ہو گئے۔ بھائیوں نے پتھر مار مار کر انہیں قتل کرنے کا ارادہ کیا تو یہوذا نے پھر انہیں باز رکھا (طبری ۲۳۳/۱ و تفسیر کبیر ۹۹/۱۸۔ یہ السدی کا بیان ہے اور السدی کذاب ہے)۔

ہم دور نکل گئے۔ جب واپس لوٹے تو کیا دیکھتے ہیں کہ) ایک بھیڑیا آکر یوسف کو کھا گیا۔ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یقین دلانے کے لئے وہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خون آلود قمیص بھی لے آئے تھے (وہ انہوں نے یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھائی) پھر کہنے لگے ہم سمجھتے ہیں کہ آپ کو ہماری بات کا یقین نہیں آئے گا اگرچہ ہم سچ ہی کیوں نہ کہہ رہے ہوں۔ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی بات کا یقین نہیں آیا۔ انہوں نے فرمایا: یہ پورا واقعہ تم اپنے دل سے بنا کر لائے ہو (اس میں ذرا بھی سچائی نہیں)۔ بہرحال میں صبر جمیل کرتا ہوں، جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس پر اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں۔ وہی مددگار ہے [1]

(انہی ایام میں) ایک قافلہ اس کنویں کے پاس سے گذرا جس کنویں میں یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ڈالا گیا تھا۔ (اہلِ قافلہ نے وہاں قیام کیا)۔ دورانِ قیام انہوں نے پانی لانے کے لئے اپنے سقّے کو بھیجا۔ سقا اتفاق سے اسی کنویں پر پہنچا۔ اس نے پانی نکالنے کے لئے اس کنویں میں ڈول ڈالا۔ ڈول میں یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹھ گئے۔ جب سقّے نے ڈول کھینچا تو یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ کر وہ خوشی میں چلّایا اے قافلہ والو، خوش ہو جاؤ یہ ایک لڑکا (ہمیں ملا) ہے۔ قافلہ والوں نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک قیمتی سرمایہ سمجھ کر چھپا لیا [2]

(اتفاق سے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائی وہاں پہنچ گئے)۔ کیونکہ ان کو یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معاملہ میں کوئی دلچسپی تو تھی نہیں بلکہ ان سے ایک قسم کی بیزاری تھی لہٰذا انہوں نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی قافلہ کے ہاتھ بہت کم قیمت یعنی چند درہموں میں فروخت کر دیا [3]

قافلہ والوں نے مصر جا کر مصر کے ایک وزیر کے ہاتھ انہیں فروخت کر دیا۔ وزیر نے انہیں گھر لے جا کر اپنی بیوی سے کہا انہیں عزّت و اکرام کے ساتھ رکھو، ہو سکتا ہے ہمیں ان سے کسی قسم کا فائدہ پہنچے یا ہم

---

[1] یوسف۔ ۱۶ تا ۱۸

یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: یوسف کی قمیص کہاں ہے۔ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قمیص اپنے چہرہ پر ڈالی، خون سے ان کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ کہنے لگے۔ میں نے اس بھیڑیے سے زیادہ حلیم بھیڑیا نہیں دیکھا۔ اس نے میرے بیٹے کو کھا لیا اور قمیص کو نہیں پھاڑا (تفسیر مدارک ۲/۷۵۹۔ نہ قائل کا پتہ ہے، نہ سند ہے)۔

جب یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کنویں میں ڈال دیا گیا تو جبریل علیہ السلام نے ان کے تعویذ میں سے وہ قمیص نکالی جو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگ میں ڈالنے کے بعد حضرت جبریل نے پہنائی تھی۔ حضرت جبریل نے وہ قمیص یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنا دی۔ (تفسیر کبیر ۱۸/۹۹۔ یہ السدی کا قول ہے اور وہ کذاب ہے)

[2] یوسف۔ ۱۹

جب سقّے نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو کہا: یٰبُشْرٰی (اے بُشریٰ)۔ بشریٰ اس سقّے کے ساتھی کا نام تھا۔ (طبری ۱/۲۳۴۔ یہ السدّی کذّاب کا قول ہے)۔

[3] یوسف۔ ۲۰

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام بیس درہم میں فروخت ہوئے (حاکم ۲/۵۷۲۔ یہ روایت موقوف ہے)۔

انہیں اپنا بیٹا بنالیں۔ الغرض اس طرح یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس ملک میں تمکنت حاصل ہوئی۔ وزیر کے ہاں رہنے سے ان کو اصولِ مملکت اور دوسری تمام باتوں کی سمجھ بوجھ پیدا ہوئی [۱]

(یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام وزیر کے ہاں پلے اور بڑھے یہاں تک کہ جوان ہو گئے)۔ جوان ہوتے ہی اللہ تعالیٰ نے انہیں حکمت اور علوم سے سرفراز فرمایا [۲]

وزیر مصر کی بیوی (یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں گرفتار ہو گئی اور) اس نے انہیں پھسلانا چاہا [۳]

---

[۱] یوسف۔ ۲۱

مصر میں بادشاہ نے انہیں خرید لیا۔ بادشاہ مسلم تھا (طبری ۲۲۴/۱۔ یہ ایک تابعی کا قول ہے)۔

مصر میں ان کو مالک بن دعر نے خرید لیا (طبری ۲۲۵/۱۔ یہ ایک صحابی کا قول ہے۔ اسی صحابی کا ایک قول یہ ہے کہ خریدنے والے کا نام قطین تھا۔ طبری ۲۲۵/۱۔ یہ بے سند ہے۔ اُسی صحابی کا قول ہے کہ خریدنے والے کا نام قطفیر تھا۔ وہ وزیر تھا اور الریان بن ولید بادشاہ تھا (طبری ۲۲۵/۱۔ یہ روایت موقوف ہے)۔

[۲] یوسف۔ ۲۲

[۳] یوسف۔ ۲۳

وزیر کی بیوی نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا اے یوسف تمہارے بال کتنے اچھے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا میرے جسم میں سے سب سے پہلے یہی جھڑیں گے۔ اس نے کہا اے یوسف تمہاری آنکھیں کتنی اچھی ہیں۔ انہوں نے فرمایا: یہ میرے جسم میں سے سب سے پہلے زمین کی طرف بہ جائیں گی۔ اس نے کہا اے یوسف تمہارا چہرہ کتنا خوبصورت ہے۔ انہوں نے فرمایا: وہ مٹی کے لئے ہے۔ مٹی اسے کھا جائے گی۔ وہ یہی کہتی رہی یہاں تک کہ اس نے ان کو لالچ دی۔ اس نے ارادہ کیا اور انہوں نے اس کا ارادہ کیا۔ وہ دونوں مکان میں داخل ہوئے۔ (طبری ۲۳۶/۱۔ یہ السدّی کا قول ہے اور وہ کذّاب ہے)۔ (کامل ۱۱۱/۱۔ بے سند ہے)۔ کتنا بڑا جھوٹ ہے جو السدّی نے بولا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ وہ اپنا حسن بیان کرتی تاکہ وہ اس کی طرف مائل ہوتے۔ اُن کا حسن بیان کر کے اپنی طرف مائل کرنا لغو ہے۔ مزید برآں جو شخص بار بار موت کو یاد کر رہا ہو وہ کیسے پھسل سکتا ہے۔ وہ تو موت کو یاد کر کے بچنا چاہ رہا ہے۔ موت کو یاد کر کے آدمی گناہ سے بچتا ہے نہ کہ گناہ کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اس واقعہ کا بنانے والا نہ صرف جھوٹا تھا بلکہ بے عقل بھی تھا۔ اگر وہ سچا تھا تو کیا وہ ان دونوں کے پاس بیٹھا ہوا ان کی باتیں سن رہا تھا اور ان کی نقل و حرکت کو دیکھ رہا تھا۔

(ایک دن موقع پاکر) اُس نے گھر کے تمام دروازے بند کر دئے اور یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا آؤ جلدی کرو[1]

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اللہ مجھے بچائے! اللہ میرا رب ہے اس کا احسان ہے کہ اس نے مجھے اچھا ٹھکانہ دیا۔ میں اس کی نافرمانی کر کے اس کے احسان کی ناشکری نہیں کر سکتا۔ اس عورت نے تو ان سے اپنی مطلب برآری کا ارادہ کر لیا تھا اور اگر انہیں اس کی حرمت کا علم نہ ہوتا تو وہ بھی ارادہ کر لیتے۔ (انہوں نے اس کام کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سمجھا اور صاف انکار کر دیا اور) اس طرح وہ برائی اور بے حیائی سے صاف بچ گئے۔ بے شک وہ اللہ تعالیٰ کے بڑے مخلص بندے تھے۔ (انہوں نے محض اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے اس کام کا ارادہ بھی نہیں کیا)[2]

---

[1] یوسف - ۲۳

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت دکھائی دی اور وہ اٹھ کر بھاگے۔ راعیل یعنی اس عورت نے ان کا پیچھا کیا (طبری ۲۳۷/۱۔ وتفسیر ابن جریر ۱۸۴/۱۲ وشیعہ تفسیر عیاشی ۱۷۳/۲) اس روایت میں اس طرح ہے: بعض یہ کہتے ہیں.... بعض یہ کہتے ہیں۔ یہ کہنے والے سب مجہول ہیں۔ اس جہالت نے روایت کو لایعنی کر دیا۔ مزید برآں یہ روایت موقوف ہے۔ روایات میں شدید اختلاف ہے، اتفاق کا فقدان ہے۔ یہ سب باتیں اس بات کی غماز ہیں کہ یہ تمام خرافات ان لوگوں کی اختراع ہیں جو ذہنی آوارگی میں مبتلا ہیں جو احسن القصص کو رنگ آمیزی کے ذریعہ ڈرامائی ناول بنانا چاہتے ہیں۔ قرآن مجید کے الفاظ: (۱) "معاذ اللہ" (اللہ کی پناہ)،

(۲) إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ، إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ (اللہ تعالیٰ کی ناشکری اور نافرمانی کا احساس)

اور

(۳) هَمَّ بِهَا لَوْلَا أَن رَّأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ (ارادہ کر لیتے اگر برہان نہ دیکھی ہوتی)

صاف بتا رہے ہیں کہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قطعًا ارادہ نہیں کیا۔ وہ معصیت سمجھ کر فورًا معاذ اللہ کہہ کر بھاگے۔ امام ابن کثیر نے ان تمام خرافات کو جو بعض مفسرین نے نقل کی ہیں اہل کتاب کی طرف منسوب کیا ہے اور انہیں نقل نہیں کیا (البدایہ ۲۰۴/۱) علامہ نسفی نے ان باتوں کی سخت تردید کی ہے (مدارک ۷۶۲/۲ و ۷۶۶/۲) زمخشری نے الکشاف ۲۴۹/۲ میں، علامہ عبدالرحمن الثعالبی نے تفسیر الثعالبی ۲۳۱ تا ۲۳۳/۲ میں، علامہ محمد بن احمد القرطبی نے الجامع لاحکام القرآن ۱۶۵/۹، علامہ سید احمد حسن دہلوی نے احسن التفاسیر ۱۵۴/۳ میں، علامہ جلال الدین السیوطی نے تفسیر الدر المنثور ۵۲۱/۱۲ میں، علامہ ابن الجوزی نے تفسیر زاد المسیر ۱۵۸/۴ میں، علامہ ابو حیان محمد بن یوسف الغرناطی نے التفسیر الکبیر المسمی بالبحر المحیط ۲۹۵/۵ میں، شیعہ مفسر ابو علی الفضل الطبرسی نے مجمع البیان فی تفسیر القرآن ۲۴۴/۵ میں، شیعہ عالم سید ہاشم الرسولی المحلاتی نے تفسیر عیاشی ۱۷۳/۲ کے حاشیہ پر ان خرافات کی سخت تردید کی ہے۔ حسن بن مسعود بغوی نے بھی ان باتوں کی کسی حد تک تردید کی ہے (تفسیر معالم التنزیل ۴۱۸/۲)۔ علامہ ابن الجوزی لکھتے ہیں: انبیاء زنا کا عزم کرنے سے معصوم ہوتے ہیں۔ (زاد المسیر ۱۵۸/۴) ابن الجوزی لکھتے ہیں: برہان سے مراد تحریم زنا ہے (زاد المسیر ۱۶۰/۴)۔

[2] یوسف - ۲۳ و ۲۴

کہا جاتا ہے ایک آواز آئی اے یوسف تمہارا نام انبیاء کے رجسٹر میں ہے اور تم بے وقوفوں کا کام کر رہے ہو (تفسیر بیضاوی ۱۳۱/۳۔ نہ سند ہے نہ قائل کا نام)۔

ابن جریر کہتے ہیں: یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی دیکھی جو اس ارادے پر جو انہوں نے کر لیا تھا زجر و توبیخ کر رہی تھی (تفسیر ابن کثیر ۴۷۵/۲) ابن جریر کا یہ بیان یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ "معاذ اللہ" کے سخت خلاف ہے۔ انہوں نے تو فورًا معاذ اللہ کہہ کر شدت سے انکار کر دیا۔

معاذ اللہ وغیرہ کہنے کے بعد یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام دروازے کی طرف بھاگے۔ وہ عورت بھی انہیں پکڑنے کے لئے ان کے پیچھے بھاگی۔ اس بھاگ دوڑ میں ان کی قمیص کا دامن اس عورت کے ہاتھ میں آگیا۔ اس نے اتنے زور سے قمیص کا دامن پکڑا کہ بالآخر وہ پھٹ گیا۔ (یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام دروازہ کھول کر باہر نکلے اور وہ عورت بھی ان کے پیچھے پیچھے دروازے کے باہر آگئی)۔ دروازے پر ان دونوں نے وزیر کو کھڑا ہوا پایا۔ (وہ عورت بڑی چالاک تھی)۔ اس نے (فوراً ہی اپنی پاکدامنی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے شوہر سے) کہا: (انہوں نے میرے ساتھ برے کام کا ارادہ کیا تو) جو شخص آپ کی بیوی کے ساتھ برے کام کا ارادہ کرے اس کی سزا اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کو قید کر دیا جائے یا دردناک سزا دی جائے۔ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: (میرا کوئی قصور نہیں)۔ اس عورت نے مجھ سے برے کام کا ارادہ کیا تھا۔ (میں اس سے بچ کر بھاگا تو اس نے میرا پیچھا کر کے میرا دامن پکڑ لیا اور مجھے روکنے کے لئے اس زور سے اسے کھینچا کہ وہ پھٹ گیا۔ دونوں نے اپنی اپنی برأت ثابت کی تو معاملہ کو سلجھانے کے لئے) اسی عورت کے ایک شاہد نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر ان کا دامن آگے سے پھٹا ہوا ہے تو عورت سچی ہے اور اگر دامن پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو یوسف سچے ہیں۔ وزیر مصر نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قمیص کو دیکھا تو وہ پیچھے سے پھٹی ہوئی تھی۔ (وہ سمجھ گیا کہ اس کی بیوی کا قصور ہے) اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ یہ تمہارا ہی مکر و فریب ہے۔ تمہارا مکر و فریب بہت ہی زبردست ہوتا ہے۔ پھر اس نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف مخاطب ہو کر کہا: اے یوسف تم اس بات کا کچھ خیال نہ کرو (مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ تم بے قصور ہو)۔ پھر اس نے اپنی بیوی سے کہا: اپنے گناہ کی معافی

= ایک روایت میں ہے کہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی قصد کر لیا۔ انہیں یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام دکھائی دئے۔ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینے پر مارا۔ ان کی شہوت انگلیوں کے پوروں سے نکل گئی۔ اگر وہ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ دیکھتے تو جماع کر لیتے (تفسیر جلالین ص ۲۳۹۔ الکشاف ۲/۲۴۹۔ الکشاف میں خط کشیدہ عبارت نہیں ہے۔ یہ پوری روایت بے سند بھی ہے اور موقوف بھی)۔

کہا جاتا ہے کہ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چیخ کر کہا: اے یوسف ایسا پرندہ نہ بنو جس کے بازو نہ ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ بے بازو اور بے کلائی کا ایک ہاتھ ظاہر ہوا۔ اس میں یہ لکھا ہوا تھا کراماً کاتبین تم پر محافظ ہیں۔ وہ پھر بھی زنا کے قصد سے باز نہ آئے تو اس میں لکھا ہوا دیکھا: زنا کے قریب نہ جاؤ۔ یہ بڑی بے حیائی ہے اور بری روش ہے۔ وہ پھر بھی باز نہ آئے تو اس میں یہ لکھا ہوا دیکھا: اس دن سے ڈرو جس دن تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ وہ پھر بھی باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے جبریل سے کہا میرے بندے کے پاس جاؤ قبل اس کے کہ وہ گناہ کر بیٹھے۔ جبریل آئے اور کہا اے یوسف کیا بے وقوفوں کا عمل کر رہے ہو حالانکہ تمہارا نام تو انبیاء علیہم السلام کے دیوان میں لکھا ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے عزیز کی مورت دیکھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ عورت بت کے پاس گئی اور اسے ڈھانک دیا اور کہنے لگی کہ مجھے شرم آتی ہے کہ یہ ہم کو اس حالت میں دیکھے۔ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: تمہیں اس سے شرم آتی ہے جو نہ سن سکتا ہے اور نہ دیکھ سکتا ہے اور میں سمیع، بصیر، علیم بذات الصدر سے نہ شرماؤں۔ زمخشری کہتے ہیں یہ ان لوگوں کی روایات ہیں جو اللہ تعالیٰ پر، انبیاء علیہم السلام پر، اہل عدل اور اہل توحید پر بہتان لگانے سے نہیں چوکتے۔ الحمد للہ ان لوگوں کے مقالات سب بے بنیاد ہیں (الکشاف ۲/۲۴۹)۔ یہ پوری روایت جھوٹی اور بہتانِ عظیم ہے۔

مانگو، بے شک تم ہی خطا کار ہو [1]

شاہد جس نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ کیا ایک بچّہ تھا [2]

(شدہ شدہ یہ خبر اس) شہر کی عورتوں (کو بھی پہنچ گئی۔ انہوں) نے ایک دن آپس میں اس بات کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا، وزیر کی بیوی اپنے غلام سے اپنی مطلب برآری چاہتی ہے۔ غلام کی محبت اس کے دل میں گھر کر گئی ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہے۔ جب وزیر کی بیوی نے شہر کی عورتوں کے یہ طعنے سنے تو اس نے ان کی دعوت کی اور ان کے لئے فرش فروش اور گدّے تکیوں کا انتظام کیا۔ (جب سب عورتیں جمع ہو گئیں تو) اس نے ہر ایک عورت کو ایک ایک چھری دے دی اور یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا: ذرا باہر تو آؤ (جب وہ باہر آئے) تو ان کو دیکھ کر عورتوں نے ان کو عظیم الشان سمجھا۔ (ان کے حسن و جمال کو دیکھ کر وہ وارفتہ ہو گئیں اور اس وارفتگی کے عالم میں) انہوں نے چھریوں سے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ کہنے لگیں، سبحان اللہ، یہ انسان نہیں ہے، یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے۔ (جب) وزیر کی بیوی نے (ان کی وارفتگی کا یہ عالم دیکھا تو) کہا یہی ہیں وہ جن کے بارے میں تم مجھے ملامت کرتی تھیں۔ (جب تم بے قابو ہو گئیں تو میرا بے قابو ہو جانا تم کو برا کیوں معلوم ہوا) بے شک میں نے ان کو اپنی مطلب برآری کے لئے پھسلایا تھا لیکن وہ بچ نکلے۔ (اپنی عصمت کی حفاظت کرتے رہے بہرحال جو ہوا ہوا، میں تو اب بھی یہی کہتی ہوں کہ) اگر انہوں نے وہ کام نہیں کیا جس کام کا میں انہیں حکم دیتی ہوں تو یہ ضرور قید کر دئے جائیں گے یا بہت ذلیل و خوار ہوں گے۔ (اس واقعہ کے بعد وہ عورتیں بھی یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی طرف بلانے لگیں۔ الغرض جب) یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (ان عورتوں کی یہ خواہش اور اس عورت کے ارادہ میں پختگی دیکھی تو) اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعاء کی: "اے میرے رب، جس کام کی طرف یہ عورتیں مجھے بلا رہی ہیں اس کام کے مقابلہ میں مجھے قید خانہ پسند ہے اور اے میرے رب اگر تو نے مجھے ان کے مکر و فریب سے نہیں بچایا تو ہو سکتا ہے کہ میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں اور نادان بن جاؤں۔" اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاء قبول فرمائی اور یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے مکر و فریب سے بچا لیا [3]

(الغرض) ارباب اختیار نے (باوجود اس کے کہ انہوں نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاکدامنی کی شہادتیں اور) نشانیاں دیکھ لیں پھر بھی (بات کو رفع دفع کرنے یا عورت کو بے قصور ثابت کرنے کے لئے) یہی مناسب سمجھا کہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کچھ عرصہ کے لئے قید خانہ بھیج دیں [3]

---

[1] یوسف۔ ۲۳ تا ۲۹

[2] طبری ۲۲۸/۱۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ حماد راوی نے اپنے استاد عطاء سے اس کا حافظہ خراب ہونے سے پہلے سنا تھا (تہذیب التہذیب)

[3] یوسف۔ ۳۰ تا ۳۵

راعیل نے ایک دعوت کا انتظام کیا۔ تمام عورتوں کو بلایا اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک چھری دے دی جس سے وہ نیبو کاٹیں۔ وہ نیبو کاٹنے ہی والی تھیں کہ راعیل نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہاں بلایا۔ وہ عورتیں ان کو دیکھ کر ایسی وارفتہ ہو گئیں کہ انہوں نے بجائے نیبو کے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ اب انہوں نے سمجھا کہ راعیل کا عذر صحیح ہے (طبری ۲۲۹/۱۔ یہ روایت موقوف ہے)۔

(یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام قید خانہ بھیج دئے گئے)۔ ان کے ساتھ دو اور جوان آدمی بھی قید خانہ میں داخل ہوئے۔ (ان دونوں میں سے ہر ایک نے ایک خواب دیکھا اور خواب کی تعبیروں کے لئے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف رجوع کیا) ان میں سے ایک نے کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں شراب بنانے کے لئے انگور نچوڑ رہا ہوں۔ دوسرے نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سر پہ روٹیاں اٹھائے ہوں اور پرندے آ آکر روٹیاں کھا رہے ہیں۔ خواب بیان کرنے کے بعد ان دونوں نے کہا: آپ ہمارے خواب کی تعبیر بتا دیجئے، ہم دیکھتے ہیں کہ آپ بڑے نیک آدمی ہیں۔ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: تمہیں جو کھانا ابھی ملنے والا ہے وہ تمہارے پاس نہیں آنے پائے گا کہ اس سے پہلے میں تمہارے خوابوں کی تعبیر بتا دوں گا، میرے رب نے جن جن باتوں کی تعلیم مجھے دی ہے ان میں سے ایک بات خوابوں کی تعبیر بتلانے کا علم بھی ہے۔ (یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے موقع کو غنیمت سمجھ کر انہیں اسلام اور توحید کی دعوت دینی شروع کر دی)۔ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: میں نے اپنی قوم کے لوگوں کے مذہب کو چھوڑ دیا جو نہ تو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔ میں تو اپنے آباء واجداد ابراہیم، اسحاق اور یعقوب (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کی ملت کی پیروی کرتا ہوں۔ ہمارے لئے مناسب نہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ ذرا سا بھی شرک کریں۔ یہ اللہ کا ہم پر اور تمام لوگوں پر بڑا فضل ہے (کہ وہ بار بار ہماری صحیح راستہ کی طرف راہنمائی کرتا رہتا ہے) لیکن اکثر لوگ اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔ اے قید خانہ کے ساتھیو، تم ہی بتاؤ کہ مختلف قوموں اور قبیلوں کے یہ رب بہتر ہیں یا اللہ بہتر ہے جو واحد و یکتا اور غالب و زبردست ہے اور اے میرے قید خانہ کے ساتھیو، جن جن ہستیوں کی تم اللہ کے علاوہ پرستش کرتے ہو یہ بس نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آبا و اجداد نے خود رکھ لئے ہیں، اللہ نے تو ان کی کوئی سند نہیں اتاری۔ حکم تو اسی کا چلتا ہے اور مانا جاتا ہے (اس نے تو ان معبودوں کی پرستش کا حکم نہیں دیا)۔ اس نے یہ حکم دیا ہے کہ بس اسی اکیلے کی عبادت کی جائے اور یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ اتنی معمولی بات کو بھی نہیں سمجھتے۔ اے میرے قید خانہ کے ساتھیو (اب تم اپنے خوابوں کی تعبیر سنو)۔ تم میں ایک تو بری ہو جائے گا اور اپنے آقا کو بدستور شراب پلائے گا اور دوسرا (بری نہیں ہوگا بلکہ) پھانسی پر لٹکا یا جائے گا اور پرندے آ آ کر اس کے سر کو نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان باتوں کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ خوابوں کی تعبیر بتانے کے بعد یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان دونوں میں سے اس شخص سے جس کے متعلق انہیں یقین تھا کہ رہائی پائے گا کہا کہ جب تم رہائی کے بعد اپنے آقا کے پاس پہنچو تو اس سے میرا بھی ذکر کر دینا لیکن جب وہ رہائی کے بعد اپنے آقا (یعنی بادشاہ) کے پاس پہنچا تو اس سے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرنا بھول گیا۔ اس طرح یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام چند سال اور قید خانہ میں رہے [1]

---

[1] یوسف - ۳۶ تا ۴۲
اگر یوسف (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نجات پانے والے قیدی سے یہ نہ کہتے کہ اپنے آقا سے میرا ذکر کرنا تو وہ اتنے عرصہ قید خانے میں نہ رہتے۔ انہوں نے غیر اللہ سے اپنی نجات کے لئے کہا (رواہ ابن جریر۔ تفسیر ابن کثیر ۲/۴۷۹)۔ یہ حدیث جھوٹی ہے۔ سند میں سفیان =

(پھر حسن اتفاق سے ایک دن) بادشاہ نے (ایک خواب دیکھا اور اس خواب کو اپنے سرداروں سے بیان کیا۔ اس نے) کہا: اے سردارو، میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سات موٹی تازی گایوں کو سات دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں۔ (مزید برآں) میں نے سات سبز بالیں اور سات خشک بالیں بھی دیکھیں، اگر تم خواب کی تعبیر دے سکتے ہو تو مجھے میرے خواب کی تعبیر بتاؤ۔ سرداروں نے کہا: یہ تو پریشان خواب ہیں، ایسے خوابوں کی تعبیر ہمیں نہیں آتی۔ (بادشاہ اور سرداروں کے درمیان خواب کے سلسلہ میں جو باتیں ہوئیں وہ اتفاق سے) رہائی پانے والے شخص (نے سن لیں، اُس) کو ایک مدّت کے بعد اس موقع پر یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام یاد آگئے۔ اس نے بادشاہ اور سرداروں سے کہا: میں آپ کو خواب کی تعبیر بتا سکتا ہوں، آپ مجھے قید خانہ جانے کی اجازت دیجئے۔ (بادشاہ نے اس کو قید خانہ جانے کی اجازت دے دی۔ وہ قید خانہ پہنچا۔ اس نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا: اے یوسف، اے صدیق (بادشاہ نے خواب میں دیکھا ہے کہ) سات موٹی تازی گایوں کو سات دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں اور (بادشاہ نے) سات سرسبز بالیں اور سات خشک بالیں بھی دیکھی ہیں۔ آپ ہمیں اس خواب کی تعبیر بتائیے تاکہ میں بادشاہ اور سرداروں کے پاس جا کر انہیں وہ تعبیر بتاؤں اور انہیں صحیح تعبیر کا علم ہو جائے۔ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: تم سات سال تک متواتر کھیتی کرو گے (خوب پیداوار ہوگی) پھر اس کے بعد سات سال تک سخت قحط پڑے گا تو تم ایسا کرنا کہ جب پیداوار کے سال آئیں اور تم کھیتی کاٹو تو صرف اتنی کھیتی کاٹنا جتنی تمہارے کھانے کے لئے ضروری ہو۔ باقی غلّہ کو بالوں ہی میں رہنے دینا۔ پھر جب قحط کے سات سال آئیں گے تو ان میں خوشحالی کے سات سال کی تمام پیداوار ختم ہو جائے گی سوائے اس غلّہ کے جو تم (بیج وغیرہ کے لئے) اٹھا رکھو۔ پھر قحط کے ان سات سالوں کے بعد ایک سال ایسا آئے گا کہ اس میں خوب بارش ہوگی۔ ہر چیز افراط سے پیدا ہوگی حتیٰ کہ انگور بھی اتنی فراوانی سے ہوں گے کہ ان کو صرف کھائیں گے ہی نہیں بلکہ (شراب کے لئے) نچوڑیں گے بھی [1]

(اس شخص نے جا کر یہ تعبیر بادشاہ کو بتا دی) بادشاہ نے کہا ان کو میرے پاس لاؤ (ایک آدمی ان کو بلانے کے لئے گیا) جب وہ آدمی ان کے پاس پہنچا (اور بادشاہ کا پیغام دیا) تو انہوں نے کہا: اپنے مالک کے پاس واپس جاؤ اور اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا قصّہ ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے۔ میرا مالک تو ان عورتوں کے مکر و فریب سے بخوبی واقف ہے۔ بادشاہ نے (ان عورتوں کو بلایا اور) ان سے پوچھا کہ بتاؤ جب تم نے یوسف کو پھسلایا تھا تو تمہارے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا تھا۔ عورتوں نے کہا: سبحان اللہ ہم نے یوسف میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔ (اس موقع پر) وزیر کی بیوی (بھی موجود تھی۔

= بن وکیع ضعیف ہے اور ابراہیم بن یزید الجوزی اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔ تدبیر کرنا جرم نہیں ہے)۔

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بادشاہ کے ساقی سے کہا اپنے آقا سے میرا ذکر کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے یوسف تم نے میرے علاوہ اپنا کارساز بنا لیا اب میں قید کی مدت کو طویل کر دوں گا۔ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام رونے لگے اور کہنے لگے اے رب میں بھول گیا (طبری ۱۴۱/۲۴۱/۲۔ یہ مالک بن دینار کا بے دلیل قول ہے اور بالکل جھوٹ ہے۔ تدبیر کرنا جائز ہے)۔

[1] یوسف ۔ ۴۳ تا ۴۹

اس) نے دیکھا کہ اب اصل حقیقت ظاہر ہو گئی ہے (اب چھپانے سے کوئی فائدہ نہیں) لہذا (اس نے صاف صاف اپنے جرم کا اقرار کیا) اس نے کہا: میں نے ہی ان کو پھسلایا تھا اور وہ یقیناً سچے ہیں (انہوں نے کبھی برے کام کا ارادہ نہیں کیا)۔ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: یہ تحقیقات میں نے اس لئے کرائی ہے کہ وزیر کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی عدم موجودگی میں کبھی کوئی خیانت نہیں کی۔ میں اپنے نفس کو برائی سے مبرّا نہیں کہتا، نفس تو برائی کا حکم دیتا ہی رہتا ہے (اس کی شرارت سے بچنا ناممکن ہے) مگر وہ شخص بچ سکتا ہے جس پر میرے رب کا رحم ہو جائے (اور وہ اپنے رحم و کرم سے اُسے برائی سے بچالے۔ میری پاکدامنی میرا اپنا کارنامہ نہیں۔ یہ سب کچھ میرے رب کا رحم و کرم ہے کہ اس نے مجھے برائی سے بچا لیا) میرا رب بے شک بڑا معاف کرنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے [1]

(الغرض جب یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برّیت ہو گئی اور بادشاہ (ان کی ذکاوت اور ذہانت کا بھی قائل ہو گیا تو اس) نے کہا: یوسف کو میرے پاس بلا کر لاؤ میں اپنی ذات خاص (کے کاموں) کے لئے ان کو منتخب کرتا ہوں۔ (یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام بادشاہ کے پاس پہنچے)۔ جب بادشاہ نے ان سے گفتگو کی تو اس نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا: آج سے آپ ہمارے ہاں صاحب منزلت اور امور مملکت کے امین ہیں۔ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: مجھے زمین کے خزانوں پر مامور کر دیجئے میں ان کی اچھی طرح حفاظت بھی کر سکتا ہوں (اور اس کام سے) اچھی طرح واقف بھی ہوں۔ الغرض اس طرح یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس ملک میں قوت اور تمکنت حاصل ہوئی۔ وہ اس سرزمین میں جہاں چاہتے رہتے تھے (کوئی انہیں روکنے والا نہیں تھا)۔ [2]

(جب خواب کی تعبیر کے مطابق وہ سال شروع ہوئے جن میں قحط پڑا تو یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے راشننگ کا نظام رائج کیا۔ ایک وقت میں ایک شخص کو ایک بار شتر غلّہ دیتے تھے انہوں نے نہ صرف اپنے ملک میں قحط سالی کا مقابلہ کیا بلکہ دوسرے قحط زدہ ممالک کے لئے بھی غلّہ فراہم کیا۔ انہوں نے قوم پرستی، ملک پرستی اور عصبیت کے تمام بتوں کو چکنا چور کر کے رکھ دیا اور عالمگیر انسانی اخوت کا بھرپور

---

[1] یوسف ۔ ۵۰ تا ۵۳

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا یہ تحقیقات میں نے اس لئے کرائی ہے کہ عزیز کو معلوم ہو جائے کہ میں نے خیانت نہیں کی۔ جبریل نے کہا: اس دن خیانت نہیں کی تھی جس دن اس کا ارادہ کیا تھا۔ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا۔ نفس تو برے کام کا ہی حکم دیتا ہے (تفسیر ابن جریر ۱/۱۳۔ یہ روایت موقوف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ بات جبریل نے نہیں کہی تھی زلیخا نے کہی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے خود یہ بات کہی تھی۔ الغرض کوئی چیز ثابت نہیں۔ جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔ قرآن مجید کے خلاف جھوٹ گھڑنا حیرت انگیز ہے۔

[2] یوسف ۔ ۵۴ تا ۵۶

بادشاہ مسلم ہو گیا (طبری ۵ ۲۳/۲۔ یہ ابن اسحٰق کا قول ہے)۔

بادشاہ نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تاج پہنایا، شاہی مُہر اُن کو پہنائی، گلے میں تلوار لٹکائی، ان کے لئے موتیوں اور یاقوت کا تخت بنوایا۔ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تاج پہننے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے فرمایا نہ یہ میرا لباس ہے اور نہ میرے آباء واجداد کا (تفسیر کبیر ۱۸/۱۶۲، تفسیر مدارک ۲/۶۰۔ نہ قائل کا پتہ ہے اور نہ سند ہے)۔

نظاہرہ کیا) یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائی (بھی قحط کا شکار ہوئے۔ انہوں نے ملک مصر کا رخ کیا اور غلّہ حاصل کرنے کے لئے) یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچے۔ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں پہچان لیا لیکن وہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ پہچان سکے۔ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے لئے سامانِ سفر تیار کرایا۔ جب وہ رخصت ہونے لگے تو ان سے کہا: آئندہ جب تم غلّہ لینے آؤ تو اپنے سوتیلے بھائی کو بھی لے کر آنا۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ میں پورا پورا ناپ کر دیتا ہوں اور مہمان نوازی بھی خوب کرتا ہوں اور اگر تم اپنے سوتیلے بھائی کو نہ لائے تو پھر میرے ہاں سے تمہیں نہ غلہ ملے گا اور نہ ہی تم میرے پاس آسکو گے۔ بھائیوں نے کہا: (اپنے سوتیلے بھائی کو لانے کے سلسلہ میں ہم اپنے والد کو سمجھائیں گے اور) ہم ان کو اپنے ساتھ لانے کی بھرپور کوشش کریں گے۔ جب وہ روانہ ہونے لگے تو یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے خادموں سے کہا ان کی دی ہوئی پونجی جو انہوں نے غلّہ کی قیمت کے سلسلہ میں دی ہے ان کے پالان میں رکھ دو تاکہ جب یہ اپنے اہل وعیال میں پہنچیں تو اسے پہچان لیں اور (اس پونجی کے عوض مزید غلہ لینے کے لئے) دوبارہ آئیں۔ الغرض جب وہ اپنے والد کے پاس لوٹ کر آئے تو انہوں نے کہا: اے ابّا جان، اب ہمیں غلہ نہیں ملے گا جب تک ہم اپنے بھائی کو لے کر نہ جائیں۔ وزیرِ مصر کا یہی فیصلہ ہے۔ آپ ان کو ہمارے ساتھ بھیج دیں تاکہ ہمیں غلّہ مل جائے اور (آپ مطمئن رہیں کہ) ہم ان کی حفاظت کریں گے۔ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اگر میں تم کو اس کا امین بنا دوں تو تم اس کی بس ایسی ہی حفاظت کرو گے جیسی حفاظت تم نے اس وقت کی تھی جب میں نے اس کے بھائی کے سلسلہ میں تمہیں امین بنایا تھا۔ (میں تمہاری حفاظت میں نہیں دیتا) بلکہ میں اللہ کی حفاظت میں دیتا ہوں وہ بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ (ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ) ان لوگوں نے اپنا سامان کھولا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کی پونجی ان کو لوٹا دی گئی ہے۔ انہوں نے فوراً اپنے والد سے کہا اے ابّا جان، اب ہمیں کیا کرنا ہے۔ غلّہ خریدنے کے لئے یہ پونجی جو ہمیں واپس کر دی گئی ہے موجود ہے۔ اس پونجی سے ہم پھر اپنے اہل و عیال کے لئے غلّہ لائیں گے، اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور اس کے حصّہ کا ایک بارِ شتر غلّہ اور لائیں گے۔ یعقوب علیہ السلام نے کہا: میں اسے تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا جب تک تم اللہ کی قسم کھا کر مضبوط عہد نہ کرو کہ تم اس کو ضرور میرے پاس لے آؤ گے سوائے اس صورت کے کہ تم خود ہی کہیں گھر جاؤ (اور مجھ تک نہ پہنچ سکو) جب یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائیوں نے یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مضبوط عہد کیا تو یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جو کچھ ہم نے آپس میں عہد و پیمان کیا اس پر اللہ نگہبان ہے [1] (الغرض جب بھائی غلّہ لانے کے لئے روانہ ہونے لگے تو یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اے میرے بیٹو، شہر میں ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ

---

[1] یوسف۔ ۵۸ تا ۶۶

متفرق دروازوں سے داخل ہونا (تاکہ نظر نہ لگے) اللہ کی طرف سے جو بات ہونے والی ہے میں اسے روک تو نہیں سکتا (اپنی استطاعت کے مطابق تدبیر کر رہا ہوں) حکم تو اللہ ہی کا چلتا ہے میں (تدبیر کے باوجود) بھروسہ اسی پر کرتا ہوں اور اسی پر تمام بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ کرنا چاہئے۔ الغرض یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کے مطابق وہ لوگ متفرق دروازوں سے شہر میں داخل ہوئے لیکن یہ تدبیر، اللہ تعالیٰ نے جو فیصلہ کرلیا تھا اس کے مقابلہ میں کام نہ آئی۔ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں ایک تدبیر آئی تھی اسے انہوں نے کرڈالا (اور یہ سمجھتے ہوئے کرڈالا کہ ان کی تدبیر حکمِ الٰہی کے تابع ہے۔ ہوگا وہی جو اللہ کا حکم ہوگا) بے شک وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دئے ہوئے علم کی وجہ سے بڑے ذی علم تھے لیکن اکثر لوگ (تقدیر اور تدبیر کے ربط سے) واقف نہیں ہوتے (لہٰذا غلطی کر بیٹھتے ہیں یعنی یا تو تدبیر کو چھوڑ بیٹھتے ہیں یا تدبیر پر بھروسہ کر لیتے ہیں) [۱]

جب یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائی یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے حقیقی بھائی کو اپنے پاس ٹھہرایا اور ان سے کہا کہ میں تمہارا بھائی یوسف ہوں اور جو کچھ یہ لوگ تمہارے ساتھ کرتے رہے ہیں اس پر اب کسی قسم کا رنج وغم نہ کرو۔ پھر جب وہ لوگ غلّہ لے کر جانے لگے تو یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا سامان سفر تیار کرتے وقت شاہی جام (خفیہ طور پر) اپنے حقیقی بھائی کے پالان میں رکھ دیا۔ (خدّام کو اس بات کی خبر نہیں ہوئی اور قافلہ روانہ ہوگیا۔ قافلے کے روانہ ہونے کے بعد جب خدّام نے دیکھا کہ شاہی جام نہیں ملتا تو انہوں نے قافلہ والوں کو چور سمجھا) خدّام میں سے ایک شخص نے بلند آواز سے کہا: اے قافلہ والو، ٹھہر جاؤ، تم چور ہو۔ قافلہ والوں نے مڑ کر خدّام کی طرف نظر کی اور پوچھا تمہاری کیا چیز گم ہوگئی ہے۔ خدّام نے کہا: ہمیں شاہی جام نہیں مل رہا۔ پھر

---

[۱] یوسف - ۶۷ و ۶۸

بادشاہ نے اطفیر کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مقرر کر دیا (طبری ۲۴۳/۱۔ یہ ابن زید کا قول ہے)۔

<u>اطفیر کا انہی ایام میں انتقال ہوگیا۔ بادشاہ نے راعیل کا نکاح یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کر دیا</u>۔ جب یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے پاس گئے تو فرمایا یہ بہتر ہے یا وہ جو تمہاری خواہش تھی۔ اس نے کہا اے صدیق، مجھے ملامت نہ کیجئے۔ میں حسین وجمیل، ناز ونعم میں پرورش پا رہی تھی۔ میرا شوہر عورتوں کے پاس نہ آتا تھا اور آپ حسین وجمیل تھے۔ میرے نفس نے مجھ پر غلبہ کیا۔ <u>یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے کنواری پایا</u>۔ اس سے آپ کے دو لڑکے ہوئے: افرائیم اور میشا (طبری ۲۴۳/۱۔ یہ روایت بے سند ہے) (تفسیر جلالین ص۲۴۳۔ اس میں صرف خط کشیدہ عبارت ہے اور بے سند ہے) (تفسیر ابن جریر جزو ۸ ص۶۔ یہ ابن اسحٰق کا قول ہے)۔

جب وہ لوگ لوٹے تو انہوں نے یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا: اے اباجان، مصر کے بادشاہ نے ہمارا بڑا اکرام کیا۔ اس نے شمعون کو رہن رکھ لیا ہے اور کہا ہے کہ اپنے بھائی کو بھی لے کر آؤ ورنہ آئندہ میرے پاس نہ آنا (طبری ۲۴۵/۱۔ یہ السدی کا قول ہے جو کذاب ہے)۔

نظر لگ جانے کے اندیشہ سے یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بیٹوں سے کہا تم علیحدہ علیحدہ دروازوں سے داخل ہونا (طبری ۲۴۶/۱۔ یہ قتادہ کا قول ہے)۔

خدّام میں سے ایک ذمہ دار آدمی نے کہا: جو شخص اس شاہی جام کو لے کر آئے گا میں ضمانت دیتا ہوں کہ میں اس کو ایک بار شتر غلّہ بطور انعام دوں گا۔ قافلہ والوں نے کہا: اللہ کی قسم، تم جانتے ہو کہ ہم اس ملک میں بدامنی پھیلانے نہیں آئے اور نہ ہم چور ہیں۔ خدّام نے کہا: بتاؤ اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے تو چور کی سزا کیا ہوگی۔ قافلہ والوں نے کہا: جس کے پالان میں سے وہ شاہی جام برآمد ہو اس کو اس کے بدلہ میں قید کر لیا جائے۔ ظالموں کو اسی طرح ہم سزا دیا کرتے ہیں (اس گفت وشنید کے بعد قافلہ والوں کو یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں پیش کر دیا گیا) یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بھائی کے سامان کی تلاشی لینے سے پہلے دوسرے لوگوں کے سامان کی تلاشی لینی شروع کی۔ پھر سب کے آخر میں اپنے بھائی کے سامان کی تلاشی لی اور اس میں سے وہ شاہی جام برآمد کر لیا۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے یہ تدبیر کی تاکہ وہ اپنے حقیقی بھائی کو اپنے پاس روک سکیں ورنہ بادشاہ کے (مروّجہ) قانون کے مطابق وہ انہیں نہیں روک سکتے تھے۔ (جب شاہی جام یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقیقی بھائی کے سامان سے برآمد ہوا تو ان کے بھائی) کہنے لگے کہ اگر انہوں نے چوری کی تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ان سے پہلے ان کے بڑے بھائی بھی چوری کر چکے ہیں۔ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چوری کی اصل حقیقت کو دل ہی میں چھپائے رکھا ان پر ظاہر نہیں کیا۔ انہوں نے کہا تو بس یہ کہا: تم بدترین درجہ کے لوگ ہو، جو کچھ تم بیان کر رہے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ انہوں نے (خوشامدانہ طور پر یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا) اے وزیر محترم ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں، وہ ان کی جدائی برداشت نہیں کر سکیں گے لہذا ہماری درخواست ہے کہ ان کے بجائے ہم میں سے کسی کو گرفتار کر لیجئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ بڑے احسان کرنے والے ہیں (یہ احسان بھی ہم پر کیجئے)۔ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اللہ بچائے، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جس کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے اس کے بجائے کسی دوسرے بے گناہ کو گرفتار کر لیں۔ اگر ہم ایسا کریں تو ہم بڑے ناانصاف ہیں [1]

---

[1] یوسف - ۶۹ تا ۷۹

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو دو بھائیوں کو ساتھ سلایا اور اپنے بھائی کو اپنے ساتھ سلایا اور اس کو بار بار گلے لگاتے رہے (طبری ۲۴۶/۱ یہ السدی کا قول ہے جو کذاب ہے۔ اسی قسم کی ایک اور روایت ہے لیکن ابن اسحاق سے آگے سند نہیں (طبری ۲۴۶/۱)۔

جب بنیامین کے سامان میں سے شاہی پیالہ نکلا تو بھائیوں نے کہا: اے راحیل کے بیٹے، تم سے ہم آزمائش ہی میں مبتلا ہوتے رہے ہیں۔ اچھا بتاؤ تم نے یہ پیالہ کب لیا تھا؟ بنیامین نے کہا: بنو راحیل کو تم لوگوں کی طرف سے بلا پہنچ رہی ہے۔ تم نے میرے بھائی کو ہلاک کیا یہ پیالہ میرے سامان میں رکھ دیا۔ پھر وہ سب یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں پہنچے۔ وہاں بنیامین اور اس کے بھائی روبیل کے درمیان گفتگو ہوئی۔ روبیل کو غصہ آ گیا یہ لوگ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اے بادشاہ کہہ کر خطاب کرتے رہے وغیرہ وغیرہ (طبری ۲۴۹/۱۔ اس روایت کا بنانے والا السدی ہے)۔

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بچپن میں اپنے نانا کا بت چرایا تھا اور اسے توڑ کر راستہ میں ڈال دیا تھا (طبری ۲۴۸/۱۔ یہ ایک تابعی کا قول ہے)۔

یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لڑکے کھانا کھا رہے تھے اتنے میں یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک بڑی ہڈی کی طرف دیکھا اور اُسے چھپا لیا۔ یہی وہ چوری ہے جس کی طرف بھائیوں نے اشارہ کیا جب انہوں نے کہا تھا: ان کے بھائی بھی پہلے چوری کر چکے ہیں (طبری ۲۴۹/۱۔ یہ روایت جھوٹی ہے۔ اس کا بنانے والا عبدالمنعم بن ادریس ہے)۔

(الغرض جب وہ لوگ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنی بات منوانے میں ناکام ہو گئے اور انہیں کوئی امید نہیں رہی کہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی بات مان لیں گے تو وہ سب سے الگ ہو کر تنہائی میں مشورہ کرنے لگے کہ کیا کرنا چاہیئے۔ ان میں جو سب سے بڑے بھائی تھے کہنے لگے کیا تمہیں نہیں معلوم کہ تمہارے والد نے تم سے اللہ کی قسم لے کر مضبوط عہد لیا تھا (کہ تم اپنے بھائی کی حفاظت کرو گے اور اس کو بخیر و عافیت ان تک پہنچاؤ گے) اور تم اس سے پہلے یوسف کے معاملہ میں بھی زیادتی کر چکے ہو (تو اب کس منہ سے والد کے پاس جاؤ گے۔ میں نے تو یہ فیصلہ کیا ہے کہ) میں والد کے پاس ہرگز نہیں جاؤں گا میں یہیں رہوں گا جب تک میرے والد مجھے یہاں سے چلے آنے کی اجازت نہ دیں یا اللہ میرے معاملہ میں کوئی حکم صادر نہ فرمائے اور وہ سب سے بہتر حکم دینے والا ہے۔ تم لوگ اپنے والد کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ آپ کے بیٹے نے چوری کی، ہم تو جو کچھ ہمیں علم ہے اسی کے مطابق بیان کر رہے ہیں (اصل حقیقت کا تو ہمیں علم نہیں اس لئے کہ) ہم غیب کی باتوں کو نہیں جانتے (ہم اس بیان میں بالکل سچے ہیں اگر یقین نہ آئے تو) اس بستی کے لوگوں سے دریافت کر لیجئے جس بستی میں ہم جا کر ٹھہرے تھے اور اس قافلہ کے لوگوں سے معلوم کر لیجئے جس قافلہ کے ساتھ ہم آئے ہیں (سب ہی گواہی دیں گے کہ آپ کے بیٹے نے چوری کی۔ چوری کی وجہ سے وہ گرفتار ہو گیا۔ بتایئے ہمارا اس میں کیا قصور ہے اور ہم کیا کر سکتے ہیں) [1]

(بڑے بھائی کے علاوہ سب بھائی اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جس طرح بڑے بھائی نے ان کو ہدایت کی تھی اسی طرح انہوں نے سارا حال اپنے والد ماجد سے بیان کر دیا)۔

یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: یہ پورا واقعہ تم نے خود بنا لیا ہے (اس میں ذرا سی بھی سچائی نہیں) بہر حال میں صبر جمیل کرتا ہوں، ہو سکتا ہے کہ اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے، وہ بڑا جاننے والا اور بہت حکمت والا ہے۔ یہ کہہ کر یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی طرف سے منہ موڑ لیا اور اس طرح کہنے لگے: ہائے یوسف۔

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غم میں ان کی آنکھیں سفید ہو گئی تھیں اور وہ غم میں گھٹے گھٹے رہا کرتے تھے۔

بیٹوں نے (یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غم و اندوہ کا یہ عالم دیکھا تو ہمدردانہ طور پر) کہا اللہ کی قسم ابا جان، آپ یوسف کی یاد میں اپنے آپ کو گھلا ڈالیں گے یا ہلاک ہو جائیں گے۔

یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: (میں تم سے کچھ نہیں کہتا) میں تو اپنے رنج و غم کی شکایت اپنے اللہ سے کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے مجھے بہت سی ایسی باتوں کا علم ہے جن کو تم نہیں جانتے (میں اللہ تعالیٰ سے ناامید نہیں ہوں، وہ ضرور ان سب کو میرے پاس لے آئے گا)۔

اے میرے بیٹو! جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کی خبر لاؤ اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ

[1] یوسف - ۸۰ و ۸۱

ہو۔ اللہ کی رحمت سے تو کافر نا امید ہوتے ہیں ۔[1]

(وہ سب اپنے والد کے پاس سے روانہ ہو کر یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے بھائی کی خبر لانے کے لئے روانہ ہو گئے) جب وہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا: اے وزیر محترم، ہم اور ہمارے اہل و عیال بڑی تکلیف میں ہیں تھوڑا بہت سرمایہ جو ہمارے پاس تھا وہ ہم لے آئے ہیں، آپ اس کے عوض ہمیں غلّہ کا پورا پیمانہ بھر کر دے دیں اور کچھ ہمیں صدقہ بھی دیں: اللہ صدقہ دینے والوں کو بہت ثواب دیتا ہے۔ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: تمہیں معلوم ہے جب تم نادان تھے تو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا۔ بھائیوں نے پوچھا: کیا آپ یوسف ہیں؟ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا حقیقی بھائی ہے۔ اللہ نے ہم پر بڑا احسان کیا۔ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم، اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور بے شک ہم غلطی پر تھے۔ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔ میں نے تمہیں معاف کیا۔ اللہ بھی تمہیں معاف کرے اور تم پر رحم فرمائے۔ وہ تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ یہ میری قمیص لے جاؤ اور میرے والد کے چہرے پر ڈال دو، وہ بینا ہو جائیں گے پھر تم ان سب کو یہاں میرے پاس لے آؤ۔[2]

(یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رخصت ہو کر تمام بھائی اپنے قافلہ کے ساتھ روانہ ہوئے)۔

قافلہ ابھی روانہ ہی ہوا تھا کہ ان کے والد یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام گھر والوں سے کہنے لگے: اگر تم مجھے نہ جھٹلاؤ تو ایک بات میں تم سے کہتا ہوں کہ مجھے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔ گھر والوں نے کہا: آپ ابھی تک اسی پرانی غلطی میں مبتلا ہیں (اور آپ ابھی تک یوسف سے ملنے کی امید رکھتے ہیں)۔

الغرض جب کچھ عرصہ بعد یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے خوشخبری دینے والا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچا تو اس نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قمیص ان کے چہرہ پر ڈال دی۔ قمیص کا چہرہ پر ڈالنا تھا کہ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام بینا ہو گئے۔

یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کیا میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ اللہ کی طرف سے جو باتیں میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ (دیکھ لو، یہ خوشخبری میرے علم کے مطابق ہے یا نہیں) یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائیوں نے کہا: اے ابا جان، ہم بڑے خطاکار ہیں، آپ ہماری خطاؤں کے

---

[1] یوسف ۔ ۸۳ تا ۸۷

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک خوبصورت لڑکی کو نکاح کا پیغام دیا۔ اس نے کہا بادشاہ کا غلام مجھے نکاح کا پیغام دیتا ہے (اس نے انکار کر دیا)۔ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے باپ سے کہا۔ باپ نے کہا لڑکی کو اختیار ہے۔ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اس لڑکی سے ملنے کے لئے گئے۔ اس کا گھر روشن ہو گیا۔ یہ دیکھ کر وہ نکاح کے لئے تیار ہو گئی (تفسیر عیاشی ۱۷۵/۲۔ یہ روایت جھوٹی ہے۔ اس کا بنانے والا محمد بن مروان السدّی ہے)۔

[2] یوسف ۔ ۸۸ تا ۹۳

جب بھائیوں نے کہا: ہمیں فی سبیل اللہ بھی کچھ دیجئے، اللہ صدقہ دینے والوں کو اجر و ثواب دیگا تو یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام =

لئے اللہ سے مغفرت طلب کیجئے۔ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میں تمہارے لئے اپنے رب سے دعائے مغفرت کروں گا۔ امید ہے کہ وہ تمہیں معاف کر دے گا اس لئے کہ وہ تو معاف کرنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔ ؎

(یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہدایت کے مطابق ان کا پورا خاندان مصر منتقل ہو گیا) جب وہ لوگ مصر کے قریب پہنچے تو یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا استقبال کیا اور کہا مصر میں داخل ہو جائیے اب انشاء اللہ یہاں آپ امن سے رہیں گے۔ پھر جب وہ لوگ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر پہنچے تو انہوں نے اپنے والدین کو اپنے ساتھ ٹھہرایا۔ گھر پہنچتے ہی انہیں اپنے تخت پر بٹھایا۔ اس موقع پر یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام، یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ محترمہ اور ان کے تمام بھائی تعظیماً یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آگے سجدہ میں گر پڑے۔ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام (کو اپنے بچپن کا خواب یاد آ گیا۔ انہوں) نے اپنے والد (بزرگوار) سے کہا: اے اباجان، میں نے جو پہلے (بچپن میں) خواب دیکھا تھا یہ اس کی تعبیر ہے۔ میرے ربّ نے اسے سچ کر دکھایا۔ اس نے مجھ پر بڑا احسان کیا کہ مجھے قید خانہ سے نکالا اور بعد اس کے کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈلوا دیا تھا، اس فساد کو ختم کرایا اور آپ سب کو گاؤں سے یہاں لے آیا۔ یہ سب اسی کا لطف و کرم ہے بیشک وہ علم والا اور حکمت والا ہے (میرے ساتھ جو کچھ ہوا سب میں اس کی حکمت کام کر رہی تھی)۔ پھر اس موقع پر انہوں نے اپنے رب سے دعاء کی انہوں نے کہا: اے رب، تو نے مجھے حکومت عطاء کی، ہر قسم کی باتوں اور رموز کو سمجھنے کا ملکہ عطاء فرمایا۔ اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، تو ہی

= سے رہا نہ گیا۔ رونے لگے۔ پھر کہا تم جانتے ہو کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا۔ (طبری ۲۵۲/۱۔ یہ ابن اسحٰق کا قول ہے)

؎ یوسف ۹۴ تا ۹۸

یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لڑکوں نے کہا آپ نے اور یوسف (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے معاف کر دیا لیکن جب تک اللہ تعالیٰ معاف نہ کرے آپ لوگوں کی معافی سے کچھ نہیں ہوگا۔ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعاء کی۔ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام آمین کہتے رہے۔ بیس سال بعد دعاء قبول ہوئی (تفسیر ابن کثیر۔ ۴۹۳/۲۔ یزید الرقاشی اور صالح المری دونوں جھوٹے ہیں۔ یہ روایت موقوف بھی ہے اور جھوٹی بھی)۔

دنیا اور آخرت میں میرا مددگار اور کارساز ہے۔ مجھے دنیا سے اس حال میں اٹھانا کہ میں مسلم ہوں اور آخرت میں مجھے نیک لوگوں میں کر دینا [1]

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام ملک مصر میں برابر تبلیغ کرتے رہے۔ معجزات دکھاتے رہے (خواب کی تعبیر اور قحط کے زمانہ میں ان کا حسن انتظام بھی معجزہ سے کم نہ تھا) لیکن اس کے باوجود وہاں کے لوگوں نے دل سے ایمان قبول نہیں کیا۔ ان کی لائی ہوئی شریعت کو شک وشبہ سے دیکھتے رہے یہاں تک کہ جب ان کا انتقال ہوگیا (تو لوگوں کو ان کی قدر ہوئی) کہنے لگے (ہم نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قدر نہیں کی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا لہٰذا) اب اللہ تعالیٰ ہمارے پاس کسی رسول کو نہیں بھیجے گا۔ الغرض مصر کے لوگوں نے کیونکہ یقین کامل کے ساتھ ایمان قبول نہیں کیا لہٰذا وہ گمراہ ہی رہے [2]

---

[1] یوسف ۔ ۹۹ تا ۱۰۱

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے والد سے ستر سال بعد ملے۔ اُن کو ہر سال کے بدلہ سو شہیدوں کا ثواب ہے (طبری ۲۵۰/۱ یہ حسن بصری کا قول ہے۔ اس کی ایک اور سند ہے وہ مرسل ہے مزید برآں اس کا ایک راوی ابو معاذ سلیمان بن ارقم متروک ہے۔ موضوعات روایت کرتا ہے۔ لہٰذا یہ روایت جعلی ہے۔ طبری ۲۵۱/۱)۔

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خواب کی تعبیر ۴۰ سال بعد ظاہر ہوئی (طبری ۲۵۴/۱۔ یہ سلمان فارسی کا قول ہے)۔ بعض کہتے ہیں ۸۰ سال بعد ظاہر ہوئی (طبری ۲۵۵/۱۔ یہ کہنے والے کون ہیں طبری میں ان کا نام نہیں دیا گیا اور نہ سند بیان کی گئی)۔

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی ۸۰ سال بعد اپنے والد سے ملے (حاکم کتاب التاریخ ۔ ۲/۵۷۱ ۔ یہ ایک تابعی کا قول ہے)۔

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام ارض مقدس میں ۷۲ سال بادشاہ رہے (حاکم ۲/۵۷۲ ۔ یہ روایت باطل ہے۔ اس کی سند میں کئی راوی ایسے ہیں جن کا حال نہیں ملتا)۔

جن لوگوں کو یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مصر بلایا تھا وہ کل ۳۹۰ آدمی تھے۔ ان کے مرد سب نبی تھے اور عورتیں سب صدیقہ تھیں (حاکم ۔ ۲/۵۷۲ ۔ یہ حدیث نہیں ہے۔ موقوف روایت ہے)۔

[2] حٰمٓ المؤمن ۔ ۳۴

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ سے بادشاہ مسلم ہوگیا تھا۔ اس کا انتقال ہوگیا تو قابوس بن مصعب بادشاہ ہوا۔ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو بھی اسلام کی دعوت دی لیکن اس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا (طبری ۲/۲۳۵، مدارک ۔ ۲/۷۶۰ ۔ نہ سند ہے اور نہ قائل کا نام ہے)۔

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دفن کرنے کے بعد واپس مصر آگئے اور وصیت کی مجھے میرے آباء کے پاس دفن کیا جائے (طبری ۲۵۵/۱ ۔ یہ حسن کا قول ہے)۔

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام مرمر کے صندوق میں دریائے نیل کے کنارے پانی میں دفن کئے گئے۔ (طبری ۲۵۶/۱۔ نہ قائل کا نام ہے اور نہ سند ہے)۔

ایوبؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام

ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول تھے [1]

اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت سے سرفراز فرمایا تھا [2] اور انہیں ایک کتابِ ہدایت عطاء فرمائی تھی [3]

اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش کی۔ شیطان کے ذریعہ ان کو بڑی سخت تکلیف میں مبتلا کیا لیکن وہ صابر رہے۔ وہ اس آزمائش میں پورے اترے اور ہمہ اوقات اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے رہے [4] ایک دن ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی۔ انہوں نے کہا (اے میرے رب) مجھے شیطان نے مصیبت اور سخت تکلیف میں مبتلا کر رکھا ہے [5] (اے میرے رب) میں (سخت) تکلیف سے دوچار ہوں اور تو بڑا رحم کرنے والا ہے [6]

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاء قبول فرمائی اور ان کو تکلیف سے نجات دی [7]

---

[1] النساء - ۱۶۳ و ۱۶۴ و الانعام - ۸۸

ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹی تھیں۔ ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیوی رحمت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوتی تھیں (طبری ۲۲۶/۱۔ یہ وہب کا قول ہے)۔

ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام روم کے رہنے والے تھے۔ ان کی بیوی لیا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹی تھیں (طبری ۲۲۶/۱۔ یہ غیاث کا قول ہے)۔

[2] الانعام - ۸۵

[3] الانعام - ۹۰

[4] ص - ۴۱ و ۴۴

ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیماری بدھ کے دن شروع ہوئی۔ (ابن ماجۃ کتاب الطب باب فی ای ایام یحتجم جزء ۲ ص ۳۵۲ اس روایت کی سند میں عبداللہ بن عصمہ مجہول ہے۔ یہ روایت کئی کتابوں میں مختلف سندوں سے مروی ہے لیکن کوئی روایت قابل اعتبار نہیں)۔ ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام منگل کے دن شفایاب ہوئے (ابن ماجۃ کتاب الطب باب فی ای ایام یحتجم جزء ۲ ص ۳۵۲ اس روایت کی سند میں ایک راوی حسن بن ابی جعفر ضعیف ہے)۔

کعب کہتے ہیں :- ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑے صابر تھے۔ ابلیس نے اپنی فوج کے ساتھ ان پر حملہ کیا اور ان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے برگشتہ کرنا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کی۔ ابلیس ان پر قابو نہ پاسکا۔ ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام طویل القامت، اور چوڑے سینے والے تھے۔ موٹی پنڈلیاں اور موٹے بازو تھے۔ محتاجوں کی مدد کرتے تھے (حاکم - ۵۸۱/۲۔ یہ قول ثابت نہیں۔ حمید اور مدرک مجہول الحال ہیں)۔

اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بڑی تعریف کی۔ ابلیس ان سے حسد کرنے لگا۔ اس نے دعاء کی مجھے ایوب علیہ السلام پر تسلط دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے تسلط دے دیا۔ پہلے اُس نے ان کا تمام مال ضائع کر دیا پھر اُس نے ان کی تمام اولاد کو ہلاک کر دیا۔ پھر اس نے ان کے جسم پر حملہ کیا، زبان، دل اور عقل کے علاوہ اس نے ان پر قابو پا لیا۔ ان کا سارا جسم جلنے لگا، سارا جسم سڑ گیا۔ لوگوں نے انہیں کوڑے کی ڈھیر پر چھوڑ دیا۔ سوائے ان کی بیوی کے کوئی ان کے پاس نہیں جاتا تھا۔ ان کی پیروی کرنے والوں میں سے تین آدمیوں نے انہیں جھڑکیاں دیں، ان پر اتہام لگایا۔ اس موقع پر انہوں نے شفاء کے لئے دعاء کی، وہ شفایاب ہو گئے (طبری ۲۲۶ و ۲۲۷/۱۔ یہ وہب کا قول ہے۔ اس روایت میں غرابت ہے (تفسیر ابن کثیر ۱۸۸/۳)۔

[5] ص - ۴۱ [6] الانبیاء - ۸۳ [7] الانبیاء - ۸۴

اللہ کے نبی ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام ۱۸ سال تک آزمائش میں مبتلا رہے۔ قریب اور بعید سب نے انہیں چھوڑ دیا۔ ان کے بھائیوں میں سے صرف دو شخص ان کے پاس آتے رہے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: اللہ کی قسم، ایوب نے کوئی ایسا گناہ کیا ہے کہ کسی نے ایسا گناہ نہیں کیا۔ دوسرے نے کہا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا: ۱۸ سال ہو گئے کسی طرح اللہ ان پر رحم نہیں کرتا۔ اس شخص نے اس بات کا ذکر ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا۔ ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میں نہیں جانتا تم کیا کہہ رہے ہو۔ اتنی بات ضرور ہوئی ہے کہ میں دو آدمیوں کے پاس سے گذرا کرتا تھا جو لڑتے تھے پھر اللہ کا ذکر کرتے تھے، میں اپنے گھر لوٹ آیا کرتا تھا۔ میں ان کی طرف سے کفّارہ دیا کرتا تھا اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ اللہ کا ذکر کیا جائے تو حق کے ساتھ کیا جائے۔ جب ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام قضائے حاجت کے لئے جاتے اور اپنی حاجت سے فارغ ہوتے تو ان کی بیوی ان کے ہاتھ سے چمٹ جاتی تھیں۔ ایک دن انہوں نے اپنی بیوی کے پاس جانے میں دیر کر دی تو اللہ تعالےٰ نے ان کے

ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام بنی اسرائیل کے کوڑے کے ڈھیر پر سات سال رہے۔ لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ اگر ان کی اللہ کے ہاں ذرا سی بھی قدر و منزلت ہوتی تو اللہ ان کے ساتھ ایسا نہ کرتا۔ اس موقع پر انہوں نے صحت کی دعاء کی (طبری ۲۲۸/۱۔ یہ ایک تابعی کا قول ہے)۔

بنی اسرائیل کے کچھ آدمی ان کے پاس سے گذرے۔ انہوں نے آپس میں کہا انہوں نے کوئی بڑا گناہ کیا ہے جس کی وجہ سے یہ بیماری میں مبتلا ہیں (تفسیر ابن کثیر ۱۸۹/۳۔ بحوالہ ابن ابی حاتم۔ یہ نوف البکالی کا قول ہے)۔

جب ابتلاء میں شدت ہوئی تو ان کی بیوی نے کہا۔ آپ مستجاب الدعوات ہیں آپ دعاء کریں کہ اللہ تعالےٰ آپ کو شفاء دے۔ انہوں نے کہا ہم ستّر سال خوشحال رہے تو ہم ستّر سال مصیبت پر صبر کریں گے۔ ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اللہ کی قسم اگر اللہ نے مجھے شفا دی تو میں تمہیں سو کوڑے ماروں گا۔ شیطان نے ان کی بیوی سے کہا مجھے سجدہ کرو تو میں تمہاری سب چیزیں واپس کر دوں گا۔ انہوں نے ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مشورہ کیا۔ ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: میں تمہیں سو کوڑے ماروں گا (کامل ۱۰۴/۱۔ قائل کا پتہ ہے نہ سند کا)

ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیوی رحمت ان کی خدمت کیا کرتی تھیں۔ ایک دن ابلیس ان کے پاس آیا اور کہنے لگا تم مجھے سجدہ کرو تو میں تمہارا مال تمہیں واپس کر دوں گا۔ انہوں نے ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اجازت چاہی۔ ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غصہ آگیا اور کہا کہ میں تمہیں سو ماروں گا۔ ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اچھے ہو گئے، ان کی بیوی جوان اور حسین ہو گئیں۔ ان کے ہاں سولہ لڑکے پیدا ہوئے۔ ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں نبی تھے۔ (المختصر فی اخبار البشر۔ ۱۶/۱۔ نہ قائل کا پتہ ہے اور نہ سند کا)۔ نوٹ:۔ المختصر میں صرف سو لکھا ہے۔ کوڑے کا ذکر نہیں ہے۔

شام میں قحط پڑا۔ فرعون نے ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہلوایا کہ آپ یہاں آجائیں۔ ہمارے ہاں فراخی ہے۔ وہ چلے گئے۔ فرعون نے ان کو جاگیریں عطاء کیں۔ شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرعون کے پاس آئے اور کہا اے فرعون، کیا تو نہیں ڈرتا کہ اللہ تجھ پر غصہ کرے پھر آسمان والے، زمین والے، سمندر اور پہاڑ بھی تجھ پر غصہ کریں۔ ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام خاموش رہے۔ کچھ نہ بولے۔ جب وہ دونوں چلے گئے تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اے ایوب، تم فرعون کے بلانے پر اس کے ملک میں چلے گئے اب تم آزمائش کے لئے تیار ہو جاؤ۔ الغرض اس طرح ان کی آزمائش شروع ہوئی (کامل ابن اثیر ۱۰۴/۱۔ نہ قائل کا نام ہے اور نہ سند)۔

پاس اسی جگہ وحی بھیجی [1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اے ایوب) اپنا پیر (زمین پر) مارو (پیر کے زمین پر مارتے ہی ایک چشمہ نکل پڑا) اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: یہ تمہارے نہانے اور پینے کے لئے ٹھنڈا پانی ہے (اس پانی سے نہاؤ اور اس پانی کو پیتے رہو)۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں شفاء عطاء فرمائی، ان کے اہل وعیال ان کو واپس مل گئے اور اپنی رحمت خاص سے ان کو اتنے ہی اہل وعیال اور عطاء فرمائے [2]

جب ان کی بیوی ڈھونڈتی ہوئی ان کے پاس پہنچیں تو انہوں نے ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا: کیا تم نے اللہ کے نبی کو جو بیماری میں مبتلا ہیں دیکھا ہے۔ اللہ کی قسم تم سے زیادہ ان کے بیمار ہونے سے پہلے ان کے مشابہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: میں وہی ہوں۔ ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو کھلیان تھے۔ ایک گیہوں کا اور ایک جَو کا۔ اللہ تعالیٰ نے دو بادل بھیجے۔ ایک سے گیہوں کے کھلیان میں سونا برسا یہاں تک کہ وہ کھلیان بھر گیا۔ دوسرے سے جَو کے کھلیان میں چاندی برسی یہاں تک کہ وہ کھلیان بھر گیا [3]

---

[1] صحیح ابن حبان کتاب الجنائز باب ذکر الخبر دال علی من امتحن بمحنۃ فی الدنیا فتلقاھا بالصبر ۵/۲۴۴ و تفسیر ابن کثیر ۳/۱۸۹ و حاکم ۲/۵۸۱ و ابویعلی - ۶/۳۰۰ - سندہ صحیح - حاکم کی روایت میں ۱۸ سال کے بجائے ۱۵ سال ہے)
قتادہ کا قول ہے کہ ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام ۷ سال آزمائش میں مبتلا رہے (حاکم ۲/۵۸۲)۔

[2] ص - ۴۲ و ۴۳
ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیوی نے ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا: اللہ سے دعاء کیجئے کہ اللہ آپ کو شفاء دے۔ ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تم پر افسوس ہم ستر سال عیش میں رہے۔ بلاء میں ہمیں سات سال ہی گذرے ہیں (حاکم ۲/۵۸۱ - یہ وہب کا قول ہے وہ بھی صحیح سند سے نہیں۔ علی بن زید ضعیف ہے۔ السری بن خزیمہ کا حال نہیں ملتا)۔
ایک دن ابلیس ان کی بیوی کے پاس طبیب کی شکل میں آیا۔ ابلیس نے کہا اگر تمہارے شوہر بنی فلاں کے بت کے نام ایک مکھی ذبح کر دیں تو وہ اچھے ہو جائیں گے۔ بیوی نے ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کا ذکر کیا۔ ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اگر میں اچھا ہو گیا تو اللہ کے لئے میرا یہ عہد ہے تمہیں سو کوڑے ماروں گا۔ اسی طرح ان کے دو دوست ان کے پاس آئے اور کہنے لگے اگر تم ہماری خراب پی لو تو اچھے ہو جاؤ گے۔ ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غصہ آگیا۔ وہ دونوں باہر چلے گئے۔ ایک دن ان کی بیوی اپنے کچھ بال بیچ کر کچھ کھانا لائیں۔ بیوی نے کہا یہ میری مزدوری کی کمائی ہے۔ ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھا لیا۔ دوسرے دن انہوں نے پھر بال بیچے اور کھانا لائیں۔ ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا یہ کہاں سے آیا؟ انہوں نے اپنا سر کھول کر اصل حقیقت واضح کر دی۔ ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس موقع پر دعاء کی۔ رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین۔ (تفسیر ابن کثیر ۳/۱۸۸ و ۱۸۹ - یہ السدی کا بیان ہے اور السدی کذّاب ہے)۔

[3] صحیح ابن حبان کتاب الجنائز باب ذکر الخبر دال علی من امتحن بمحنۃ الدنیا فتلقاھا بالصبر جزء ۵ صفحہ ۲۴۴ و تفسیر ابن کثیر جزء ۳ صفحہ ۱۸۹ و حاکم جزء ۲ صفحہ ۵۸۱ و ابویعلی جزء ۶ صفحہ ۳۰۰ - سندہ صحیح۔

ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوڑے مارنے کی قسم کھائی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا: اپنی قسم کو توڑو نہیں۔ ایسا کرو کہ گھاس کا ایک پولا لے کر مار دو، تمہاری قسم پوری ہو جائے گی [1]

ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی بیش بہا نعمتوں کے مل جانے کے بعد بھی اللہ تعالےٰ کی برکتوں سے لاپرواہ نہیں تھے۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نہا رہے تھے اور وہ برہنہ تھے۔ ان پر سونے کی ٹڈیوں کا ایک جھنڈ گر پڑا۔ وہ انہیں اٹھا اٹھا کر اپنے کپڑے میں رکھنے لگے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو آواز دی (اور فرمایا) اے ایوب، کیا میں نے تمہیں ان ٹڈیوں سے بے پرواہ نہیں کیا (کیا تمہیں مالدار نہیں بنایا) انہوں نے کہا: اے میرے رب، بے شک (تو نے مجھے مالدار بنایا ہے) لیکن میں تیری برکت سے بے نیاز نہیں ہو سکتا [2]

---

[1] ص ۔ ۴۴

[2] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب قول اللہ تعالےٰ وایوب اذ نادی ربہ انی مسنی الضر ۴/۱۸۴

ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا گیا تمہارے بیوی بچے جنت میں ہیں۔ اگر تم چاہو تو انہیں تمہارے پاس لے آئیں اور اگر تم چاہو تو ہم انہیں تمہارے لئے جنّت میں رہنے دیں اور تمہیں دوسرے عطاء کر دیں۔ ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا میں انہیں جنّت میں چھوڑتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے مثل دوسرے عطاء کر دئے۔ یہ مجاہد کا قول ہے (تفسیر ابن کثیر ۳/۱۹۰).

ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر ۹۳ سال ہوئی۔ انہوں نے اپنی موت کے وقت اپنے بیٹے حومل کو وصیت کی (حاکم کتاب التاریخ ۲/۵۸۲ ۔ یہ وہب کا قول ہے۔ سند میں عبدالمنعم کذّاب ہے)۔

الیسع علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

الیسع علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالٰی کے بڑے نیک بندے تھے [۱]
الیسع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالٰی نے منتخب فرمایا تھا، ان کو صراط مستقیم پر چلایا
تھا اور ان کو بڑی فضیلت دی تھی [۲] اللہ تعالٰی نے ان کو کتاب اور نبوّۃ عطاء فرمائی تھی [۳]

---

[۱] صٓ - ۴۸
[۲] الانعام - ۸۷ و ۸۸
[۳] الانعام - ۹۰

الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد الیسع علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی بنائے گئے۔ الیسع علیہ الصلوٰۃ والسلام کچھ عرصہ بنی اسرائیل میں رہے۔ ان کی وفات کے بعد لوگوں کے گناہ اور بڑھ گئے۔ ان کے بعد ایلاف نام کا ایک بادشاہ ہوا۔ اس کے زمانہ میں بڑی برکت ہوئی لیکن جب لوگوں نے اللہ تعالٰی کے عہد کو توڑ دیا تو دشمن نے ان کو شکست دی۔ وہ تابوت سکینہ لے گیا۔ (طبری ۳۲۷ تا ۱/۳۲۹ - یہ وہب بن منبہ کا بیان ہے)۔
الیسع علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچازاد بھائی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ بادشاہ بعلبک سے ڈر کر الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جبل قاسیون میں چھپ گئے۔ جب الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اٹھا لیا گیا تو وہ ان کے خلیفہ ہو گئے (البدایہ ۲/۴ - اس روایت میں عبدالمنعم کذاب ہے۔ یہ وہب بن منبہ کا قول ہے)۔
جب الیسع علیہ الصلوٰۃ والسلام بوڑھے ہو گئے تو انہوں نے کسی کو خلیفہ بنانا چاہا۔ انہوں نے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے کہا تم میں سے کون مجھ سے تین باتیں قبول کرتا ہے۔ جو قبول کرے گا میں اسے خلیفہ بنا دوں گا۔ دن کو روزہ رکھے، رات کو نماز پڑھے اور غصہ نہ کرے۔ ایک شخص نے کہا میں ایسا کروں گا۔ شیطان نے اس کو پھسلانا چاہا۔ وہ ایسے وقت مقدمہ لے کر آتا جو ان کے سونے کا وقت ہوتا۔ تین دن ایسا ہوا لیکن انہیں غصہ نہیں آیا۔ الغرض الیسع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں خلیفہ بنا دیا۔ اللہ نے ان کا نام ذوالکفل رکھ دیا اس لئے کہ انہوں نے الیسع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرائض کا ذمہ لے لیا تھا (تفسیر ابن کثیر ۳/۱۹۰ بحوالہ ابن جریر۔ یہ مجاہد کا قول ہے۔ اسی قسم کا قصہ ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے اور ابو موسیٰ اشعری سے منقول ہے)۔

ذوالکفل علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

ذوالکفل علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے بڑے نیک اور صابر بندے تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاص سے نوازا تھا[1]

---

[1] الانبیاء - ۸۵ و ۸۶

ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی موت کے وقت اپنے بیٹے حومل کو وصیت کی۔ اُن کے بعد اللہ تعالیٰ نے بشر بن ایوب کو نبی بنایا اور ان کا لقب ذوالکفل رکھا۔ وہ شام میں رہے۔ ان کی عمر ۷۵ سال ہوئی۔ انہوں نے اپنے بیٹے عبدان کو وصیت کی پھر ان لوگوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی بنایا (حاکم ۲/۵۸۲ - یہ قول وہب بن منبہ کی طرف منسوب ہے۔ منسوب کرنے والا عبدالمنعم ہے جو کذّاب تھا)۔

جب الیسع بوڑھے ہوگئے تو انہوں نے کسی کو خلیفہ بنانا چاہا۔ انہوں نے کہا میں اُسے خلیفہ بناؤں گا جو دن کو روزہ رکھے، رات کو نماز پڑھے اور غصہ نہ کرے۔ ذوالکفل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا میں ایسا کروں گا۔ الغرض وہ خلیفہ بنا دیے گئے (تفسیر ابن کثیر ۳/۱۹۰ - یہ مجاہد کا قول ہے۔ اسی قسم کا قصہ ابن ابی حاتم میں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے بھی منقول ہے)۔

شعیب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اہلِ مدین کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا [1]

اہلِ مدین کو اصحاب الأیکہ (جنگل والے) بھی کہتے ہیں [2]

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: تم ڈرتے کیوں نہیں (کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کی عبادت کرتے ہو)۔ میں تمہارے لئے امانت دار رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو [3]

اے میری قوم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے علاوہ تمہارا کوئی الٰہ نہیں [4]

اور اے میری قوم قیامت پر ایمان لاؤ (اس دن اعمال کی سزا اور جزا ملے گی) [5]

توحید کی تعلیم کے ساتھ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو اخلاقی تعلیم بھی دی۔ انہوں نے کہا: اے میری قوم میں دیکھتا ہوں کہ تم بڑے خوش حال ہو، تمہارے پاس مال و دولت کی فراوانی ہے (تو پھر بے ایمانی کی کیا ضرورت ہے) ناپ، تول میں کمی نہ کیا کرو۔ مجھے ڈر ہے کہ تم احاطہ کرنے والے دن یعنی قیامت کے دن کے عذاب میں نہ مبتلا ہو جاؤ۔ اے میری قوم، انصاف کے ساتھ ناپو اور انصاف کے ساتھ تولو۔ لوگوں کو ان کی خریدی ہوئی چیزیں کم ناپ کر یا کم تول کر نہ دو [6]

حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے میری قوم تمہارے پاس تمہارے رب

---

[1] الاعراف ـ ۸۵ و ہود ـ ۸۴

شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نابینا تھے (حاکم کتاب التاریخ ۵۶۸/۲ ـ یہ روایت موقوف ہے، طبری ۲۲۸/۱ ـ یہ روایت مقطوع ہے۔ شریک راوی ضعیف ہے اور یہ موقوف اور مقطوع دونوں روایتوں میں موجود ہے)۔

ان کی بصارت کمزور تھی (طبری ۲۲۹/۱ ـ یہ ایک تابعی کا قول ہے)۔

وہ اللہ کی محبت میں رویا کرتے تھے یہاں تک کہ نابینا ہو گئے۔ اللہ نے انہیں پھر بینا کر دیا۔ اللہ نے پوچھا: اے شعیب تم دوزخ کے ڈر سے روتے ہو یا جنت کے شوق میں روتے ہو۔ عرض کیا تیری محبت میں روتا ہوں۔ جب تجھے دیکھ لیتا ہوں تو پھر میں پرواہ نہیں کرتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہیں میرا دیدار مبارک ہو، اسی لئے میں نے موسیٰ بن عمران کلیمی کو تمہارا خادم بنا دیا (البدایہ ۱۸۸/۱ ـ یہ روایت بے حد ضعیف ہے بلکہ موضوع ہے۔ اس کے راوی مجہول ہیں۔ شداد بن امین صحابی نہیں ہیں)۔

[2] الشعراء ـ ۱۷۶

[3] الشعراء ـ ۱۷۷ تا ۱۷۹

[4] الاعراف ـ ۸۵ و ہود ـ ۸۴

[5] العنکبوت ـ ۳۶

[6] ہود ـ ۸۵

کی طرف سے واضح دلیل یعنی معجزہ یا اللہ تعالیٰ کی شریعت آچکی ہے۔ امن وامان قائم ہوجانے کے بعد ملک میں فساد اور بدامنی نہ پھیلاؤ۔ اسی میں تمہاری بہتری ہے بشرطیکہ تم ایمان لے آؤ[۱]

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: اے میری قوم میں تمہاری خیرخواہی پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا (مجھے تم سے کوئی لالچ نہیں) میری اجرت تو اللہ، رب العالمین کے ذمہ ہے (وہی مجھے اجر دے گا)۔ ناپ میں کمی نہ کیا کرو۔ تولتے وقت ڈنڈی سیدھی رکھا کرو، زمین میں فساد برپا نہ کرو اس ہستی سے ڈرو جس نے تم کو پیدا کیا اور تم سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں انہیں بھی پیدا کیا[۲]

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: اے میری قوم، ہر گذرگاہ پر اس لئے نہ بیٹھ جایا کرو کہ جو ایمان والا ادھر سے گذرے اسے ڈراؤ (دھمکاؤ) اور اُسے اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکو اور شریعتِ الٰہی میں کجی نکال کر اس کو ورغلاؤ۔ اللہ تعالےٰ کے احسانات کو یاد کرو کہ تم ایک چھوٹی سی جماعت تھے، اللہ تعالےٰ نے تمہیں ایک بڑی جماعت بنادیا[۳]

گذشتہ قوموں کا حال تمہارے سامنے ہے۔ اسے دیکھو اور غور کرو کہ فساد مچانے والوں کا انجام کیا ہوا[۴]

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: تجارت میں جو نفع اللہ تعالیٰ دیتا ہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے (اور کافی ہے، کیوں بے ایمانی کرتے ہو۔ میرا کام سمجھانا ہے۔ اگر تم مان لو تو تمہارا فائدہ ہے۔ نہ مانو تو) میں تم پر نگران نہیں ہوں (کہ تم سے زبردستی منواؤں)۔

قوم کے لوگوں نے کہا:۔

اے شعیب، تمہاری نماز تم کو یہ حکم دیتی ہے کہ ہم ان معبودوں کی عبادت چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے آباء واجداد کرتے تھے اور یہ کہ اپنے مالوں میں جس طرح چاہیں تصرف نہ کریں (بلکہ تمہارے کہنے پر چلیں گویا بس) تم (ہی) بردبار اور راست باز ہو۔

حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

اے میری قوم، میں اپنے رب کی طرف سے آئی ہوئی کھلی دلیل پر قائم ہوں۔ اس نے مجھے حلال روزی عطاء فرمائی (تو کیا میں بھی تمہاری طرح حرام کمائی کھانے لگوں، یہ نہیں ہوسکتا) اور اے میری قوم، میں جس چیز سے تمہیں منع کرتا ہوں کیا اسی چیز کو اختیار کرکے تمہارے خلاف عمل کروں، میں تو ایسی بات کا ارادہ بھی نہیں کرسکتا (میں تو جو کہتا ہوں وہی کرتا ہوں) میں تو جہاں تک مجھ سے ہوسکے اصلاح چاہتا ہوں (میرے قول وفعل میں اگر تضاد ہو تو میں اصلاح نہیں کرسکتا)۔ میری توفیق اللہ تعالیٰ کی مدد

---

[۱] الاعراف - ۸۵
[۲] الشعرآء - ۱۸۰ تا ۱۸۴
[۳] الاعراف - ۸۶
[۴] الاعراف - ۸۶

سے ہے، میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اُسی سے لو لگاتا ہوں۔ اے میری قوم میری مخالفت نہ کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی اسی طرح عذابِ الٰہی میں گرفتار ہو جاؤ جس طرح قوم نوح، قوم ہود اور قوم صالح اپنے نبیوں کی تکذیب اور مخالفت کی وجہ سے تباہ و برباد ہوئے اور قوم لوط کا انجام بھی تم دیکھ چکے ہو۔ ان کی تباہ شدہ بستیاں تم سے کچھ دور بھی نہیں ہیں (ان کے کھنڈرات کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو)۔ اپنے رب سے معافی مانگو، اپنے گناہوں سے توبہ کرو بے شک میرا رب بڑا رحم کرنے والا اور (اپنے بندوں سے بہت) محبّت کرنے والا ہے (وہ تمہیں معاف کر دے گا اور تم پر رحم و کرم فرمائے گا) [1]

قوم کے لوگوں نے کہا: ہماری سمجھ میں تو تمہاری بہت سی باتیں نہیں آتیں اور ہم تو دیکھتے ہیں کہ تم ہم لوگوں میں (بہت) کمزور ہو اور اگر تمہاری برادری کے لوگ نہ ہوتے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے تمہارا ہم پر کسی قسم کا غلبہ نہیں ہے۔

حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

اے میری قوم، کیا اللہ تعالیٰ سے زیادہ تم میری برادری کو قوی سمجھتے ہو (کہ برادری سے ڈرتے ہو اور اللہ تعالےٰ سے نہیں ڈرتے) تم نے اس کو پس پشت ڈال دیا ہے (اور اس کو بھول گئے ہو) حالانکہ وہ تمہارے تمام عملوں کو گھیرے ہوئے ہے (وہ مجھے بچائے گا اور تمہاری تمام تدبیریں بیکار کر دے گا) [2]

حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مزید فرمایا:۔

اے میری قوم، اگر تم میں سے ایک جماعت میری لائی ہوئی شریعت پر ایمان لے آئی ہے اور ایک جماعت ایمان نہیں لائی [3] تو تم اپنی جگہ پر عمل کرتے رہو، میں اپنی جگہ پر عمل کرتا ہوں عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم تم میں کون جھوٹا ہے اور کس پر عذاب نازل ہوتا ہے [4] لہذا صبر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے وہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے [5] تم بھی اس کے فیصلہ کا انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ اس کے فیصلہ کا انتظار کر رہا ہوں [6]۔

قوم کے سرداروں نے کہا: اے شعیب اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے (اگر تم اپنی خیریت کے خواہاں ہو تو) ہمارے مذہب میں واپس لوٹ آؤ۔

---

[1] ہود ۔ ۸۴ تا ۹۰
[2] ہود ۔ ۹۱ و ۹۲
[3] الاعراف ۔ ۸۷
[4] ہود ۔ ۹۳
[5] الاعراف ۔ ۸۷
[6] ہود ۔ ۹۳

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: کیا ہم تمہارے مذہب میں واپس لوٹ آئیں اگرچہ ہمیں تمہارا مذہب ناپسند ہی کیوں نہ ہو۔ اگر ہم تمہاری ملت میں لوٹ آئیں بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے نجات دے دی تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ابھی تک ہم جھوٹ بولتے رہے اور اللہ تعالیٰ پر افتراء کرتے رہے (حالانکہ بات یہ نہیں ہے، ہم سچے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سچی بات ہی کو منسوب کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں) ہم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم تمہارے مذہب میں واپس لوٹ آئیں سوائے اس صورت کے کہ اللہ تعالیٰ ہی ایسا چاہے (ہمیں تو کوئی علم نہیں کہ ہم کیا کرنے والے ہیں۔ آئندہ کا علم تو ہمارے ربّ ہی کو ہے) ہمارے رب کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ ہم اسی پر توکل کرتے ہیں۔ پھر ایمان والوں نے اس طرح دعاء کی:۔

اے ہمارے ربّ ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما دے۔ تو بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

قوم کے سرداروں نے جو شعیب علیہ السلام کی نبوّت کا انکار کرتے تھے اپنی قوم سے کہا: اگر تم نے شعیب کی پیروی کی تو بڑے خسارے میں رہو گے (ایسا ہرگز نہ کرنا) [1]

الغرض قوم کے لوگوں نے حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صاف صاف کہہ دیا: تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔ تم ہمارے ہی مثل ایک انسان ہو (اللہ تعالیٰ کے رسول کیسے ہو سکتے ہو) ہم تو تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔ اگر تم اپنے زعم میں اپنے کو سچا سمجھتے ہو تو اپنی صداقت کے ثبوت میں آسمان کے ٹکڑے ہم پر گرا دو (اور ہمیں نیست و نابود کر دو)۔

حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میرے ربّ کو علم ہے جو تم کر رہے ہو (وہ تم سے غافل نہیں ہے۔ وہ جب چاہے گا عذاب بھیج کر تمہیں نیست و نابود کر دے گا)۔

قوم نے حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جھٹلایا اور کسی طرح باز نہ آئے تو سائبان کی صورت میں عذابِ الٰہی نازل ہوا اور وہ بڑا سخت عذاب تھا [2] شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں سے چلے گئے انہوں نے جاتے وقت ان سے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام تم کو پہنچا دیا اور تمہاری خوب خیر خواہی کی [3]

---

[1] الاعراف ۔ ۸۸ تا ۹۰

[2] الشعرآء ۔ ۱۸۵ تا ۱۸۹

[3] الاعراف ۔ ۹۳

اصحابِ مدین پر پہلے سخت گرمی چھوڑی گئی۔ گرمی سے ان کے سانس گھٹ گئے۔ وہ اپنے گھروں میں گھس گئے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ پھر وہ جنگل کی طرف نکل گئے۔ ایک بادل نے ان پر سایہ کر لیا۔ وہاں ان کو ٹھنڈک اور لذت حاصل ہوئی۔ وہ سب اس بادل کے نیچے جمع ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ کا عذاب نازل فرمایا۔ اسی عذاب کو سائبان کا عذاب کہتے ہیں (حاکم ۵۶۸/۲ و طبری ۲۳۰/۱۔ یہ روایت موقوف ہے)۔ اسی قسم کی ایک اور روایت بھی ہے لیکن وہ قتادہ کا قول ہے (حاکم ۔ ۵۶۸/۲ و طبری ۲۳۰/۱) ان کی قوم پر اس لئے عذاب آیا کہ وہ دراہم کو کاٹا کرتے تھے (طبری ۲۳۱/۱۔ نہ سند ہے اور نہ قائل کا پتہ ہے)۔

اللہ تعالےٰ نے شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مؤمنین کو اپنی رحمت سے اس عذاب سے بچا لیا اور ظالم لوگوں کو جنہوں نے شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کی تھی ایک سخت آواز سے ہلاک کر دیا۔ سخت آواز کے ساتھ ایک زلزلہ بھی آیا۔ صبح ہوئی تو وہ سب لوگ بے جان اپنے گھروں میں گرے پڑے تھے۔ الغرض وہ لوگ اس عذاب سے اس طرح نیست و نابود کر دئے گئے گویا وہ ان گھروں میں کبھی رہے ہی نہ تھے [1]

یہ عذاب زدہ بستی اب بھی شاہراہ پر واقع ہے [2] (ہے کوئی جو عبرت حاصل کرے)۔

---

[1] الاعراف۔ ۹۱ و ۹۲ و ہود۔ ۹۴

[2] الحجر۔ ۷۸ و ۷۹

شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خطیب الانبیاء کہا جاتا ہے (طبری ۲۲۹/۱۔ یہ ایک تبع تابعی کا قول ہے)۔
یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی منسوب ہے (کامل ۔ ۱۱۹/۱۔ یہ حدیث بے سند ہے)۔
اس حدیث کی ایک اور سند بھی ہے (البدایہ ۱۸۵/۱ ۔ سند میں ایک راوی ابن اسحاق بن بشر پہچانا نہیں جاتا۔ ابن اسحاق تک کوئی سند نہیں ہے۔ ابن اسحٰق نے اس کو جویبر اور مقاتل سے روایت کیا ہے اور وہ دونوں کذّاب ہیں (تہذیب)
ایک اور روایت میں ہے کہ شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام خطیب الانبیاء ہیں (حاکم ۵۶۹/۲ ۔ محمد بن اسحٰق سے اوپر کوئی سند نہیں۔ طبری ۲۲۹/۱ ۔ اس حدیث کی سند میں یعقوب بن ابی سلمہ سے اوپر کوئی سند نہیں۔ الغرض اس قسم کی تمام روایتیں بے بنیاد ہیں)۔

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ملک مصر میں ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے جب مصر میں ایک ظالم بادشاہ کا دور دورہ تھا[۱]۔ بادشاہ (فرعون) انتہائی متکبر اور مفسد تھا۔ اُس نے اہل مصر کو مختلف جماعتوں میں تقسیم کر دیا تھا اور ان میں سے ایک جماعت بنی اسرائیل کو انتہائی ذلیل اور کمزور کر دیا تھا۔ اس جماعت کے نوزائیدہ بچّوں میں سے وہ لڑکوں کو قتل کر دیا کرتا تھا اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے ارادہ کیا کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اس کمزور جماعت پر احسان کرے، ان کو امام بنائے، انہیں فرعون اور آل فرعون کا وارث بنائے اور اُن کی سلطنت کو استحکام بخشے۔ الغرض فرعون کے اس پُرفتن دور میں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

[۱] الزخرف ـ ۵۱

فرعون نے ایک خواب دیکھا کہ بیت المقدس سے ایک آگ نکلی۔ اس نے قبطیوں کو جلا دیا اور بنی اسرائیل کو چھوڑ دیا۔ تعبیر دینے والوں نے بتایا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو مصر کی بربادی کا سبب ہوگا۔ فرعون نے بنی اسرائیل کے نومولود لڑکوں کو قتل کرنے کا حکم دے دیا (طبری ۲۷۳/۱۔ سند میں السدّی کذّاب ہے)۔

فرعون اور اس کے درباریوں نے ایک دن مذاکرہ کیا کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالےٰ نے وعدہ کیا ہے کہ ان کی اولاد میں انبیاء اور بادشاہ ہوں گے۔ فرعون اور اس کے درباریوں نے فیصلہ کیا کہ بنی اسرائیل کے تمام بچے قتل کر دئے جائیں۔ الغرض انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر انہیں خیال آیا کہ بنی اسرائیل ختم ہو جائیں گے تو خدمت کون کرے گا لہذا انہوں نے طے کیا کہ باری باری سے ایک سال کے بچے چھوڑ دئے جائیں اور ایک سال کے بچے قتل کر دئے جائیں۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سال پیدا ہوئے جس سال نومولود بچے قتل کئے جا رہے تھے (مسند ابی یعلی جزء ۵ صلا۔ یہ روایت موقوف ہے)۔

جب یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بادشاہ الرّیان کی جو مسلم ہو گیا تھا وفات ہو گئی تو العمالیق کے کئی بادشاہ ہوئے۔ بنی اسرائیل ان کے ماتحت زندگی گزارتے رہے۔ بنی اسرائیل اس تمام عرصہ میں اسلام پر قائم رہے۔ بالآخر وہ فرعون بادشاہ ہوا جو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں غرق ہوا۔ اس کا نام الولید تھا۔ یہ بڑا ظالم، سرکش بادشاہ تھا۔ اس نے بنی اسرائیل پر بہت ظلم کئے۔ ان کو خدمت گار بنا رکھا تھا۔ اسے خبر دی گئی تھی کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے وہ اُس سے اُس کا ملک چھین لے گا۔ اس نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل کے بچے پیدا ہوتے ہی قتل کر دئے جائیں۔ بنی اسرائیل کی حاملہ عورتیں لائی جاتیں اور انہیں اتنی سخت تکلیف دی جاتی کہ بالآخر ان کا حمل ساقط ہو جاتا (طبری ۲۷۲/۱۔ یہ ابن اسحٰق کا بیان ہے)۔

فرعون نے حکم دیا تھا کہ لکڑی کو چیرا جائے اور ان کو مثل چھری کے بنایا جائے۔ بنی اسرائیل کی حاملہ عورتوں کو ان چھریوں پر کھڑا کیا جاتا۔ ان کے پیر کٹ جاتے تھے، ان کے پیٹ کے بچے گر جاتے تھے۔ فرعون سے کہا گیا یہ لوگ ختم ہو جائیں گے تو آپ کو خدمت گار کہاں سے ملیں گے۔ فرعون نے حکم دیا کہ ایک سال بچے نہ مارے جائیں اور دوسرے سال مارے جائیں۔ ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سال پیدا ہوئے جس سال بچے زندہ رکھے جاتے تھے اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سال پیدا ہوئے جس سال بچے قتل کئے جاتے تھے (طبری ۲۷۲/۱۔ مجاہد نے اس قول کے قائل کا نام نہیں بتایا۔ طبری کی دوسری روایت میں یہ قول ابن عباس کی طرف منسوب ہے۔ طبری ـ ۲۷۶/۱ ـ الغرض یہ روایت موقوف ہے)۔

پیدا ہوئے [1]

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب پیدا ہوئے تو اس بات کا خطرہ تھا کہ فرعون انہیں پیدا ہوتے ہی قتل نہ کرادے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ کو وحی بھیجی کہ ان کو دودھ پلاتی رہیں پھر جب وہ ان کے متعلق خطرہ محسوس کریں تو انہیں ایک صندوق میں رکھیں اور اس صندوق کو دریا میں ڈال دیں اور کسی قسم کا خوف، رنج وغم نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی بھی بھیجی کہ ہم اس بچّہ کو تمہاری طرف واپس لے آئیں گے اور اسے رسول بنائیں گے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول بنانے کی خوشخبری گویا اس بات کی ضمانت تھی کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوئی قتل نہ کرسکے گا، وہ بڑے ہو کر رسالت کے منصب پر فائز ہوں گے) [2]

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دریا میں ڈال دیا لیکن وہ اس صدمہ کو برداشت نہ کرسکیں اور قریب تھا کہ وہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش اور ان کو دریا میں ڈالنے کے واقعہ کا اظہار کردیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو مضبوط کردیا اور وہ اس واقعہ کو ظاہر کرنے سے باز رہیں [3]

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک بھائی ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی کسی طرح فرعون کی زد سے بچ گئے تھے [4] ان کی ایک بہن بھی تھیں۔ جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ نے انہیں دریا میں ڈال دیا تو انہوں نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہن (کو بلایا اور ان) سے کہا تم موسیٰ

---

[1] القصص ۔ ۷ و عہ ۔ ۳۸ و ۳۹
[2] القصص ۔ ۳ تا ۶
[3] القصص ۔ ۱۰

جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ حاملہ ہوئیں تو انہوں نے اپنے حمل کو چھپایا۔ فرعون نے دائیاں مقرر کر رکھی تھیں کہ وہ حمل کو تلاش کرتی رہیں۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ پر حمل کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا۔ پیدا ہونے کے بعد بھی وہ انہیں تین مہینے تک چھپائے رہیں۔ فرعون نے دریائے نیل میں تابوت بہتا ہوا دیکھا تو اسے منگوالیا۔ انہیں دیکھ کر وہ بہت غصہ ہوا۔ کہنے لگا یہ قتل سے کیسے بچ گیا۔ فرعون کی ایک بیوی بنی اسرائیل کی ایک خاتون آسیہ بنت مزاحم تھیں۔ انہوں نے کہا یہ ایک سال سے زیادہ عمر کا ہے لہٰذا یہ اس سال سے پہلے پیدا ہوا ہے لہٰذا اسے چھوڑ دو۔ الغرض فرعون نے انہیں چھوڑ دیا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ میں چھڑی تھی۔ انہوں نے کھیلتے کھیلتے وہ چھڑی فرعون کے سر پر ماری۔ فرعون نے انہیں قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت آسیہ نے کہا: اے بادشاہ غصہ نہ کیجئے یہ نادان بچّہ ہے اگر آپ چاہیں تو اس کی عقل کا امتحان لے لیجئے۔ ایک طشت میں سونا اور انگارہ دونوں رکھ دیجئے اور دیکھئے کہ یہ کس چیز کو لیتا ہے۔ الغرض ایسا ہی کیا گیا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سونا لینا چاہا۔ فرشتے نے ہاتھ کو انگارے پر ڈال دیا۔ انہوں نے انگارہ اٹھایا اور منہ میں رکھ لیا۔ اسی سے ان کی زبان میں لکنت پیدا ہوگئی (حاکم کتاب التاریخ ۲/۵۷۵ ۔ یہ بڑا طویل قصّہ ہے۔ یہ پورا قصّہ وہب بن منبہ کی طرف منسوب ہے۔ حدیث نہیں ہے۔ اس قصّہ کا بنانے والا عبدالمنعم بن ادریس ہے جو مشہور کذّاب ہے اور وہب بن منبہ کی طرف منسوب کرکے قصّے گھڑتا ہے (لسان المیزان و میزان الاعتدال)

[4] القصص ۔ ۳۴

کے پیچھے پیچھے جاؤ (اور دیکھتی رہو کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے) [1]

(موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہن نے اپنی والدہ کے حکم کی تعمیل کی) وہ (دریا کے بہاؤ کے ساتھ) دور ہی دور سے ان کے پیچھے پیچھے چلتی رہیں۔ (ان کے دور رہنے کی وجہ سے) فرعون کے آدمیوں کو علم نہ ہوسکا (کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے پیچھے بھی کوئی آرہا ہے) [2]

الغرض موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بہتے ہوئے چلے جارہے تھے۔ فرعون کے آدمیوں نے انہیں بہتے ہوئے دیکھا تو انہیں دریا سے نکال لائے (اور انہیں فرعون کے سامنے لاکر رکھ دیا) فرعون، (اس کے وزیر) ہامان اور اس کے لشکروں نے چاہا کہ انہیں قتل کردیں تو فرعون کی بیوی نے فرعون سے کہا: یہ میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک (ہوگا) لہٰذا اسے قتل نہ کرو، ہوسکتا ہے کہ ہمیں اس سے فائدہ پہنچے یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں۔ فرعون اور اس کے وزیر وغیرہ اس بات پر راضی ہوگئے۔ انہیں خبر بھی نہیں تھی کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ فرعون اور اس کے وزیر وغیرہ نے زبردست غلطی کی کہ ملکہ کی بات مان کر ان کو قتل نہ کیا [3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کی قسم کھائی جاتی ہے اگر فرعون یہ اعتراف کرلیتا کہ یہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگا تو اللہ اُسے بھی ہدایت دے دیتا جیسے اس کی بیوی کو ہدایت دی [4]

جب فرعون نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پالنے کا فیصلہ کرلیا تو سب سے پہلا مرحلہ ان کے دودھ پلانے کا تھا لہٰذا کسی دودھ پلانے والی کی تلاش ہوئی (بہت سی دودھ پلانے والی آئیں لیکن) موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی دودھ پلانے والی کا دودھ نہیں پیا۔ ان کی بہن نے (جو حالات کا بڑی ہوشیاری سے مطالعہ کررہی تھیں دودھ پلانے والی عورتوں کو تلاش کرنے والوں سے) کہا: کیا میں تمہیں ایسا گھرانا نہ بتاؤں جو (ان کو دودھ پلائے اور) پوری طرح خیر خواہی کے ساتھ ان کی کفالت کرے۔ (فرعون اس تجویز پر راضی ہوگیا اور یہ) موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دودھ پلانے کی غرض سے (غیر شعوری طور پر) ان کی والدہ کے پاس پہنچادیا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں، ان کا رنج وغم جاتا رہا اور اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ ان سے

---

[1] القصص۔ ۱۱

[2] القصص۔ ۱۱

[3] القصص۔ ۸ و ۹

فرعون کی بیوی حضرت آسیہ نے فرعون سے کہا تھا: یہ میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگا۔ فرعون نے کہا: تمہاری آنکھوں کے لئے ٹھنڈک ہوگا۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ (مسند ابی یعلیٰ۔ جزء ۵ صفحہ ۱۳ یہ ابن عباس کا قول ہے)

[4] مسند ابی یعلیٰ جزء ۵ صفحہ ۱۲۔ سندہ صحیح۔

کیا تھا اُسے پورا کر دیا [1]

(اس طرح موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ہی گھر میں پرورش پاتے رہے) جب وہ جوان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکمت اور علم سے سرفراز فرمایا [2]

(جوانی کے زمانے میں ایک دن ایسا ہوا کہ) موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام شہر میں داخل ہوگئے۔ اس وقت شہر کے تمام باشندے غفلت میں پڑے ہوئے سو رہے تھے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا کہ دو آدمی لڑ رہے ہیں۔ ایک کا تعلق ان کی قوم (بنی اسرائیل) سے تھا اور دوسرے کا تعلق ان کی دشمن قوم سے تھا۔ جو آدمی ان کی قوم سے تعلق رکھتا تھا اس نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنے دشمن کے مقابلہ میں مدد طلب کی۔ (موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسے مظلوم سمجھا اور) اس کے دشمن کو ایک مکّا مارا۔ وہ شخص (مکّے کی تاب نہ لاسکا اور) مرگیا۔ یہ دیکھ کر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا یہ تو شیطانی کام ہوگیا بے شک شیطان (انسان کا بڑا) دشمن اور صریح گمراہ کرنے والا ہے۔ انہوں نے (اسی وقت توبہ کی اور) کہا: اے میرے ربّ میں نے اپنے اوپر ظلم کیا، مجھے معاف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور انہیں معاف کر دیا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اے میرے رب، تو نے مجھ پر احسان کیا ہے۔ میں (عہد کرتا ہوں کہ) آئندہ کسی مجرم کی مدد نہیں کروں گا [3]

پھر (دوسرے دن) موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہر میں ایسی حالت میں صبح کی کہ وہ خائف تھے اور یہ سوچ رہے تھے کہ ان کے خلاف کیا کارروائی ہوتی ہے۔ اسی عالم میں وہ کیا دیکھتے ہیں کہ وہی شخص جس نے گذشتہ کل ان سے مدد مانگی تھی ان سے فریاد کر رہا ہے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ

---

[1] القصص - ۱۲ و ۱۳

[2] القصص - ۱۴

حضرت آسیہ نے دائی تلاش کرنے کا حکم دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہن کو بھی اس بات کی خبر ہوئی تو وہ تلاش کرنے والوں سے کہنے لگیں: میں تمہیں اچھی دائی بتاؤں۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ان تلاش کرنے والوں کے پاس پہنچیں۔ تلاش کرنے والوں نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی گود میں دے دیا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خوب سیر ہو کر اُن کا دودھ پیا۔ پھر حضرت آسیہ کو اس بات کی خوشخبری دی گئی۔ حضرت آسیہ نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ سے کہا: آپ میرے پاس کچھ عرصہ رہیں اور اس کو دودھ پلاتی رہیں۔ انہوں نے کہا: میں اپنے گھر کو اور اپنی اولاد کو نہیں چھوڑ سکتی۔ الغرض موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی والدہ کے حوالہ کر دیا گیا۔ جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ذرا بڑے ہوئے تو حضرت آسیہ نے اُن کو دیکھنے کے لئے منگوایا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام لائے گئے تو حضرت آسیہ نے ان کے آنے کے سلسلہ میں بڑا اہتمام کیا۔ انہیں بہت پسند کیا اور فرعون کی گود میں دے دیا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرعون کی ڈاڑھی پکڑ لی اور اس کو زمین کی طرف کھینچا۔ فرعون نے انہیں ذبح کرنا چاہا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ میرا دشمن ہے۔ حضرت آسیہ دوڑتی ہوئی آئیں اور کہا یہ نادان بچّہ ہے۔ پھر انگارے اور موتی منگائے گئے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انگاروں کو لینا چاہا لیکن تپش کی وجہ سے فوراً ہاتھ ہٹا لیا۔ حضرت آسیہ نے کہا: اے فرعون۔ آپ نے دیکھ لیا کہ یہ نادان ہے۔ فرعون ان کو ذبح کرنے سے باز آگیا۔ (ابو یعلی جزء ۵ صـ۱۳۔ یہ روایت موقوف ہے)۔

[3] القصص - ۱۵ تا ۱۷

والسلام نے اس سے کہا بے شک تو ہی حقیقت میں قصوروار ہے (کہ روزانہ لڑتا رہتا ہے)۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارادہ کیا کہ اس کو پکڑ لیں۔ وہ شخص کہنے لگا: کیا تم مجھ کو اسی طرح قتل کرنا چاہتے ہو جس طرح تم نے کل ایک شخص کو قتل کیا تھا (معلوم ہوتا ہے کہ) تم ملک میں فساد و بدامنی پھیلانا چاہتے ہو، اصلاح کرنا نہیں چاہتے [1] (ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ) ایک شخص شہر کے بعید ترین علاقہ سے دوڑتا ہوا آیا۔ اس نے کہا: اے موسیٰ، قوم کے سردار تمہیں قتل کرنے کے لئے صلاح و مشورہ کر رہے ہیں۔ تم شہر سے فوراً چلے جاؤ، میں تمہارا خیر خواہ ہوں (اور تمہاری خیر خواہی کی نیت سے تم سے یہ بات کہہ رہا ہوں) [2]

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فوراً شہر سے نکل کھڑے ہوئے۔ وہ ڈر رہے تھے اور اسی سوچ میں تھے کہ ان کے خلاف کیا ہوتا ہے۔ اس موقع پر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا کی: اے میرے ربّ، مجھے ظالم قوم سے نجات دے [3]

شہر سے نکلنے کے بعد انہوں نے مدین کا رخ کیا۔ انہوں نے کہا (راستہ تو معلوم نہیں لیکن) امید ہے کہ مجھے میرا ربّ سیدھے راستہ پر لگا دے گا [4]

(اللہ تعالیٰ کی رہنمائی سے) وہ مدین پہنچ گئے۔ انہوں نے ایک کنویں پر دیکھا کہ بہت سے لوگ (اپنے اپنے جانوروں کو) پانی پلا رہے ہیں لیکن دو لڑکیاں ہیں کہ ان سے کچھ فاصلہ پر اپنے جانوروں کو لئے ہوئے کھڑی ہیں (پانی نہیں پلا رہیں)۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان لڑکیوں سے پوچھا تمہارے یہاں کھڑا رہنے کا کیا مقصد ہے۔ انہوں نے کہا: ہم (اپنے جانوروں کو اس وقت تک) پانی نہیں پلاتے جب تک یہ سب لوگ (اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا کر یہاں سے) چلے نہ جائیں۔ (یہ کام ہمیں ہی کرنا پڑتا ہے اس لئے کہ) ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں (وہ یہ کام انجام نہیں دے سکتے) [5] یہ سن کر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان لڑکیوں کے جانوروں کو پانی پلا دیا اور اس کے بعد ایک طرف سایہ میں آ کر (بیٹھ گئے اور) اس طرح دعا کی: اے

---

[1] القصص - ۱۸ و ۱۹

[2] القصص - ۲۰

[3] القصص - ۲۱

[4] القصص - ۲۲

جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مصر سے روانہ ہوئے تو راستہ نہیں جانتے تھے۔ ان کے پاس ایک فرشتہ آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا۔ جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسے دیکھا تو ڈر گئے اور اسے سجدہ کیا۔ فرشتے نے کہا: مجھے سجدہ نہ کرو بلکہ میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ الغرض اس فرشتے نے ان کو مدین پہنچا دیا (طبری ۲۷۵/۱۔ یہ روایت موقوف ہے۔ سند میں السدی کذاب ہے)۔

[5] القصص - ۲۳

میرے رب جو خیر تو میری طرف نازل فرمائے میں اس کا محتاج ہوں [1]

(کچھ دیر بعد) ان لڑکیوں میں سے ایک لڑکی شرم و حیاء کے ساتھ چلتی ہوئی موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئی اور کہنے لگی: میرے والد نے آپ کو بلایا ہے تاکہ وہ آپ کو (جانوروں کے) پانی پلانے کی اجرت دیں۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس (لڑکی کے والد) کے پاس پہنچے اور ان سے اپنا قصہ بیان کیا۔ (انھوں نے پورا قصہ سننے کے بعد) کہا: ڈرو نہیں، تمہیں ظالم قوم سے نجات مل گئی [2]

ان لڑکیوں میں سے ایک لڑکی نے اپنے والد سے کہا: اے ابا جان، ان کو نوکر رکھ لیجئے اس لئے کہ بہترین نوکر وہ ہے جو طاقتور بھی ہو اور امانت دار بھی (اور یہ طاقت ور بھی ہیں اور امانت دار بھی)۔ والد نے کہا: (اے موسیٰ) میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان لڑکیوں میں سے ایک لڑکی کا نکاح تم سے اس شرط پر کردوں کہ تم آٹھ سال تک میرے ہاں نوکری کرو اور اگر تم دس سال نوکری کرو تو یہ تمہاری طرف سے ہے (جبر نہیں ہے)۔ میں تمہیں تکلیف میں ڈالنا نہیں چاہتا تم مجھے انشاءاللہ نیک آدمی پاؤ گے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا میرے اور آپ کے درمیان یہ (معاہدہ مجھے منظور) ہے۔ ان مدتوں میں سے جو مدت بھی پوری کروں اسے میں اپنے اوپر کوئی زیادتی تصور نہیں کروں گا (اس لئے کہ میں خود ان شرائط کو منظور کر رہا ہوں، مجھ پر کوئی جبر نہیں کیا جا رہا)۔ ہم نے جو معاہدہ کیا ہے اسے پورا کرنے کے سلسلہ میں اللہ (تعالیٰ) ہمارا کارساز

---

[1] القصص - ۲۴

جب وہ لوگ پانی پلا چکتے تو کنویں پر پتھر ڈھانک دیا کرتے تھے۔ اس پتھر کو دس آدمی اٹھایا کرتے تھے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اکیلے ہی وہ پتھر ہٹا دیا اور ایک ڈول سے تمام بکریوں کو سیراب کر دیا۔ (تفسیر ابن کثیر ۳/۳۸۳ - بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ - یہ روایت موقوف ہے)۔

[2] القصص - ۲۵

ان لڑکیوں میں سے ایک لڑکی انہیں بلانے کے لئے آئی۔ وہ لڑکی آگے آگے چلنے لگی اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔ جب ہوا سے اس لڑکی کا دامن اڑتا تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کے کولہے نظر آتے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے پیچھے کر دیا اور اس سے کہا کہ اگر میں غلط راستہ پر چلنے لگوں تو مجھے راستہ بتا دینا۔ اسی لڑکی سے ان کی شادی ہوئی تھی (طبری ۲۸۰/۱ - السدی راوی کذاب ہے)۔

وہ لڑکی اپنے چہرے پر کپڑا ڈال کر آئی تھی (تفسیر ابن کثیر بحوالہ ابن ابی حاتم - یہ روایت موقوف ہے)۔

ایک فرشتے نے ان بزرگ کو ایک لاٹھی دی تھی۔ ان بزرگ نے ایک لڑکی سے کہا وہ لاٹھی لے آؤ۔ وہ لاٹھی لے کر آئیں۔ بزرگ نے وہ لاٹھی پھینک دی اور لڑکی سے کہا دوسری لاٹھی لاؤ۔ وہ بار بار لاٹھی لاتی رہی اور وہ بار بار کہتے رہے دوسری لاٹھی لاؤ۔ بالآخر وہ اس لڑکی کے ساتھ خود گئے، پھر وہ نادم ہوئے اس لئے کہ وہ لکڑی ان کے پاس امانت تھی۔ پھر وہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس گئے اور ان سے کہا وہ لاٹھی مجھے دے دو۔ انہوں نے دینے سے انکار کیا۔ آپس میں جھگڑا ہوا۔ ایک فرشتے نے کہا لاٹھی کو زمین پر ڈال دو جو پہلے اٹھالے اسی کی ہے۔ یہ لاٹھی زمین پر ڈال دی گئی۔ ان بزرگ نے کوشش کی لیکن نہ اٹھا سکے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے اٹھالیا (طبری ۲۸۰/۱ - یہ روایت موقوف ہے۔ السدی راوی کذاب ہے)۔

ہے (وہی معاہدہ پورا کرنے کی توفیق دے گا) ؎۱

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کامل مدت پوری کی یعنی وہ وہاں دس سال رہے (ان بزرگ نے اپنی ایک لڑکی کی شادی موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کردی) ؎۲

پھر جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقررہ مدت پوری کرلی تو وہ اپنے اہل (وعیال) کو لے کر وہاں سے روانہ ہوگئے۔ اثنائے راہ میں انہیں طور پر آگ دکھائی دی۔ کیونکہ انہیں راستہ نہیں معلوم تھا لہذا انہوں نے آگ کی طرف جانے کا ارادہ کیا تاکہ کسی سے راستہ پوچھ لیں۔ انہوں نے اپنے اہل (وعیال) سے کہا: مجھے کوہ طور پر آگ دکھائی دے رہی ہے، تم یہاں ٹھہرو، میں آگ کی طرف جاتا ہوں شاید میں وہاں سے راستہ کی کوئی خبر لے آؤں یا کوئی انگارہ ہی لے آؤں جس سے تم تاپو (اور سردی کی شدت سے بچ جاؤ) ؎۳

؎۱ القصص ۲۶ تا ۲۸

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی مدت پوری کی۔ ان کی شادی چھوٹی لڑکی سے ہوئی تھی .... والد نے پوچھا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ قوی ہیں۔ لڑکی نے کہا انہوں نے ایک بڑا بھاری پتھر اٹھایا اور اس کو کنویں سے دور پھینک دیا۔ (طبرانی صغیر ص۱۶۱۔ یہ حدیث بے حد ضعیف ہے۔ سند میں ایک راوی عوبد متروک اور منکر الحدیث ہے۔ میزان الاعتدال).

لڑکی کے والد نے پوچھا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ طاقتور ہے اور امانت دار ہے۔ لڑکی نے کہا پانی کھینچنے والوں میں میں نے دیکھا کوئی ان سے زیادہ قوی نہیں تھا اور امانت یہ کہ انہوں نے مجھے ایک مرتبہ دیکھا پھر میری طرف نظر نہیں کی۔ پھر مجھ سے کہا تم میرے پیچھے پیچھے چلو اور مجھے راستہ بتاتی رہو۔ لڑکی کے والد بہت خوش ہوئے اور لڑکی کے بیان کو سچا سمجھا (ابویعلی ۵/۱۹۔ یہ روایت موقوف ہے)۔

لڑکیوں کے نام لیّا اور صفورۃ تھے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شادی صفورۃ سے ہوئی تھی (طبری ۲۸۱/۱۔ یہ شعیب الجبائی کا قول ہے)۔

لڑکیوں کے والد کا نام یثرٰی تھا (طبری ۲۸۱/۱۔ یہ روایت موقوف ہے)۔

؎۲ مسند ابی یعلی ۲۹۷/۴۔ سندہ حسن و مسند حمیدی ص۱۵۵ و بیہقی کتاب الاجارۃ ۱۱۷/۶ و طبری ۲۸۱/۱۔

جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رخصت ہونا چاہا تو اپنی بیوی سے کہا کہ اپنے والد سے کہو کہ کچھ بکریاں دیدیں۔ حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ سب بکریاں دے دیں جو اس سال بکریوں نے جنی تھیں (طبرانی کبیر جزء ۱۷، ص۱۶۲ و تفسیر ابن کثیر ۳۸۶/۳۔ اس روایت میں ابن لہیعہ ضعیف ہیں)۔

مدت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا مجھے نہیں معلوم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریلؑ سے پوچھا۔ انہوں نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنے اوپر والے فرشتے سے پوچھا۔ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ اس فرشتے نے اپنے رب عزوجل سے پوچھا۔ رب عزوجل نے فرمایا زیادہ مدت کو پورا کیا (تفسیر ابن کثیر ۳۸۶/۳۔ بحوالہ ابن ابی حاتم۔ یہ روایت مرسل ہے۔ اس قسم کی اور بھی روایتیں ہیں لیکن سب مرسل ہیں۔ تفسیر ابن کثیر ۳۸۶/۳)۔

؎۳ القصص ۔ ۲۹

جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مدین سے روانہ ہوئے تو ان کے ساتھ بکریاں تھیں، چقماق پتھر تھا اور ایک لاٹھی تھی جس سے وہ بکریوں کے لئے پتیاں جھاڑتے تھے اور اس پر سہارا لے کر چلتے تھے (طبری ۲۸۲/۱۔ یہ وہب بن منبہ کا قول ہے)۔

سب سے پہلا درخت جو اللہ تعالیٰ نے زمین میں لگایا عوسجہ ہے۔ اسی درخت سے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی لاٹھی کاٹی تھی (طبری ۲۸۳/۱۔ یہ روایت موقوف ہے۔ ابن اسحاق سے اوپر سند نہیں ہے)۔ نوٹ:۔ عوسجہ ایک کانٹے دار درخت ہے۔

الغرض موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آگ کے پاس پہنچے۔ وہ ایک مبارک مقام تھا۔ اس کے داہنے کنارے پر ایک درخت تھا اس درخت سے آواز آئی (اے موسیٰ) مبارک ہے وہ ذات جو اس آگ میں (جلوہ فرما) ہے اور جو اس کے ارد گرد ہیں وہ بھی مبارک ہیں اور (اے موسیٰ) اللہ رب العالمین (تمام عیوب سے) پاک ہے۔ اے موسیٰ میں اللہ زبردست اور حکمت والا ہوں۔ اے موسیٰ میں اللہ، رب العالمین ہوں، میں تمہارا رب ہوں۔ تم اپنی جوتیاں اتار دو اس لئے کہ تم اس وقت طوی نامی مقدس وادی میں ہو۔ میں نے تمہیں (اپنی رسالت کے لئے) منتخب فرمایا ہے لہذا جو کچھ تمہاری طرف وحی کی جا رہی ہے (اسے غور سے) سنو۔ پھر اللہ نے انہیں اپنے قریب کر لیا اور فرمایا (اے موسیٰ) میں اللہ ہوں۔ میرے علاوہ کوئی اِلٰہ نہیں، لہذا صرف میری عبادت کرو اور میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو۔ (یاد رکھو) قیامت آنے والی ہے اُس دن سب کو اپنے اعمال کی جزا و سزا ملے گی، کوئی بے ایمان، خواہش پرست تم کو اس سے غافل نہ کر دے اور پھر تم تباہ و برباد ہو جاؤ[1]

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ (اچھا یہ بتاؤ) تمہارے سیدھے ہاتھ میں وہ کیا (چیز) ہے؟ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: یہ میری لاٹھی ہے، میں اس سے سہارا لیتا ہوں، اپنی بکریوں کے لئے (درختوں سے) پتے جھاڑتا ہوں اور ان کاموں کے علاوہ یہ لاٹھی میرے اور بھی کئی کام آتی ہے[2]

اللہ تعالےٰ نے فرمایا: "اے موسیٰ، تم اپنی لاٹھی (زمین پر) ڈال دو" موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لاٹھی زمین پر ڈال دی (لاٹھی زمین پر ڈالتے ہی) وہ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ لاٹھی سانپ کے مانند زمین پر چل رہی ہے اور دوڑ رہی ہے[3]

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سانپ کو دیکھ کر ڈر گئے اور پیٹھ پھیر کر وہاں سے چل دئے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "اے موسیٰ، (ٹھہرو واپس آؤ اور) آگے بڑھو، ڈرو نہیں، میرے پاس رسول ڈرا نہیں کرتے۔ تم بالکل امن میں ہو (تمہیں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی) سانپ کو اٹھا لو، یہ پھر لاٹھی بن جائے گا[4]

---

[1] القصص ۔ ۳۰ و طٰہٰ ۔ ۱۱ تا ۱۶ و النمل ۔ ۸ و ۹
جس دن موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالےٰ سے بات کی اس دن وہ صوف کی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ جبہ، ٹوپی اور پاجامہ پہنے ہوئے تھے اور ان کی جوتیاں مردار گدھے کے چمڑے کی تھیں (ترمذی ابواب اللباس باب ماجاء فی ذیول النساء و مسند ابی یعلی جزء ۸ صفحہ ۲۹۹۔ اس حدیث میں حمید الاعرج منکر الحدیث ہے لہذا یہ حدیث ضعیف ہے)۔
[2] طٰہٰ ۔ ۱۷ و ۱۸
[3] القصص ۔ ۳۱ و طٰہٰ ۱۹ و ۲۰
[4] القصص ۔ ۳۱ والنمل ۔ ۱۰ و طٰہٰ ۔ ۲۰ و ۲۱

(موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سانپ کو اٹھالیا)۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اے موسیٰ) اپنا ہاتھ گریبان میں داخل کرو (پھر اسے نکالو، تم دیکھو گے کہ) وہ بغیر کسی بیماری کے سفید ہو کر نکلے گا۔ (اے موسیٰ) خوف دور کرنے کے لئے یہ کرو کہ اپنا بازو اپنے سینہ سے لگالو (تمہارا خوف جاتا رہے گا) [1]

اے موسیٰ، اب تمہارے رب کی طرف سے (تمہاری نبوّت کی) یہ دو نشانیاں (تمہیں مل گئی) ہیں۔

① ایک لاٹھی کا سانپ بن جانا اور
② دوسرے ہاتھ کا گریبان میں ڈالنے سے سفید ہو جانا۔
(آئندہ) ہم تم کو (اور بھی) بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں گے [2]

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ (اب) تم ان دو نشانیوں کے ساتھ فرعون، اس کے سرداروں اور اس کی ظالم قوم کے پاس جاؤ (انہیں اللہ کے عذاب سے ڈراؤ) وہ بہت سرکش اور نافرمان ہو گئے ہیں [3]

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: اے میرے ربّ، میں نے ان میں سے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے اس کے بدلے میں قتل کر دیں گے اور (اے میرے ربّ) میرا سینہ تنگ ہوتا ہے اور زبان اچھی طرح نہیں چلتی میرے بھائی ہارون مجھ سے زیادہ فصیح زبان بولتے ہیں، انہیں میرے ساتھ میرا مددگار بنا کر بھیج دے تاکہ (کم از کم اور کوئی نہیں تو وہی) میری تصدیق کریں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ فرعون اور اس کی قوم کے لوگ میری تکذیب کریں گے [4]

پھر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرح دعاء کی: اے میرے ربّ، میرا سینہ کھول دے، میرے کام کو میرے لئے آسان کر دے، میری زبان کی لکنت دور کر دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں، میرے اہل خاندان میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا دے اور ان کے ذریعے مجھے قوّت عطاء فرما، میرے کام میں انہیں بھی شریک کر دے تاکہ ہم دونوں (مل کر) کثرت سے تیری تسبیح پڑھیں اور کثرت سے تیرا ذکر کریں۔ تو ہمارے حال سے بخوبی واقف ہے (لہٰذا ہر طرح ہماری مدد فرما) [5]

---

[1] القصص ۔ ۳۲ و طٰہٰ ۔ ۲۲
[2] القصص ۔ ۳۲ و طٰہٰ ۔ ۲۳
[3] القصص ۔ ۳۲ و الشعرآء ۔ ۱۰ و ۱۱
[4] الشعرآء ۔ ۱۲ تا ۱۴، القصص ۔ ۳۳ و ۳۴
[5] طٰہٰ ۔ ۲۵ تا ۳۵

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اے موسیٰ میں نے تمہاری تمام دعائیں قبول کر لیں۔ میں نے تمہارے بھائی کو بھی نبوت دی، میں ان کو تمہارا قوت بازو بناؤں گا اور تم دونوں کو غلبہ دوں گا۔ وہ لوگ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے [۱]

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اے موسیٰ، تمہاری تمام دعائیں قبول کر کے میں نے تم پر بڑا احسان کیا ہے اور یہی کیا) میں ایک مرتبہ اور بھی تم پر احسان کر چکا ہوں جبکہ میں نے تمہاری والدہ کو وحی بھیجی تھی کہ تمہیں تابوت میں رکھ کر دریا میں ڈال دیں۔ میں نے تمہاری صورت بڑی پیاری بنائی (جو دیکھتا تھا تم سے محبت کرتا تھا) پھر تم کو میرے اور تمہارے دشمن نے دریا سے نکال لیا اور پھر تم میری نظروں کے سامنے پرورش پاتے رہے (اور اے موسیٰ وہ وقت بھی یاد رکھنے کے قابل ہے) جب تمہاری بہن نے فرعون کے آدمیوں سے کہا: میں تمہیں ایسا گھر نہ بتاؤں جو اس کی پرورش کرے۔ اس طرح ہم نے تم کو تمہاری والدہ کے پاس پہنچا دیا تاکہ ان کا غم جاتا رہے اور (تمہیں دیکھ کر) ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور (اے موسیٰ) تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا تو میں نے تم کو غم سے نجات دی۔ الغرض میں نے تم کو خوب آزمایا، پھر تم کچھ عرصہ مدین میں رہے، جب تم مقررہ مدت کو پہنچ گئے تو میں نے تم کو رسول بنا دیا اور (اے موسیٰ) میں نے تم کو اپنی ذاتِ (خاص) کے لئے تیار کیا ہے [۲]

اب تم دونوں میری آیات کو لے کر فرعون کے پاس جاؤ، میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہاری اور اس کی گفتگو کو سنتا رہوں گا (لہٰذا اطمینان رکھو)۔ تم دونوں اور تمہارے متبعین ہی غالب رہیں گے لیکن (اس بات کو ذہن نشین کر لو کہ) میرے ذکر کے معاملہ میں سستی نہ کرنا [۳]

تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ، وہ بہت سرکش ہو گیا ہے۔ اُس سے کہو کہ ہم ربّ العالمین کی طرف سے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں [۴]

(اور اے موسیٰ اور اے ہارون) جب تم اس کو نصیحت کرو تو نرمی سے بات کرنا (تاکہ وہ مشتعل نہ ہو اور اس طرح) ممکن ہے وہ نصیحت قبول کر لے اور اپنے (انجام سے) ڈر جائے [۵]

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا : اے ہمارے ربّ، ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا اور زیادہ سرکش ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے

---

[۱] طٰہٰ ـ ۳۶ و مریم ـ ۵۳ و القصص ـ ۳۵
[۲] طٰہٰ ـ ۳۷ تا ۴۱
[۳] الشعرآء ـ ۱۵
[۴] الشعرآء ـ ۱۶ و طٰہٰ ـ ۴۳
[۵] طٰہٰ ـ ۴۴

فرمایا: تم ڈرو نہیں، میں تمہارے ساتھ ہوں، میں تمہاری گفتگو سنتا رہوں گا اور دیکھتا رہوں گا (کہ تمہارے ساتھ کیا ہوتا ہے) [1]

جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم تیرے رب کے رسول ہیں، بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور انہیں تکلیف نہ پہنچا۔ ہم تیرے رب کے پاس سے (اپنی نبوّت کی) نشانی لے کر آئے ہیں اور اس سے یہ بھی کہو کہ سلامتی اُسی کے لئے ہے جو راہ راست کی پیروی کرے اور جو حق کو جھٹلائے اس کے لئے عذاب (شدید) ہے [2]

جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس پہنچے [3] تو انہوں نے فرعون سے کہا: میں رب العالمین کا رسول ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق بات کہتا ہوں۔ میں تمہارے پاس کھلی نشانیاں لے کر آیا ہوں تو ایمان لا، ہدایت قبول کر اور بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے [4]

فرعون نے کہا (اے موسیٰ) کیا ہم نے تمہیں بچپن میں نہیں پالا؟ کیا تم ہمارے ہاں برسوں نہیں رہے؟ تم نے (ہمارے) ایک آدمی کو قتل کیا۔ تم بڑے ناشکرے ہو [5]

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا میں نے ایک آدمی کو قتل کیا یہ واقعی میری غلطی تھی پھر میں تیرے ملک سے چلا گیا۔ اللہ نے مجھے رسول بنا دیا۔ تو مجھ پر پرورش کرنے کا کیا احسان رکھتا

---

[1] طٰہٰ۔ ۴۵ و ۴۶

[2] طٰہٰ۔ ۴۷ و ۴۸

[3] القصص۔ ۳۶

جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مصر پہنچے تو اپنی والدہ کے ہاں مہمان ہوئے۔ جب ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں دیکھا تو اپنے مہمان کو کھانا کھلایا۔ دورانِ گفتگو انہوں نے پوچھا: تم کون ہو؟ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: میں موسیٰ ہوں پھر دونوں کھڑے ہو کر بغلگیر ہوئے۔ پھر وہ دونوں رات کے وقت فرعون کے محل پر پہنچے۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ فرعون نے کہا: یہ کون ہے جو اس وقت دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے؟ دربانوں نے ان سے دریافت کیا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا میں رب العالمین کا رسول ہوں۔ دربانوں نے بادشاہ سے کہا یہ کوئی دیوانہ شخص ہے جو کہتا ہے میں رب العالمین کا رسول ہوں۔ فرعون نے انہیں اندر بلا لیا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: میں رب العالمین کا رسول ہوں (طبری ۲۸۴/۱۔ السدّی راوی کذّاب ہے۔ یہ روایت موقوف ہے)۔ اس سلسلہ میں ایک اور روایت بھی ہے لیکن وہ ابن اسحٰق سے آگے نہیں بڑھتی (طبری ۲۸۵/۱۔ رات کے وقت بادشاہ کے پاس جانا عجیب ہے۔ السدّی نے اس واقعہ کو گھڑتے وقت اس بات کا لحاظ نہیں کیا۔ دوسری روایت میں اگرچہ رات کا ذکر نہیں ہے لیکن اس میں یہ ہے کہ وہ دو سال تک فرعون کے محل پر صبح و شام جاتے رہے لیکن کسی کو ہمت نہیں ہوئی کہ فرعون کو اطلاع کرتا۔ آخر ایک مسخرے شخص نے اطلاع کر ہی دی تو فرعون نے انہیں بلا لیا۔ یہ سب کچھ بے سند ہے)۔

[4] الزخرف۔ ۴۶ و الاعراف۔ ۱۰۴ و ۱۰۵ و النازعات۔ ۱۸ و ۱۹

[5] الشعرآء۔ ۱۸ و ۱۹

ہے جبکہ تو نے میری قوم کو غلام بنا رکھا ہے [1]

فرعون نے کہا (تم کہتے ہو کہ تم ربّ العالمین کے رسول ہو) ربّ العالمین کیا چیز ہے؟ تمہارا ربّ کون ہے؟ [2]

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اگر تم یقین کرو (تو سچی بات یہ ہے کہ) ربّ العالمین وہ ہے جو آسمانوں کا، زمین کا اور جو اِن دونوں کے درمیان ہے ان سب کا ربّ ہے اور اے فرعون ہمارا (سب کا) ربّ وہ ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کی رہنمائی کی [3]

فرعون نے ان لوگوں سے جو اس کے ارد گرد تھے (تمسخر کے انداز میں) کہا: کیا تم نہیں سن رہے (کہ موسیٰ کیا کہہ رہے ہیں)؟ [4]

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: (آسمانوں اور زمین ہی کا ربّ نہیں) وہ تو تمہارا اور تمہارے آباء واجداد کا بھی ربّ ہے [5]

فرعون نے کہا: (اے لوگو) یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے یقیناً مجنون ہے [6]

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اگر تم میں (ذرا سی بھی) عقل ہے (تو سمجھ لو کہ) وہ مشرق مغرب اور ان دونوں کے درمیان جو کچھ ہے ان سب کا ربّ ہے [7]

پھر فرعون نے بڑا سخت سوال کیا۔ اس نے کہا: (اے موسیٰ یہ بتاؤ کہ) اگلے زمانہ کے لوگوں کا کیا حشر ہوگا (کیا وہ بھی ہماری طرح سزا بھگتیں گے)؟ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اس کا علم تو میرے ربّ کے پاس لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے (اور جو کچھ اس نے لکھا ہے وہ صحیح ہے) وہ نہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے [8]

فرعون نے کہا: اگر تم نے میرے علاوہ کسی کو اِلٰہ مانا تو میں تمہیں قید کر دوں گا [9]

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اگر میں صاف اور صریح نشانی دکھاؤں پھر بھی تو مجھے قید کر دے گا [10]

---

[1] الشعرآء - ۲۰ تا ۲۲
[2] الشعرآء - ۲۳، طٰہٰ - ۴۹
[3] الشعرآء - ۲۴ و طٰہٰ - ۵۰
[4] الشعرآء - ۲۵
[5] الشعرآء - ۲۶
[6] الشعرآء - ۲۷
[7] الشعرآء - ۲۸
[8] طٰہٰ - ۵۱ و ۵۲
[9] الشعرآء - ۲۹
[10] الشعرآء - ۳۰

فرعون نے کہا: اگر تم سچے ہو تو وہ نشانی پیش کرو[۱] موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دی۔ وہ اژدہا بن گئی۔ پھر انہوں نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ سفید نظر آنے لگا[۲]

قوم فرعون کے سرداروں نے کہا: یہ نشانیاں کیا ہیں محض جادو ہیں ان کو (رب العالمین کا نام لے کر اس کی طرف) جھوٹ منسوب کر دیا گیا ہے۔ ہم نے ایسی باتیں اپنے آباء و اجداد کے حالات میں (دیکھیں) نہ سنیں[۳]

پھر سرداروں نے ان نشانیوں کا مذاق اڑانا شروع کر دیا[۴] انہوں نے ان نشانیوں کا انکار کیا اگرچہ دل سے انہیں ان نشانیوں (کے حق ہونے) کا یقین تھا[۵]

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میرا ربّ اس شخص سے خوب واقف ہے جس کو اس نے ہدایت کے ساتھ (رسول بنا کر) بھیجا ہے اور وہ اس بات سے بھی بخوبی واقف ہے کہ آخرت کس کی اچھی ہوگی بے شک ظالموں کو فلاح نصیب نہیں ہوگی[۶]

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (اپنی بات جاری رکھتے ہوئے) فرمایا: کیا تم ان نشانیوں کو جادو کہتے ہو، جادوگر تو فلاح نہیں پاتے۔ سرداروں نے کہا: کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے بزرگوں کے دین سے برگشتہ کر دو، ملک میں (بس) تم دونوں کی بڑائی کا ڈنکا بجے۔ ہم تو تم پر ایمان لانے والے نہیں[۷]

فرعون نے (سرداروں سے) کہا: موسیٰ بڑے ماہر جادوگر ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ اپنے جادو سے تم کو تمہارے ملک سے نکال دیں تو بتاؤ تم مجھے کیا مشورہ دیتے ہو[۸]

سرداروں نے کہا: ان کو اور ان کے بھائی کو (کچھ عرصہ کے لئے) مہلت دیجئے اور اس اثناء میں تمام شہروں میں آدمی بھیج دیجئے تاکہ وہ تمام بڑے بڑے جادوگروں کو (جمع کر کے ان سے مقابلہ کرنے کے لئے) آپ کے پاس لے آئیں[۹]

---

[۱] الشعرآء ـ ۳۱
[۲] الشعرآء ـ ۳۲ و ۳۳
[۳] القصص ـ ۳۶
[۴] الزخرف ـ ۴۷
[۵] النمل ـ ۱۴
[۶] القصص ـ ۳۷
[۷] یونس ـ ۷۷ و ۷۸
[۸] الشعرآء ـ ۳۴ و ۳۵
[۹] الشعرآء ـ ۳۶ و ۳۷

فرعون نے اس مشورہ کو مان لیا[1] اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا: کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ اپنے جادو کے زور سے ہمیں ہمارے ملک سے نکال دو۔ ہم بھی تمہارے سامنے ایسا ہی جادو پیش کریں گے لہٰذا تم ہمارے اور اپنے درمیان کوئی دن مقرر کر دو کہ نہ ہم اس کی خلاف ورزی کریں اور نہ تم، (دونوں مقررہ دن حاضر ہو جائیں)۔ ہمارا تمہارا مقابلہ کھلے میدان میں ہو (تاکہ سب مشاہدہ کریں)۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یوم زینت (یعنی عید کا دن) مقرر کر لو۔ اُس دن تمام لوگوں کو چاہیئے کہ صبح کے وقت مقابلہ دیکھنے کے لئے جمع ہو جائیں[2]

الغرض فرعون نے (تمام) شہروں میں آدمی بھیج دیئے اور پوری طرح مقابلہ کی تیاری کی۔ مقررہ دن تمام جادوگر جمع ہو گئے۔ فرعون نے اس دن جادوگروں کے علاوہ اور لوگوں کو بھی جمع کیا اور ان سے کہا: اگر جادوگر غالب رہے تو ہم انہی کے طریقے پر چلتے رہیں گے[3]

جب سب لوگ جمع ہو گئے تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے مخاطب ہو کر کہا: تمہاری خرابی! اللہ کی طرف جھوٹ منسوب نہ کرو (اس نے کسی کو اپنا شریک نہیں بنایا) اگر تم نہیں مانو گے تو تمہیں سزا بھگتنی ہوگی اور جو شخص بھی افتراء پردازی کرے گا وہ (یقیناً تباہ و) برباد ہو جائے گا[4]

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقریر سن کر لوگوں نے آپس میں اختلاف کیا اور چپکے چپکے سرگوشیاں کرنے لگے۔ انہوں نے کہا: یہ دونوں جادوگر ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ اپنے جادو کے ذریعہ تمہیں تمہارے ملک سے نکال دیں اور تمہارے بہترین مذہب کو فنا کر دیں لہٰذا پوری طرح اپنی تدبیر کر لو اور صف باندھ کر ان کا مقابلہ کرو۔ آج وہی کامیاب ہوگا جو غالب رہے گا[5]

جادوگر (جمع ہو کر) فرعون کے دربار میں پہنچے اور عرض کیا: (اے بادشاہ) اگر ہم غالب رہیں تو ہمیں انعام ملنا چاہیئے۔ فرعون نے کہا: ضرور ملے گا (یہی نہیں بلکہ) تم میرے مقربین میں شامل کر دیئے جاؤ گے[6]

اس گفتگو کے بعد موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جادوگر ایک دوسرے کے مقابل آ کر کھڑے ہو گئے۔ جادوگروں نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا: اے موسیٰ آپ (پہلے) ڈالیں گے یا ہم (پہلے) ڈالیں۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: تم ہی پہلے ڈالو اور جو کچھ

---

[1] یونس ۔ ۷۹

[2] طٰہٰ ۔ ۵۷ تا ۵۹

یوم الزینۃ سے مراد یوم عاشورا ہے (ابویعلیٰ ۵/۲۱ ۔ یہ روایت موقوف ہے)۔

[3] الشعراء ۔ ۳۸ تا ۴۰

[4] طٰہٰ ۔ ۶۱

[5] طٰہٰ ۔ ۶۲ تا ۶۴

[6] الشعراء ۴۱ و ۴۲

تم ڈالنا چاہتے ہو ڈالو [1]

جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں (زمین پر) ڈال دیں اور کہنے لگے فرعون کی عزت کی قسم ہم ہی غالب رہیں گے [2]

جادوگروں نے بڑے زبردست جادو کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور ان سب کو دہشت زدہ کر دیا [3]

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا کہ رسیاں اور لاٹھیاں (سانپ بن کر) دوڑ رہی ہیں۔ یہ دیکھ کر انہیں کچھ خوف محسوس ہوا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا (اے موسیٰ) ڈرو نہیں، تم ہی غالب رہو گے۔ تمہارے داہنے ہاتھ میں جو لاٹھی ہے اُسے ڈال دو، وہ ان کے شعبدوں کو نگل جائے گی۔ ان کے شعبدے محض جادو ہیں اور جادو کرنے والے کبھی فلاح نہیں پا سکتے [4]

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی لاٹھی ڈال دی۔ لاٹھی اژدہا بن گئی اور اس (اژدہے) نے ان کی شعبدہ بازیوں کو نگلنا شروع کر دیا [5]

جادوگروں نے جب یہ ماجرا دیکھا تو حقیقت کو پا گئے اور فوراً سجدہ میں گر پڑے اور کہنے لگے ہم رب العالمین پر یعنی موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لاتے ہیں [6]

فرعون نے جادوگروں سے کہا: تم میری اجازت سے پہلے ایمان لے آئے، یقیناً یہ تمہارے گرو (گھنٹال) معلوم ہوتے ہیں، انہوں نے ہی تم کو جادو سکھایا ہے۔ یہ سب تمہاری سازش ہے تاکہ (تم سب مل کر) یہاں کے باشندوں کو شہر سے نکال دو (اور خود راج کرو) تم ایمان تو لے آئے ہو لیکن ابھی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے ساتھ کیا ہوتا ہے [7]

میں مخالف سمت سے تمہارا ایک ہاتھ اور ایک پیر کٹوا دوں گا اور پھر میں تم سب کو کھجور کے تنوں پر پھانسی دے دوں گا، پھر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کس کی سزا زیادہ

---

[1] طٰہٰ - ۶۵ و ۶۶ و الشعرآء - ۴۳
[2] الشعرآء - ۴۴
[3] الاعراف - ۱۱۶
[4] طٰہٰ - ۶۶ تا ۶۹
[5] الشعرآء - ۴۵

وہ سانپ (یعنی اژدہا) فرعون کی طرف بڑھا۔ فرعون نے کہا: (اے موسیٰ) اسے اٹھا لو میں تم پر ایمان لاتا ہوں۔ انہوں نے اُسے اٹھا لیا۔ وہ پھر عصا بن گیا (تفسیر ابن جریر ۶/۱۴ - اس روایت کا ایک راوی السدّی کذّاب ہے)۔

وہ سانپ فرعون کی طرف لپکا۔ فرعون تخت سے اتر کر بھاگا۔ اس نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فریاد کی۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے اٹھا لیا (تفسیر ابن جریر ۶/۱۵ - یہ روایت موقوف ہے)۔

[6] الشعرآء - ۴۶ تا ۴۸
[7] الشعرآء - ۴۹ و الاعراف - ۱۲۳ و ۱۲۴

سخت اور زیادہ دیر پا ہے [1]

جادوگروں نے جواب دیا: کوئی پرواہ نہیں۔ ہمیں تو اپنے ربّ کی طرف لوٹ کر جانا ہی ہے (تو پھر قتل ہو کر چلے جانے میں کیا مضائقہ ہے، یہ تو اور بھی اچھی چیز ہے) ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارا ربّ ہماری خطاؤں کو معاف کر دے گا اس لئے کہ ہم سب سے پہلے ایمان لے آئے (اور ہم نے ہٹ دھرمی نہیں کی) [2] اور (اے فرعون) تیرے نزدیک ہمارا اور قصور ہی کیا ہے سوائے اس کے کہ ہم اپنے ربّ کی نشانیوں پر جب وہ ہمارے پاس آئیں ایمان لے آئے [3] اور اے فرعون، ہم ان کھلی نشانیوں پر جو ہمارے پاس آئی ہیں اور اس ہستی پر جس نے ہم کو پیدا کیا ہے ہرگز تجھ کو ترجیح نہیں دیں گے۔ تو جو کچھ کرنا چاہتا ہے کر گذر۔ تو جو کچھ کرے گا اس دنیا کی زندگی ہی میں تو کرے گا (پھر اس کے بعد تو ہمارا کیا بگاڑ سکتا ہے) ہم اپنے ربّ پر ایمان لے آئے ہیں، تاکہ وہ خطائیں معاف کرے اور اس جادو (کے گناہ) کو بھی معاف کرے جس کو کرنے کے لئے تو نے ہمیں مجبور کیا تھا۔ اللہ بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے (لہٰذا اسی کو اختیار کرنا چاہیئے اور ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے)۔ پھر ان مسلمین نے اس طرح دعاء کی: اے ہمارے ربّ ہمیں صبر کی توفیق دے اور ہمیں اس حالت میں موت دے کہ ہم مسلم ہوں [4]

جادوگروں کے علاوہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کوئی ایمان نہیں لایا سوائے

① بنی اسرائیل کی اولاد کے وہ بھی ڈرتے ڈرتے کہ کہیں فرعون اور اس کے سردار انہیں اذیت میں مبتلا نہ کر دیں [5]

② فرعون کی بیوی کے [6] اور

③ قوم فرعون کے ایک آدمی کے جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا [7]

(بنی اسرائیل اور جادوگروں کے ایمان لانے سے سرداران قوم خوفزدہ ہو گئے۔ انہیں حالات کے بگڑنے اور اپنی سیادت کے ختم ہونے کا خطرہ لاحق ہو گیا) کہنے لگے (اے فرعون) کیا تو موسیٰ اور اُن کی قوم کو چھوڑ دے گا کہ ملک میں (فساد مچاتی پھرے اور) تیرے بتوں کو

---

[1] الشعرآء ۔ ۴۹ و طٰہٰ ۔ ۷۱

[2] الشعرآء ۔ ۵۰ و ۵۱ و الاعراف ۔ ۱۲۵

جادوگروں کی تعداد میں شدید اختلاف ہے، کوئی کہتا ہے ۸۰ ہزار تھے، کوئی کہتا ہے ۷۰ ہزار، کوئی تیس ہزار سے زیادہ، کوئی ۱۹ ہزار، کوئی پندرہ ہزار، کوئی بارہ ہزار بتاتا ہے، ابن عباسؓ کہتے ہیں ستر تھے (تفسیر ابن کثیر ۳/۱۵۸ ۔ کوئی روایت مرفوع نہیں ہے)۔

[3] الاعراف ۔ ۱۲۶

[4] طٰہٰ ۔ ۷۲ و ۷۳

[5] یونس ۔ ۸۳

[6] التحریم ۔ ۱۱

[7] حٰمٓ المؤمن ۔ ۲۸

چھوڑ دے۔ فرعون نے کہا: ہم ان کے لڑکوں کو قتل کرتے رہیں گے اور ان کی لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیا کریں گے (اس طرح کرنے سے ان کی قوت پامال ہو جائے گی) اور (ہم یہ کام کر سکتے ہیں اس لئے کہ) ہم ان پر غالب ہیں ۔[1]

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (جب اپنی قوم پر ظلم وستم ہوتے ہوئے دیکھا تو انہیں نصیحت کرتے ہوئے) فرمایا: اللہ سے مدد طلب کرو اور صبر کرو۔ یہ زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے زمین کا وارث بناتا ہے اور انجام بخیر تو متقی لوگوں کا ہی ہوا کرتا ہے (گھبراؤ نہیں فتح بالآخر ہماری ہوگی)۔[2]

یہ نصیحت سن کر قوم کے افراد نے کہا: آپ کے آنے سے پہلے بھی ہمیں تکلیفیں پہنچتی رہیں اور آپ کے آنے کے بعد بھی تکلیفیں پہنچ رہی ہیں (آخر کب تک یہ تکلیفیں پہنچتی رہیں گی)۔

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کردے اور تمہیں اس کا جانشین بنادے پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو ۔[3]

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم سے یہ بھی کہا: اگر تم ایمان لے آئے ہو اور مسلم بن گئے ہو تو اللہ ہی پر بھروسہ کرو (وہی تمہاری تکلیفیں دور کرے گا)۔ قوم کے لوگوں نے کہا: ہم اللہ پر توکل کرتے ہیں۔ پھر انہوں نے اس طرح دعاء کی: اے ہمارے رب ہمیں ظالموں کا تختۂ مشق نہ بنا، ہمیں اپنی رحمت سے کافروں سے نجات دے ۔[4]

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی بھیجی کہ مصر میں اپنی قوم کے لئے مکانات تعمیر کرو اور ان کو قبلہ رو رکھو اور نماز پڑھتے رہو اور (اے موسیٰ) مؤمنین کو خوشخبری سنا دو (کہ اب ان کی نجات اور سربلندی کا وقت قریب آگیا ہے) ۔[5]

اس کے بعد فرعون اور قوم فرعون پر مسلسل اور یکے بعد دیگرے عذاب آنے شروع ہوئے۔ ان عذابوں کا مقصد یہ تھا کہ وہ مخالفت چھوڑ دیں اور ایمان لے آئیں۔ سب سے پہلا عذاب جو ان پر نازل ہوا وہ قحط کا عذاب تھا۔ جب وہ قحط سے پریشان ہوئے تو انہوں نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا: اے موسیٰ اپنے رب سے دعاء کیجئے کہ یہ عذاب ہم سے دور کردے۔ اگر آپ نے یہ عذاب ہم سے دور کردیا تو ہم ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ

---

[1] الاعراف - ۱۲۷
[2] الاعراف - ۱۲۸
[3] الاعراف - ۱۲۹
[4] یونس - ۸۴ تا ۸۶
[5] یونس - ۸۷

بھیج دیں گے، لیکن جب وہ عذاب ٹل گیا تو انہوں نے وعدۂ خلافی کی اور ایمان نہیں لائے[۱]

اس کے بعد طوفان، ٹڈیوں، جوؤں، مینڈکوں اور خون کے عذابات یکے بعد دیگرے آتے رہے۔ وہ ہر مرتبہ یہی کہتے کہ اے موسیٰ اپنے ربّ سے دعاء کیجئے کہ ہم پر سے یہ عذاب ٹال دے۔ اگر آپ نے یہ عذاب ٹال دیا تو ہم ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیج دیں گے لیکن جب وہ عذاب ٹل جاتا تو وعدۂ خلافی کرتے تھے اور ایمان نہیں لاتے تھے[۲]

جب عذاب کے ٹل جانے کے بعد خوشحالی کا زمانہ آتا تو کہتے کہ یہ خوشحالی ہماری (برکت کے سبب) ہے اور جب کسی مصیبت کا شکار ہوتے تو کہتے کہ یہ موسیٰ اور ان کے اصحاب کی نحوست ہے۔ پھر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خطاب کر کے کہتے تم کوئی بھی نشانی ہمارے پاس لاؤ ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں[۳]

ایک دن فرعون نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم کیا مصر میں میری بادشاہت نہیں ہے؟ کیا میرے (محل کے) نیچے نہریں نہیں بہ رہیں تو کیا تم (ان چیزوں کو دیکھ کر اتنی بات بھی نہیں سمجھتے (کہ اعتبار کے قابل کس کی بات ہو سکتی ہے) میں بہتر ہوں یا یہ ذلیل آدمی جو اچھی طرح بات بھی نہیں کر سکتا۔ اس پر (اللہ کی طرف سے) سونے کے کنگن کیوں نہیں نازل ہوتے یا فرشتے (سب کے سب) جمع ہو کر اس کے ساتھ کیوں نہیں آتے (کہ اس کی تائید کریں)۔ الغرض فرعون نے اپنی قوم کو بے وقوف بنایا اور وہ اس کی اطاعت کرتے رہے، موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر

---

[۱] الاعراف - ۱۳۰ و ۱۳۴ و ۱۳۵

[۲] الاعراف - ۱۳۳ تا ۱۳۵

اللہ تعالیٰ نے پہلے طوفان بھیجا۔ ہر چیز ڈوب گئی۔ انہوں نے کہا: آپ دعاء کیجئے ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعاء کی طوفان ختم ہو گیا لیکن وہ ایمان نہیں لائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ٹڈیاں بھیجیں۔ ٹڈیوں نے ان کی کھیتیاں کھالیں۔ پھر کھٹمل بھیجے۔ وہ پوری زمین کی سبزی کو چٹ کر گئے۔ ان کے کپڑوں میں گھس گئے، انہیں کاٹنے لگے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مینڈک بھیجے جو ہر چیز میں گھس گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خون بھیجا۔ ان کا پانی خون بن جاتا تھا، وہ پی نہیں سکتے تھے۔ ہر عذاب پر وہ ایمان لانے کا وعدہ کرتے تھے۔ عذاب ٹل جاتا تھا لیکن وہ ایمان نہیں لاتے تھے (طبری ۲۸۹/۱۔ السدی راوی کذاب ہے)۔

طوفان آیا۔ آٹھ دن تک بارش ہوتی رہی۔ نہ سورج دکھائی دیا اور نہ چاند۔ کوئی شخص باہر نہ نکل سکا۔ قبطیوں کے مکانوں میں پانی ان کی ہنسلیوں تک پہنچ گیا۔ بنی اسرائیل کے مکانوں میں پانی داخل نہیں ہوا۔ ٹڈیوں نے ان کے پھل، کھیتیاں، ان کے کپڑے اور مکان کی چھتیں کھالیں۔ بنی اسرائیل کے مکانوں میں ٹڈیاں داخل نہیں ہوئیں۔ مینڈک قبطیوں کے کھانے اور پانی میں داخل ہو جاتے تھے ان کے کنوئیں میں پانی خون بن گیا۔ دریائے نیل سے بھی خون آنے لگا (تفسیر مدارک ۵۴۳/۱۔ نہ سند ہے اور نہ قائل کا نام ہے)۔

[۳] الاعراف۔ ۱۳۱ و ۱۳۲

ایمان نہیں لائے اور وہ ایمان کیا لاتے) وہ تو تھے ہی (بڑے) نافرمان [1]
الغرض فرعون اور اس کے سردار اپنی دولت اور سیادت پر فخر و ناز کرتے رہے اور ایمان نہیں لائے۔ (ایک دن) سرداروں نے کہا: کیا ہم اپنے ہی جیسے دو آدمیوں پر ایمان لائیں (خصوصاً) ایسی صورت میں کہ ان کی قوم ہماری خدمت گار ہے [2]

یہ حالت دیکھ کر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرح دعاء کی اے ہمارے رب (کیا) تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں شان و شوکت اور مال و دولت (اس لئے) عطاء کی ہے کہ یہ (اس کے غرور میں لوگوں کو) تیرے راستہ سے روکتے رہیں۔ اے ہمارے رب اُن کے مالوں کو ضائع کر دے، ان کے دلوں کو سخت کر دے تاکہ (اب یہ) بغیر عذاب دیکھے ایمان نہ لائیں (یعنی ان کی زیادتیوں کی حد ہوگئی ہے اب ان پر عذاب نازل کر دے)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تم دونوں کی دعاء قبول فرمائی، تم دونوں ثابت قدم رہو اور جاہلوں کے راستہ پر نہ چلو [3]

ایک دن فرعون نے اپنے سرداروں سے کہا: (اب) میں موسیٰ کو قتل کرتا ہوں۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ تمہارا دین نہ بدل دیں یا زمین میں بدامنی نہ پھیلا نہ دیں۔ موسیٰ کو چاہئے کہ وہ (اپنی مدد کے لئے) اپنے رب کو پکاریں (اور میری سزا سے بچنے کی کوشش کریں) [4]

جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام (کو فرعون کے اس ارادہ کا علم ہوا تو انہوں) نے کہا: میں ہر متکبر شخص سے جو یوم الحساب پر ایمان نہیں رکھتا اپنے اور تمہارے رب کی پناہ طلب کرتا ہوں [5]

اس موقع پر قوم فرعون کا وہ شخص جو ایمان لے آیا تھا اور ابھی تک اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا فرعون کے پاس پہنچا اور اس سے کہا: کیا تم ایک آدمی کو محض اس لئے قتل کر رہے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور (اس سلسلہ میں) وہ اپنے رب کے پاس سے کھلی نشانیاں بھی لایا ہے۔ اگر وہ جھوٹا ہے تو جھوٹ کا وبال اسی پر ہوگا اور اگر وہ سچا ہے تو پھر وہ عذاب (یقیناً)

---

[1] الزخرف - ۵۱ تا ۵۴
[2] المؤمنون - ۴۷
[3] یونس - ۸۸ و ۸۹
[4] حٰمٓ المؤمن - ۲۶
[5] حٰمٓ المؤمن - ۲۷

پہلے تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرعون سے ڈرتے تھے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی انہیں فرعون کے شر سے بچائے۔ اس کے بعد فرعون موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ڈرنے لگا۔ وہ جب انہیں دیکھتا تو گدھے کی طرح پیشاب کرنے لگتا (تفسیر ابن کثیر ۳/۳۸۸۔ بحوالہ ابن ابی حاتم۔ یہ مجاہد کا قول ہے۔ افسوس ہے کیسے کیسے اقوال بنائے گئے ہیں اور روایت کئے گئے ہیں)۔

آئے گا جس کا وہ تم سے وعدہ کر رہا ہے (اور سن لو) اللہ حد سے گذرنے والے کو راہ راست پر نہیں چلاتا۔ اے میری قوم آج ملک میں تمہاری بادشاہت ہے، تم غالب ہو، اگر اللہ کا عذاب آگیا تو ہماری مدد کون کرے گا (کہ ہماری بادشاہت سلامت رہے)۔ فرعون نے کہا: میں جس چیز کو حق سمجھتا ہوں وہی تم لوگوں کو بتاتا ہوں اور میں تم کو سیدھے راستہ پر ہی چلا رہا ہوں۔ [1]

اُس مؤمن بندے نے کہا: اے میری قوم، میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تم پر گذشتہ قوموں کی طرح عذاب نازل نہ ہو جائے (یعنی) قومِ نوح، قومِ عاد، قوم ثمود اور اُن کے بعد آنے والی قوموں کا (جو) حال (ہوا اسی) کے مثل (تمہارا حال نہ ہو جائے)۔ اللہ نے رسول بھیج کر تمہیں ہوشیار کر دیا ہے، وہ نہیں چاہتا کہ اپنے بندوں پر (ان کو متنبہ کئے بغیر عذاب میں مبتلا کر کے) ظلم کرے اور اے میری قوم، مجھے تمہارے متعلق قیامت کے دن کا ڈر ہے جس دن تم پیٹھ موڑ کر بھاگو گے، اُس دن تم کو اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا اور جس کو اللہ گمراہ رہنے دے اُسے کون ہدایت پر چلا سکتا ہے اور (اے میری قوم) ان سے پہلے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کھلی نشانیوں کے ساتھ تمہارے پاس آئے تھے لیکن تم ان کی لائی ہوئی شریعت پر شک ہی کرتے رہے یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہو گئی تو تم نے کہا اب اللہ ان کے بعد کوئی رسول نہیں بھیجے گا (کہیں ایسا نہ ہو کہ جیسے تم اس وقت پچھتائے تھے اس موقع پر بھی تمہیں پچھتانا پڑے، ابھی وقت ہے، عقل سے کام لو۔ [2]

فرعون نے اپنے سرداروں سے کہا: اے سردارو، میرے علم میں تو میرے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں اور اے ہامان، اینٹیں پکا کر اُن سے میرے لئے ایسی بلند عمارت بناؤ کہ اس پر چڑھ کر میں موسیٰ کے الٰہ کو دیکھ آؤں۔ مجھے یقین ہے کہ موسیٰ جھوٹے ہیں (آسمان پر کوئی الٰہ نہیں ہے) [3]

اس مؤمن بندے نے قوم سے خطاب کیا۔ اُس نے کہا: اے میری قوم، میرے نقشِ قدم پر چلو، میں تم کو سیدھے راستہ پر چلاؤں گا۔ اے میری قوم، اس دنیا کی زندگی میں تو بس چند روزہ فائدہ ہے اور آخرت کا گھر (دائمی طور پر) رہنے کی جگہ ہے۔ جو کوئی برائی کرے گا تو اس کو

---

[1] حٰمٓ المؤمن۔ ۲۸ و ۲۹

[2] حٰمٓ المؤمن۔ ۳۰ تا ۳۴

[3] القصص۔ ۳۸ و حٰمٓ المؤمن۔ ۳۶ و ۳۷

فرعون نے آسمان کی طرف تیر پھینکا۔ وہ اوپر سے اس حال میں واپس آیا کہ اس میں خون لگا ہوا تھا۔ فرعون نے کہا میں نے موسیٰ کے الٰہ کو قتل کر دیا (طبری – ۲۸۵/۱ – یہ روایت موقوف ہے۔ راوی السدی کذاب ہے)۔

ہامان نے ۵۰ ہزار معمار جمع کئے اور ایک محل تعمیر کرایا۔ وہ ایسا محل تھا کہ کسی نے ایسا محل نہیں بنوایا تھا۔ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے اپنا بازو مار کر توڑ دیا۔ اس کے تین ٹکڑے ہو گئے۔ ایک ٹکڑا فرعون کی فوج پر گرا۔ دس لاکھ فوج مر گئی۔ دوسرا ٹکڑا سمندر میں گرا، تیسرا ٹکڑا مغرب میں گرا، اس کے سارے ملازم مر گئے (تفسیر مدارک ۱۲۷۰/۲ – نہ قائل کا پتہ ہے اور نہ سند کا)۔

اس (برائی) کے مثل سزا ملے گی اور جو نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت وہ جنّت میں داخل ہوگا اور اس کو (وہاں) بے حساب رزق دیا جائے گا اور اے میری قوم، میں تمہیں نجات کی طرف بلا رہا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلا رہے ہو۔ تم مجھے دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ کا انکار کروں اور اس کے ساتھ شرک کروں حالانکہ اس کے لئے میرے پاس کوئی دلیل نہیں۔ میں تمہیں زبردست اور بہت بخشنے والے (اللہ) کی طرف دعوت دے رہا ہوں اور تم مجھے جس شخص کی طرف دعوت دے رہے ہو وہ نہ تو دنیا میں پکارے جانے کے قابل ہے اور نہ آخرت میں۔ ہمیں اللہ کے پاس لوٹ کر جانا ہے (پھر اس وقت) وہ لوگ جو حد سے بڑھ گئے ہیں دوزخ میں جائیں گے۔ (اے میری قوم)، جو کچھ میں کہہ رہا ہوں (ایک وقت آئے گا کہ) تم اُسے یاد کروگے (اور پچھتاؤ گے)۔ میں اپنے کام کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بے شک اللہ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے [1]

(اس مؤمن بندے نے تبلیغ کا حق ادا کردیا، اس نے فرعون کے ظلم و تشدّد کی کوئی پرواہ نہیں کی) اللہ تعالٰی نے اس مؤمن بندے کو آلِ فرعون کے شر سے محفوظ رکھا اور آلِ فرعون کو سخت عذاب میں مبتلا کر دیا [2]

فرعون اور اس کے لشکر مسلسل تکبّر کرتے رہے (اور کسی طرح ایمان نہیں لائے) [3]

(جب فرعون نے مؤمنین کو ختم کرنے کا عزم کیا تو) اللہ تعالٰی نے موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیا کہ میرے بندوں کو لے کر رات کے وقت یہاں سے روانہ ہو جاؤ اور (اس بات کا خیال رکھنا کہ) تمہارا پیچھا کیا جائے گا [4]

فرعون نے (اپنے ارادے کی تکمیل کے لئے) تمام شہروں میں آدمی روانہ کر دیئے تاکہ وہ لشکروں کو جمع کر کے (دارالسلطنت میں) لے آئیں۔ جب تمام لشکر جمع ہو گئے تو فرعون نے اعلان کیا کہ یہ چھوٹی سی جماعت ہے۔ اس نے ہمیں غصّہ دلایا ہے، ہمیں اس سے خطرہ لاحق ہے لہٰذا کیوں نہ ہم اس جماعت کو ختم کر دیں۔ (موسٰی غلط کہتے ہیں کہ میں تمہارا ربّ نہیں ہوں)

---

[1] حٰمٓ المؤمن ـ ۳۸ تا ۴۴
[2] حٰمٓ المؤمن ـ ۴۵
[3] القصص ـ ۳۹
[4] الشعرآء ـ ۵۲

میں (یقیناً) تمہارا بلند و بالا ربّ ہوں [1]

(موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قوم کے ساتھ رات کے وقت شہر سے نکل گئے لیکن راستہ بھول گئے۔ انہوں نے بنی اسرائیل سے پوچھا یہ کیا بات ہے۔ علماء بنی اسرائیل نے کہا: جب یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے ہم سے اللہ کی طرف سے عہد لیا تھا کہ ہم مصر سے نہیں جائیں گے جب تک اُن کی لاش کو ساتھ نہ لے جائیں۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا: ان کی قبر کہاں ہے؟ علماء نے کہا قبر کا علم کسی کو نہیں سوائے ایک بڑھیا کے۔ بڑھیا نے کہا میں نہیں بتاؤں گی جب تک تم میری ایک بات نہ مان لو وہ یہ کہ میں جنّت میں تمہارے ساتھ ہوں۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کو پسند نہیں کیا۔ ان سے کہا گیا: اس کی بات کو مان لو۔ انہوں نے اس کی بات مان لی۔ بڑھیا ان کو ایک جھیل کے پاس لے گئی۔ اس نے کہا سارا پانی نکال ڈالو۔ سب نے مل کر اس کا پانی نکال دیا۔ اس نے کہا: اب کھودو انہوں نے کھودا اور یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش کو نکال لیا۔ لاش کو ساتھ لیتے ہی راستہ دن کی روشنی کی طرح معلوم ہو گیا [2]

فرعون (کو معلوم ہوا تو اس) نے اپنے لشکروں کے ساتھ صبح کے وقت ان کا تعاقب کیا۔ جب فرعون اور اس کے لشکر بنی اسرائیل کے قریب ہوئے تو بنی اسرائیل نے کہا: اب ہم پکڑے گئے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: ہرگز نہیں، میرا ربّ میرے ساتھ ہے وہ ضرور (نجات کی) کوئی صورت نکالے گا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے ساتھی چلتے رہے

---

[1] الشعرآء ۔ ۵۳ تا ۵۶ و النازعات ۔ ۲۳ و ۲۴

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی کی گئی کہ وہ مصر سے رات کے وقت نکل جائیں۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ قبطیوں سے زیور اور سامان عاریۃً لے لیں۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے اس کو حلال کر دیا تھا۔ یہ بھی روایت کیا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل نے قبطیوں کا زیور اور سامان بغیر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کے لیا تھا اور یہی زیادہ مناسب ہے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بنی اسرائیل کے ساتھ شروع رات میں روانہ ہو گئے۔ فرعون کو معلوم ہو گیا۔ اس نے اپنی فوج وغیرہ سے کہا ان کا کوئی پیچھا نہ کرے جبتک مرغ اذان نہ دے۔ مرغ نے اس رات کو اذان نہیں دی یہانتک کہ صبح ہو گئی۔ اس رات کو بہت سے قبطیوں کا انتقال ہو گیا تو قبطی ان کی تکفین و تدفین میں مشغول ہو گئے اور بنی اسرائیل کا پیچھا کرنے کے لئے دیر سے روانہ ہوئے (تفسیر الثعالبی الموسوم بجواہر الحسان فی تفسیر القرآن ۶۱/۱۔ نہ ناقل کا پتہ ہے اور نہ سند کا)۔

[2] حاکم کتاب التفسیر باب سورۃ الشعرآء ۴۰۴/۲۔ سندہ صحیح۔

جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مصر سے جانے کا ارادہ کیا تو یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم کو تلاش کیا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سونے کی چار تختیاں لیں۔ انہوں نے ایک تختی میں گدھ کی، ایک میں درندے کی، ایک میں انسان کی اور ایک میں بیل کی تصویریں بنائیں اور ہر تختی میں اللہ کا اسم اعظم لکھا۔ انہوں نے بیل کی تختی کے علاوہ تین تختیاں دریائے نیل میں ڈال دیں۔ پتھر کا تابوت جس میں یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جسد تھا پانی کے اوپر آ گیا۔ انہوں نے تابوت کو اٹھا لیا (یعقوبی ۳۶/۱۔ نہ قائل کا نام ہے اور نہ سند ہے۔ عجیب و غریب روایت بنائی گئی ہے، افسوس!)۔

رہے یہاں تک کہ سمندر کے کنارے جا پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیا کہ اپنی لاٹھی سمندر پہ مارو۔ انہوں نے سمندر پر اپنی لاٹھی ماری۔ سمندر پھٹ گیا اور دونوں طرف ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ (پانی کے) بڑے بڑے پہاڑ کھڑے ہیں [1]

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ فرعون کو نو معجزے دکھائے (یعنی لاٹھی کا سانپ بن جانا، ہاتھ کا سفید ہو جانا، پھر قحط، طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک اور خون کے عذابات کا واقع ہونا اور آخر میں سمندر کا پھٹ جانا) لیکن فرعون یہی کہتا رہا، اے موسیٰ میرا خیال ہے کہ تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخری بار سمندر کو پار کرتے وقت پھر فرعون کو سمجھایا۔ انہوں نے کہا: اے فرعون تو سمجھ چکا ہے کہ یہ نشانیاں آسمانوں کے اور زمین کے رب کی طرف سے ہیں۔ یہ نشانیاں آنکھیں کھول دینے والی ہیں (اب تو تیری آنکھیں کھل جانی چاہیئے تھیں، تجھے ایمان لے آنا چاہیئے تھا لیکن اے فرعون میں سمجھتا ہوں کہ (تیری آنکھیں اندھی ہو گئی ہیں اور) اب تو ہلاک ہونے والا ہے [2]

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو سمندر پار کرا دیا۔ فرعون اور اس کے لشکروں نے بھی سمندر کو پار کرنا چاہا لیکن وہ نہ کر سکے۔ جب فرعون ڈوبنے لگا تو کہنے لگا: میں ایمان لاتا ہوں اس الٰہ پر جس الٰہ پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اُس الٰہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں اور اب میں مسلم ہوتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب اس وقت (ایمان لانے سے کیا ہوتا ہے جبکہ) اس سے پہلے (ساری زندگی) تو نافرمانی کرتا رہا اور فساد مچاتا رہا۔ آج ہم تیرے بدن کو بچا لیں گے تاکہ بعد میں آنے والوں کے لئے ایک (عبرتناک) نشانی ہو، بے شک بہت لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں (دیکھتے ہیں اور عبرت حاصل نہیں کرتے) [3]

اللہ تعالیٰ نے فرعون کو اور اس کے لشکروں کو سمندر میں ڈبو دیا [4]

---

[1] الشعرآء ۔ ۶۰ تا ۶۳
[2] بنی اسرائیل ۔ ۱۰۱ و ۱۰۲
[3] یونس ۔ ۹۰ تا ۹۲ و الشعرآء ۔ ۶۵
[4] القصص ۔ ۴۰

جب فرعون غرق ہونے لگا تو جبریل اس کے منہ میں مٹی ڈال رہے تھے کہ کہیں لا الٰہ اِلا اللہ نہ کہہ دے (ابن حبان کتاب التاریخ ۹/۴۳۔ اس حدیث کو عدی بن ثابت یا عطاء بن السائب نے مرفوعًا بیان کیا ہے۔ عطاء کا حافظہ آخر عمر میں خراب ہو گیا تھا اور کیونکہ یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ مرفوعًا بیان کرنے والا عطاء ہے یا عدی لہذا یہ روایت مشکوک ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ کلمات نہ سکھاؤں جو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہے تھے جبکہ بنی اسرائیل نے سمندر کو پار کیا تھا۔ ہم نے کہا: کیوں نہیں۔ فرمایا یہ کہا کرو: اللھم لک الحمد و الیک المشتکی و انت المستعان ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (طبرانی صغیر ص۶۷۔ سند میں کئی ایسے راوی ہیں جن کا حال نہیں ملتا)۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون اور قوم فرعون کے باغات اور چشموں کا وارث بنا دیا[1]

اور وہ ملک بھی جس میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی تھی (بالآخر) ان کے قبضہ میں دے دیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے صبر و ثابت قدمی کی وجہ سے ان کے لئے خیر و برکت کا جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کر دیا اور فرعون اور اس کی قوم کی تمام تدبیروں کو ناکام کر دیا[2]

ایک دن بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا: کیا ہمارا رب سوتا ہے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اگر تم مؤمن ہو تو اللہ سے ڈرو۔ اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی بھیجی کہ دو گلاس لو، ان میں پانی بھرو (پھر ان کو ہاتھ میں لئے رہو) انہوں نے ایسا ہی کیا۔ انہیں اونگھ آئی تو دونوں گلاس گر پڑے اور ٹوٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں آسمانوں اور زمین کو سنبھالے ہوئے ہوں اگر میں سوتا تو وہ گر پڑتے[3]

سمندر کو پار کرنے کے بعد بنی اسرائیل ایک ایسی قوم کے پاس سے گذرے جو اپنے بتوں کے سامنے جمے بیٹھے تھے۔ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا: اے موسیٰ جیسے ان لوگوں کے بت ہیں ایسا ہی ایک بُت ہمارے لئے بنا دیجئے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: تم بڑے نادان لوگ ہو۔ یہ لوگ جس گورکھ دھندے میں مبتلا ہیں وہ سب برباد ہونے والا ہے اور جو عمل یہ کر رہے ہیں سب باطل ہے۔ کیا میں تمہارے لئے اللہ کے علاوہ کوئی اور الٰہ تلاش کروں حالانکہ اللہ ہی ہے جس نے تم کو اقوام عالم پر فضیلت عطاء فرمائی، اسی نے تم کو قوم فرعون سے نجات دی جو تم کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتی رہتی تھی۔ وہ لوگ تمہارے لڑکوں کو قتل کر دیا کرتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیا کرتے تھے (یہ بت تو کچھ بھی نہیں کر سکتے پھر ان کی پوجا کیسی۔ نعمتیں تو اللہ تعالیٰ تمہیں دے اور پوجا بُت کی کی جائے۔ یہ کتنی بڑی ناشکری ہے)[4]

---

[1] الشعرآء ـ ۵۷ تا ۵۹
[2] الاعراف ـ ۱۲۷
[3] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص۳۵ ۔ امام بیہقی نے اس روایت کو محفوظ بتایا ہے۔ اسی کتاب میں اسی صفحہ پر ایک روایت میں ہے کہ یہ سوال موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذہن میں آیا تھا۔ یہ روایت منکر ہے۔ معمر نے اس حدیث کو عکرمہ کا قول بیان کیا ہے یعنی یہ حدیث مرفوع نہیں ہے بلکہ تابعی کا قول ہے (میزان الاعتدال ۱/۲۷۶)۔ امام ابن کثیر کہتے ہیں یہ حدیث بہت غریب ہے (تفسیر ابن کثیر ـ ۱/۳۰۸ و تفسیر ابن جریر ۳/۸) ایک روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرشتوں سے پوچھا۔ یہ عکرمہ کا قول ہے (تفسیر ابن جریر ۳/۸)۔ الغرض صحیح وہی ہے کہ بنی اسرائیل نے اس قسم کا لغو سوال کیا۔
موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زمین کے مشارق و مغارب کی بادشاہت دی گئی تھی (حاکم ۲/۵۷۷۔ یہ جعفر کا قول ہے سند میں کئی راوی مجہول الحال ہیں)۔
[4] الاعراف ـ ۱۳۸ تا ۱۴۱

سمندر پار کرنے کے بعد بنی اسرائیل (وادی سینا میں) آباد ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ابر کا سایہ کر دیا اور ان کے کھانے کے لئے من وسلویٰ نازل کیا۔ جب پانی کی ضرورت ہوئی تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے پانی کی درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پتھر پر اپنی لاٹھی مارو۔ لاٹھی کا پتھر پر مارنا تھا کہ اس سے بارہ چشمے جاری ہو گئے [1]

اسی زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوہِ طور پر چالیس رات رہنے کا وعدہ کیا اور بنی اسرائیل کے بھی چند آدمیوں کو ساتھ لانے کی اجازت دی [2]

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اصحاب میں سے ستر آدمیوں کو مقررہ وقت پر کوہ طور لے جانے کے لئے منتخب کیا [3]

جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کوہ طور پر جانے لگے تو انہوں نے اپنے بھائی ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی قوم میں اپنا جانشین بنا دیا اور ان سے فرمایا: تم میری قوم میں میری نیابت کرنا، (قوم کی) اصلاح کرتے رہنا اور مفسدین کے راستہ پر نہ چلنا [4]

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بنی اسرائیل سے وقتِ مقررہ پر کوہِ طور کے داہنی جانب ملاقات کا وعدہ کیا تھا [5]

وعدہ کے مطابق موسیٰ علیہ والصلوٰۃ والسلام ان ستر آدمیوں کے ساتھ کوہ طور کی جانب روانہ ہوئے لیکن تیزی کے ساتھ چلتے ہوئے ان ستر آدمیوں سے کچھ پہلے ہی (کوہِ طور پر) پہنچ گئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ، اپنی قوم سے پہلے آجانے پر تمہیں کس چیز نے آمادہ کیا؟ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: وہ میرے پیچھے پیچھے آرہے ہیں. میں تیرے پاس اس

---

[1] البقرة - ۵۷ و ۶۰

[2] البقرة - ۵۱ و الاعراف - ۱۵۵

[3] الاعراف - ۱۵۵

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعاء کی: اے میرے ربّ مجھے ایسی دعاء سکھا دے جس کے ذریعہ میں تیرا ذکر کروں اور تجھ سے دعاء مانگوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لَا اِلٰہ الا اللہ" کہا کرو (کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص۸۵۔ اس کی سند میں درّاج ہے جو متکلم فیہ ہے۔ تہذیب)۔

[4] الاعراف - ۱۴۲

[5] طٰہٰ - ۸۰

جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تیس دن کے وعدہ پر کوہ طور پر گئے تو انہوں نے تیس دن اور تیس رات روزے رکھے۔ انہوں نے خیال کیا کہ روزے دار کے منہ کی بو اچھی نہیں ہوتی لہٰذا ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ سے بات کرنا مناسب نہیں۔ انہوں نے مسواک کر کے منہ صاف کر لیا۔ جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے تو روزے دار کے منہ کی بو مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ جاؤ دس روزے اور رکھو اور پھر آؤ (ابو یعلی جزء ۵ ص۲۴۔ یہ روایت موقوف ہے)۔

لئے جلدی آگیا کہ تو (مجھ سے) راضی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے تمہارے آنے کے بعد تمہاری قوم کو آزمائش میں مبتلا کر دیا (یعنی) سامری نے ان کو گمراہ کر دیا[1]

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چالیس دن کوہ طور پر گزارے۔ اللہ تعالیٰ سے باتیں ہوتی رہیں۔ ایک دن موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے کہا: اے میرے ربّ، مجھے اپنا دیدار کرا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ اچھا ایسا کرو کہ اس پہاڑ کی طرف دیکھو۔ اگر پہاڑ اپنی جگہ قائم رہا تو تم مجھے دیکھ سکو گے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب انہیں ہوش آیا تو کہنے لگے (اے اللہ) تو پاک ہے، میں توبہ کرتا ہوں اور میں پہلا مؤمن ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ، میں نے تم کو اپنی رسالت اور ہم کلامی کے لئے منتخب کیا تو جو کچھ تمہیں دیا جا رہا ہے اُسے مضبوطی سے) پکڑ لو اور شکر گزار (بندوں) میں سے ہو جاؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کچھ تختیوں میں نصیحت اور احکام لکھ کر ان تختیوں کو ان کے حوالے کیا اور فرمایا: اس کو مضبوطی سے پکڑے رہنا اور اپنی قوم سے کہنا کہ وہ بھی اس کتاب کی باتوں کی (جو کہ ہر لحاظ سے) بہترین ہیں پیروی کرتے رہیں[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھے کو چھوٹی انگلی کے جوڑ پر رکھ کر فرمایا تھا کہ تجلی کے لئے صرف اس قدر کھولا گیا تھا[3]

---

[1] طٰہٰ ـ ۸۳ تا ۸۵

جب اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بات کی تو وہ اس آواز سے مختلف تھی جس آواز سے اللہ تعالیٰ نے انہیں (پہلے) دن پکارا تھا۔ اس حدیث میں الفضل بن عیسٰی ضعیف ہے (کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص۲۰۵)

جب اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بات کرتا تھا تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اندھیری رات میں صفا پر چند میل کے فاصلہ سے چیونٹی کو چلتا ہوا دیکھ لیتے تھے (طبرانی صغیر ص۱۵۔ حسن بن جعفر جعفری کا حال نہیں ملتا۔ اگر یہ حسن بن ابی جعفر الجعفری ہے تو منکر الحدیث ہے)۔

[2] الاعراف ـ ۱۴۳ تا ۱۴۵

جب کوہ طور پر اللہ تعالیٰ نے تجلّی دکھائی تو کوہ طور کے چاروں طرف فرشتے کھڑے تھے، ان فرشتوں کے چاروں طرف آگ تھی، آگ کے چاروں طرف فرشتے تھے، فرشتوں کے چاروں طرف آگ تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ کی تجلّی چھوٹی انگلی کے برابر ظاہر ہوئی۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بے ہوش ہو گئے (حاکم ۵۷۶/۲۔ یہ حدیث موقوف ہے)۔

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام عرفہ کے دن بے ہوش ہوئے۔ یوم النحر کو توریت ملی۔ توریت کی دس تختیاں تھیں۔ کہتے ہیں کہ تختیاں زبرجد کی تھیں، کوئی کہتا ہے سرخ یاقوت کی تھیں (تفسیر کبیر ۲۳۶/۱۴۔ بحوالہ الکشاف۔ یہ لوگوں کے اقوال ہیں۔ حدیث کوئی نہیں ہے)۔

اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چالیس دن تک کسی نے نہیں دیکھا۔ پھر ان کی وفات ہو گئی۔ (حاکم ۵۷۶/۲۔ یہ حدیث نہیں ہے۔ عبدالرحمٰن بن معاویہ کا قول ہے)۔

[3] حاکم ۵۷۷/۲۔ سندہ صحیح۔

وہ ستر آدمی جو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ گئے تھے ان میں سے بعض نادان لوگ کہنے لگے : (اے موسیٰ) ہم ہرگز آپ پر ایمان نہیں لائیں گے، جب تک آپ ہمیں اللہ کا کھلم کھلا دیدار نہ کرادیں۔ ان کی اس درخواست پر ایک زلزلہ آیا، بجلی گری اور وہ سب مر گئے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا : اے میرے رب، اگر تو چاہتا تو مجھ کو اور ان سب کو پہلے ہی ہلاک کر دیتا کیا تو ہم کو ان نادانوں کی وجہ سے ہلاک کر رہا ہے۔ یہ تیری آزمائش ہے۔ تو جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ تو ہمارا کارساز ہے، ہمیں معاف فرما، ہم پر رحم فرما، تو تمام معاف کرنے والوں سے بہتر معاف کرنے والا ہے، اس دنیا میں بھی ہمارے لئے بھلائی لکھ دے اور آخرت میں بھی ہمارے لئے بھلائی لکھ دے، ہم تیری طرف رجوع کرتے ہیں [1] اللہ تعالیٰ نے ان سب کو معاف کر دیا اور پھر زندہ کر دیا [2]

یہ تو گذشتہ صفحات میں ذکر ہو چکا ہے کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کوہ طور پر جانے کے بعد سامری نے بنی اسرائیل کو گمراہ کر دیا تھا۔ ہوا یہ کہ لوگوں نے قوم کے زیورات کا بوجھ اتار ڈالا ۔ سامری نے اس کا ایک بچھڑا بنایا جس میں سے بچھڑے کی آواز کے مثل آواز نکلتی تھی۔ لوگوں نے کہنا شروع کیا یہ ہے تمہارا اور موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا الٰہ۔ موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) تو بھول گئے۔ لوگوں نے اس کی پوجا شروع کر دی۔ ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں بہت سمجھایا۔ ان سے کہا تم آزمائش میں ڈال دئے گئے ہو، تمہارا ربّ تو رحمٰن ہے۔ میری پیروی کرو اور میرا کہنا مانو۔ قوم کے لوگوں نے کہا : ہم تو اسی کی پوجا کرتے رہیں گے جب تک موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) واپس نہ آئیں [3]

چالیس دن پورے کرنے کے بعد موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کوہ طور سے غصّہ کی حالت میں اپنی قوم کے پاس پہنچے۔ انہوں نے اپنی قوم سے کہا : اے میری قوم، کیا تم سے تمہارے

---

[1] البقرۃ ـ ۵۵ و الاعراف ـ ۱۵۵ و ۱۵۶

[2] البقرۃ ـ ۵۶

[3] طٰہٰ ـ ۸۷ تا ۹۱

ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دن اپنی قوم سے کہا : قوم فرعون کی جو امانت تمہارے پاس ہے اُسے نہ ہم واپس کر سکتے ہیں اور نہ خود رکھ سکتے ہیں۔ ان کے کہنے سے ایک گڑھا کھودا گیا اور اُس مال کو (اس گڑھے میں ڈال کر) جلا دیا گیا۔ (ابو یعلی ۲۴/۵ ـ یہ روایت موقوف ہے)۔

سامری اس قوم کا فرد تھا جو گائے کو پوجتے تھے۔ وہ بنی اسرائیل کا پڑوسی تھا۔ وہ بھی بنی اسرائیل کے ساتھ چلا آیا تھا (مسند ابی یعلیٰ جزء ۵ صـ۲۴ ـ یہ روایت موقوف ہے)۔

سامری نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ ایک گھوڑے پر سوار ہیں۔ سامری نے ان کے گھوڑے کے پیر کے نیچے کی مٹی اٹھالی (طبری ۲۹۶/۱ ـ السدی راوی کذاب ہے)۔

رب نے اچھا وعدہ نہیں کیا تھا؟ کیا وعدہ پورا ہونے میں کوئی بہت بڑی مدت گذر گئی تھی کہ تم صبر نہ کر سکے اور جلدی کر بیٹھے۔ کیا تم نے چاہا کہ تم اپنے رب کے عذاب میں گرفتار ہو جاؤ۔ جو وعدہ تم نے مجھ سے کیا تھا تم نے اس کی خلاف ورزی کی [۱]

الغرض میرے جانے کے بعد تم نے یہ بہت بری حرکت کی [۲]

قوم کے لوگوں نے کہا: ہم نے اپنے اختیار سے آپ سے کئے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کی۔ ہوا یہ کہ قوم کے زیورات جو ہم پر لاد دیئے گئے تھے وہ ہم نے اتار دیئے۔ سامری نے بھی ایسا ہی کیا۔ پھر اس نے ان زیورات سے ایک بچھڑا بنایا جس کی آواز بچھڑے کی آواز جیسی تھی۔ لوگوں نے کہنا شروع کیا: یہ ہے تمہارا الٰہ اور موسیٰ کا الٰہ۔ موسیٰ تو بھول گئے [۳]

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بنی اسرائیل کی اس حرکت کو برداشت نہ کر سکے۔ انہوں نے غصّہ میں تختیوں کو (ایک طرف) ڈال دیا۔ [۴]

جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر دی کہ تمہاری قوم فتنہ میں مبتلا ہو گئی تو انہوں نے تختیوں کو زمین پر نہیں ڈالا لیکن جب اپنی آنکھوں سے (قوم کی) حالت کو دیکھا تو (بے اختیار) تختیوں کو زمین پر ڈال دیا [۵]

پھر ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف مخاطب ہوئے۔ ان کی ڈاڑھی اور سر کے بال پکڑ کر ان کو اپنی طرف کھینچا اور فرمایا: جب تم نے ان کو دیکھا تھا کہ وہ گمراہ ہو گئے تو کیا وجہ ہوئی کہ تم نے میری (ہدایت کی) پیروی نہیں کی؟ کیا تم نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی۔ ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اے میرے ماں جائے (بھائی) میری ڈاڑھی اور سر کے بال نہ پکڑیئے۔ میں ڈرا کہ کہیں آپ یہ نہ کہیں کہ تم نے بنی اسرائیل میں پھوٹ ڈال دی اور میری فہمائش کا کوئی لحاظ نہیں کیا [۶]

ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی معذرت بیان کرتے ہوئے مزید فرمایا: قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیں لہٰذا آپ (میری بے عزتی کر کے) دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دیں اور مجھ کو ان ظالم لوگوں کے ساتھ نہ ملائیں۔ ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ بات سن کر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرح دعا کی: اے میرے رب، مجھے اور میرے بھائی کو معاف کر دے ہمیں

---

[۱] طٰہٰ - ۸۶
[۲] الاعراف - ۱۵۰
[۳] طٰہٰ - ۸۷ تا ۹۱
[۴] الاعراف - ۱۵۰
[۵] طبرانی کبیر ۱۲/۵۴، حاکم کتاب التفسیر ۲/۳۲۱ - سندہ صحیح -
[۶] طٰہٰ - ۹۲ تا ۹۴ و الاعراف - ۱۵۰

اپنی رحمت میں داخل کر دے، تو بڑا رحم کرنے والا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا: جن لوگوں نے بچھڑے کی پوجا کی ان پر ان کے ربّ کی طرف سے (سخت) عذاب ہوگا، وہ دنیا کی زندگی میں بھی ذلیل وخوار ہوں گے۔ افتراء پردازی کرنے والوں کو ہم اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔ پھر جن لوگوں نے گناہ کرکے توبہ کرلی اور ایمان لے آئے تو آپ کا ربّ (انہیں معاف کر دے گا وہ) بڑا بخشنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے [۱]

پھر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سامری سے فرمایا: اے سامری تجھے کیا ہوا تھا؟ سامری نے کہا، مجھے وہ چیز سوجھی جو اوروں کو نہ سوجھی۔ مجھے یہ اچھا معلوم ہوا (کہ سونے کا ایک بچھڑا بناؤں اور اس کی پوجا کروں اور کراؤں)۔ رسول کی تعلیمات سے میں نے مٹھی بھر (ہدایت) ہی لی تھی (جب یہ کام کرنا چاہا تو) اُسے بھی پھینک دیا [۲]

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جا دنیا میں تیرے لئے یہ سزا ہے کہ تو کہتا رہے: "مجھے ہاتھ نہ لگانا" اور آخرت میں تیرے لئے ایک اور (عذاب کا) وعدہ ہے جس سے تو نجات نہ پاسکے گا اور اب دیکھ اپنے الٰہ کو جس کے سامنے تو جما بیٹھا تھا، ہم اُسے جلائیں گے پھر اس کی راکھ کو سمندر میں اڑا دیں گے [۳]

پھر جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو انہوں نے توریت کی تختیاں جس میں ڈرنے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت تھی اٹھالیں [۴]

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قوم کو مخاطب کیا۔ انہوں نے فرمایا: (اے میری قوم) الٰہ تو اللہ ہے، اُس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں، اُس کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے [۵]

(اے میری قوم) تم نے جو گناہ کیا ہے اس کی سزا میں اب تم ایک دوسرے کو قتل کرو، اپنے ربّ سے توبہ کرو، اسی میں تمہاری بھلائی ہے [۶]

(بنی اسرائیل ایک دوسرے کو قتل کرتے رہے) پھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو معاف کر دیا تاکہ (بقیہ لوگ) شکر ادا کریں [۷]

---

[۱] الاعراف ـ ۱۵۰ تا ۱۵۳
[۲] طٰہٰ ـ ۹۵ و ۹۶
[۳] طٰہٰ ـ ۹۷
[۴] الاعراف ـ ۱۵۴
[۵] طٰہٰ ـ ۹۸
[۶] البقرۃ ـ ۵۴
[۷] البقرۃ ـ ۵۲ و ۵۴

اللہ تعالےٰ نے کوہ طور کو ان کے اوپر مثل سائبان کے معلق کر دیا اور ان سے کہا کہ ان احکام کو جو تمہیں دیئے جا رہے ہیں مضبوطی سے پکڑ لو اور ان پر عمل کرو [1]

بنی اسرائیل نے کہا: ہم نے سن لیا (پھر چپکے سے کہا یا اپنے دل میں کہا) ہم نافرمانی کریں گے [2]

(توریت کے نازل ہونے کے بعد موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اعلائے کلمۃ اللہ کی طرف متوجہ ہوئے)۔ انہوں نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم، اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی ہے، اس نے تمہاری قوم میں نبی بھیجے، تمہیں بادشاہ بنایا اور تمہیں ایسی نعمتیں دیں جو دوسری قوموں کو نہیں دیں۔ اے میری قوم (اب) تم ارض مقدس کی طرف چلو جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے اس میں داخل ہو جاؤ، (وہاں کے باشندوں سے لڑو) اور پیٹھ نہ پھیرو (فتح تمہاری ہوگی، ہاں اگر تم نے پیٹھ پھیری) تو تم نقصان اٹھاؤ گے [3]

قوم نے کہا: اے موسیٰ، اس سرزمین میں تو بڑے زبردست لوگ (آباد) ہیں، ہم تو ہرگز اس میں داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ اس میں سے نکل نہ جائیں۔ اگر وہ نکل جائیں گے تو ہم داخل ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے لوگوں میں سے دو آدمیوں نے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل کیا تھا قوم سے کہا: (ان پر حملہ کر کے) دروازے میں داخل ہو جاؤ، تم داخل ہو جاؤ گے تو تم ہی غالب رہو گے (وہ تمہارا مقابلہ نہ کر سکیں گے)۔ اگر تم مؤمن ہو تو اللہ پر بھروسہ رکھو (اور حملہ کرو)۔ قوم کے لوگوں نے کہا: اے موسیٰ، ہم اس (بستی) میں کبھی بھی داخل نہیں ہوں گے جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں۔ (اے موسیٰ) تم جاؤ اور تمہارا رب، تم دونوں لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام (جب اپنی قوم سے مایوس ہو گئے تو انہوں) نے (اللہ تعالےٰ سے اس طرح دعاء کی): اے میرے ربّ، میں اپنے نفس اور اپنے بھائی کے علاوہ کسی پر اختیار نہیں رکھتا (اے میرے ربّ) تو ہم میں اور ان نافرمان لوگوں میں جدائی ڈال دے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا: اب اس ارضِ مقدس پر ان لوگوں کو چالیس سال تک غلبہ حاصل نہیں ہوگا، یہ زمین میں مارے مارے پھریں گے (ان کی سزا یہی ہے) اے موسیٰ، تم ان پر غم نہ کرو [4]

---

[1] البقرۃ - ٦٣
[2] البقرۃ - ٩٣
[3] المائدۃ - ٢٠ و ٢١
[4] المائدۃ - ٢٢ تا ٢٦
بنی اسرائیل نے لڑنے سے انکار کیا تو چالیس سال کے لئے وہ قید کر دیئے گئے۔ صبح سے شام تک وہ چلتے رہتے تھے۔ انہیں کہیں قرار نہیں تھا پھر ان پر بادل نے سایہ کیا اور من وسلویٰ اتارا گیا (مسند ابی یعلی جزء ٥ ص ٢٨ - یہ روایت موقوف ہے)۔ تیہ کے مقام پر بنی اسرائیل کو قید کر دیا گیا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پانی کے لئے پتھر پر لاٹھی ماری۔ بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ تم نے لاٹھی مارتے وقت میرا نام نہیں لیا لہذا اب تم بھی تیہ سے باہر نہیں جا سکو گے (یعقوبی ٣٦/١ - نہ

(جب قید و بند میں رہتے ہوئے کافی عرصہ گذر گیا تو) بنی اسرائیل نے کہا: اے موسیٰ، ہم ایک کھانے پر ہرگز صبر نہیں کرسکتے۔ آپ اپنے ربّ سے دعاء کیجیے کہ ہمارے لئے زمین کی پیداوار مثلاً سبزی ترکاری، ککڑی، کھیرے، گیہوں، مسور اور پیاز پیدا کرے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: کیا تم بڑھیا چیز کے بدلے میں گھٹیا چیز لینا چاہتے ہو (اگر تمہاری یہی خواہش ہے تو) کسی شہر میں اتر جاؤ (اُسے فتح کرو) پھر تمہیں وہ چیز مل جائے گی جس کی تمہیں خواہش ہے (لیکن وہ کہاں لڑنے والے تھے) (اللہ نے) انہیں ذلت اور افلاس میں مبتلا کر دیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں گرفتار ہو گئے [1]

الغرض بنی اسرائیل موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو برابر پریشان کرتے رہے۔ ایک دن آخر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے فرمایا: اے میری قوم، تم مجھے کیوں تکلیف دیتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ لیکن وہ کہاں ماننے والے تھے، وہ ٹیڑھے چلتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے [2]

بنی اسرائیل کے ایک معزز دولت مند شخص کا انجام

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم میں ایک شخص جس کا نام قارون تھا بہت مالدار تھا۔ اس

= قائل کا نام ہے اور نہ سند ہے)۔

بنی اسرائیل جب یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں مصر چلے گئے تو ان کی عدم موجودگی میں عمالقہ بیت المقدس پر قابض ہو گئے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بنی اسرائیل کو لے کر واپس آئے تو انہوں نے بیت المقدس کو دشمن سے آزاد کرانے کے لئے جہاد کا حکم دیا۔ بنی اسرائیل نے لڑنے سے انکار کر دیا (تفسیر ابن کثیر تفسیر سورۂ مائدہ ۲/۳۷۔ نہ قائل کا پتہ ہے اور نہ کوئی سند ہے)۔

[1] البقرۃ ۔ ۶۱

جب معد بن عدنان کی اولاد کی گنتی چالیس تک پہنچ گئی تو انہوں نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لشکر کو لوٹ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ، ان پر بد دعاء نہ کرنا کیونکہ انہی میں سے نبی اُمّی نذیر و بشیر ہوں گے، انہی میں امّت مرحومہ یعنی امّت محمد ہوگی (طبرانی کبیر جزء ۸ صفحہ ۱۶۵) اس کی سند میں جسرین فرقد ہے اور وہ ضعیف ہے۔

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک شخص کے پاس سے گزرے وہ تڑپ رہا تھا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا گیا: اس کو ابلیس سے کوئی حصہ نہیں ملا۔ کیا تم اس کی فرمانبرداری پر تعجب کرتے ہو۔ اس سے اپنے لئے دعاء کراؤ اس لئے کہ میں ہر روز اس کی ایک دعاء قبول کرتا ہوں (طبرانی کبیر جزء ۱۱ صفحہ ۲۶۸) اس روایت میں یحییٰ بن سلیمان ضعیف ہے اور جبرون مجہول ہے (حوالۂ مذکور) یہ حدیث جعلی ہے۔

[2] الصف ۔ ۵

ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی غار میں گئے ہوئے تھے کہ ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انتقال ہو گیا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو دفن کر دیا پھر جب وہ بنی اسرائیل کے پاس آئے تو بنی اسرائیل نے ان سے کہا آپ نے ہارون (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو قتل کر دیا محض اس لئے کہ ہم ان سے محبت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کو ان کی قبر پر لے جاؤ۔ وہاں پہنچ کر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا اے ہارون، وہ قبر سے نکلے اور انہوں نے کہا میں اپنی موت سے مرا ہوں. (طبری ۱/۳۰۶۔ یہ عمرو بن میمون کا قول ہے)۔

کے خزانے اتنے تھے کہ ان کی کنجیوں کو آدمیوں کی ایک بڑی جماعت بمشکل اٹھاتی تھی (وہ انتہائی سرکش اور مغرور تھا)۔ قوم کے لوگوں نے (ایک دن) اس سے کہا: (اے قارون)، اترا نہیں، اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (اے قارون) اللہ نے جو کچھ تجھے دیا ہے اس کے ذریعہ آخرت کے گھر کے لئے بھی کچھ (سامان مہیا) کر۔ دنیا میں جو تیرا حصہ ہے اُسے فراموش نہ کر (خوب کھا اور پی) لیکن جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا ہے تو بھی (انسانوں پر) احسان کر، (انسانوں کے حقوق کو پامال نہ کر) اور ملک میں فساد نہ مچا، اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ قارون نے کہا: یہ مال و دولت تو میرے علم کے ذریعہ مجھے ملا ہے (اور ہمیشہ میرے پاس رہے گا۔ میرا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے)۔ قارون نے یہ خیال نہیں کیا کہ اس سے پہلے کتنی ہی قومیں تباہ و برباد ہو چکی ہیں حالانکہ وہ قومیں اس سے زیادہ قوت، دولت اور حشمت کی مالک تھیں [1]

(قوم کی نصیحتوں کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوا) ایک دن وہ اپنے تزک و احتشام کے ساتھ قوم کے سامنے نکلا۔ جو لوگ دنیا کے طالب تھے انہوں نے (اسے دیکھ کر) کہا: کاش ہمیں بھی اتنی دولت ملتی جتنی قارون کو دی گئی ہے، بے شک قارون بڑا خوش نصیب ہے۔ قوم کے لوگوں میں سے جو اہل علم تھے کہنے لگے: تم پر افسوس! صالح مؤمن کے لئے اللہ کے پاس اس سے بہتر انعام موجود ہے مگر وہ انعام انہی کو ملتا ہے جو صبر کرتے ہیں [2]

---

[1] القصص - ۷۶ تا ۷۸

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کو زکوٰۃ کا حکم دیا۔ قارون نے سب کو جمع کیا اور کہا: تم سے نماز کے لئے کہا گیا اور اس کے علاوہ بہت سی چیزوں کے متعلق کہا گیا۔ تم نے وہ احکام مان لئے اب تم سے کہا جا رہا ہے کہ اپنے مال بھی دیدو۔ لوگوں نے کہا: ہم اپنے مال نہیں دیں گے، اس سلسلہ میں تمہاری کیا رائے ہے۔ قارون نے کہا ان کے پاس ایک بدکار عورت کو بھیج دو، پھر ان پر الزام لگاؤ کہ وہ اس سے زنا کرنا چاہتے تھے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو بدعاء دی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کرے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زمین سے کہا ان کو پکڑ لے۔ زمین نے ان کو ایڑیوں تک پکڑ لیا۔ وہ کہنے لگے اے موسیٰ، اے موسیٰ۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زمین کو حکم دیا انہیں پکڑ لے۔ زمین نے انہیں گھٹنوں تک پکڑ لیا! انہوں نے کہا: اے موسیٰ، اے موسیٰ۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زمین سے کہا: انہیں پکڑ لے۔ زمین نے انہیں گردنوں تک پکڑ لیا۔ انہوں نے کہا: اے موسیٰ، اے موسیٰ۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زمین سے کہا: انہیں پکڑ لے۔ زمین نے انہیں غائب کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی اے موسیٰ میرے بندوں نے تم سے سوال کیا اور گڑگڑائے لیکن تم نے ان کی ایک نہ سنی۔ میری عزت کی قسم اگر وہ مجھ سے دعاء کرتے تو میں ان کی دعاء کو قبول کر لیتا (حاکم کتاب التفسیر ۲/۴۰۸، تفسیر ابن جریر ۲۰/۱۱۷، طبری ۱/۳۱۶ - یہ روایت موقوف ہے)۔ طبری کی ایک روایت میں جابر بن نوح ضعیف ہے (طبری ۱/۳۱۵)۔ ایک روایت میں ایک راوی کا نام نہیں لیا گیا (طبری ۱/۳۱۶) ایک روایت میں عبداللہ بن الحارث کا قول منقول ہے (طبری ۱/۳۱۷، المختصر تاریخ ابی الفداء - ۱/۱۹ - یہ روایت بے سند ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کا کلام مذکور نہیں ہے۔

[2] القصص - ۷۹ و ۸۰

(جب قارون اپنی سرکشی سے باز نہیں آیا تو) اللہ تعالیٰ نے اُسے مع اس کے مکان کے زمین میں دھسا دیا۔ کوئی اس کو اللہ کے (اس) عذاب سے نہ بچا سکا اور نہ کوئی اس کی مدد کر سکا۔ جو لوگ اس جیسا بننے کی تمنّا کر رہے تھے (قارون کا انجام دیکھ کر) کہنے لگے رزق کی کشادگی اور تنگی تو اللہ کے ہاتھ میں ہے، اگر اللہ ہم پر احسان نہ کرتا (ہمیں نیک عمل، سخاوت، فیاضی، صبر و قناعت نہ دیتا تو ہمارا بھی یہی حشر ہوتا) ہم بھی زمین میں دھسا دئے جاتے، بے شک اللہ ناشکروں کو فوز و فلاح سے بہرہ ور نہیں کرتا [1]

قتل کا ایک مقدمہ

بنی اسرائیل کی ایک آبادی میں ایک شخص مقتول پایا گیا۔ مقدمہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آیا۔ بنی اسرائیل نے قاتل کا نام چھپانا چاہا اور اس معاملہ میں قصدًا اختلاف کیا (تاکہ قاتل کی نشاندہی یقینی نہ ہو سکے اور شبہ کا فائدہ قاتل کو مل جائے) لیکن اللہ تعالیٰ مجرم کو ظاہر کرنا چاہتا تھا [2]

(اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی۔ اس وحی کی روشنی میں) موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم سے کہا: اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ (قاتل کو معلوم کرنے کے لئے) ایک گائے ذبح کرو۔ قوم کے لوگوں نے کہا: کیا آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں (گائے کو ذبح کرنے سے قاتل کیسے معلوم ہو جائے گا) موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ مذاق کر کے جاہلوں میں سے ہو جاؤں [3]

قوم کے لوگوں نے کہا (اچھا تو) آپ اپنے ربّ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں یہ بتائے کہ وہ گائے کیسی ہو۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ بوڑھی ہو اور نہ بچیا۔ دونوں کے درمیان (یعنی جوان) ہو۔ پھر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اب جو حکم تمہیں ملا ہے اس کی تعمیل کرو۔ قوم کے لوگ کہنے لگے: اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں یہ بتائے کہ

---

[1] القصص ـ ۸۱ و ۸۲

قارون موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چچا زاد بھائی تھا (طبری ۳۱۳/۱ ـ یہ ابراہیم کا قول ہے)۔
قارون منافق ہو گیا جس طرح سامری منافق ہو گیا تھا (طبری ۳۱۳/۱ ـ یہ قتادہ کا قول ہے)۔
قارون کے خزانوں کی کنجیاں چالیس خچروں پر لادی جاتی تھیں (طبری ۳۱۴/۱ ـ یہ ابو صالح کا قول ہے)۔
قارون کے خزانوں کی کنجیاں ساٹھ خچروں پر لادی جاتی تھیں۔ ہر خزانہ کی ایک کنجی تھی (طبری ۳۱۴/۱ ـ یہ خیثمہ کا قول ہے)۔

[2] البقرۃ ـ ۷۲

[3] البقرۃ ـ ۶۷

بنی اسرائیل میں ایک شخص بہت مالدار تھا۔ اس کی کوئی اولاد نہیں تھی لہٰذا اس کا بھتیجا اس کا وارث تھا۔ بھتیجے نے موقع پا کر چچا کو قتل کر دیا۔ مقدمہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آیا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گائے ذبح کرنے کا حکم دیا (تفسیر ابن کثیر ۱۰۸/۱ ـ یہ ابو العالیہ اور عبیدہ کا قول ہے)۔

قاتل کا چچا مالدار تھا۔ اس کی ایک لڑکی تھی۔ بھتیجے نے اس لڑکی سے شادی کرنی چاہی۔ چچا نے انکار کر دیا۔ بھتیجے نے چچا کو قتل کر دیا (تفسیر ابن کثیر ۱۱۱/۱ ـ یہ روایت موقوف ہے)۔

اس کا رنگ کیسا ہو۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گائے زرد رنگ کی ہو اور رنگ اتنا گہرا ہو کہ دیکھنے والوں کو خوش کر دے۔ قوم کے لوگوں نے کہا: اپنے ربّ سے دعاء کیجئے کہ وہ ہمیں وضاحت کے ساتھ بتائے کہ وہ گائے کیسی ہو، گائے (کی نوعیت) ہم پر پیچیدہ ہو گئی ہے۔ (اگر وضاحت ہو گئی تو) ہم انشاء اللہ صحیح بات تک پہنچ جائیں گے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ آسانی سے قابو میں آتی ہو کہ زمین جوتے اور کھیتی کو پانی پلائے، صحیح وسالم ہو، اس میں کسی قسم کا داغ دھبّہ نہ ہو۔ قوم کے لوگ کہنے لگے: اب آپ نے واضح طور پر بتا دیا (اب ہم مطلوبہ گائے لے آئیں گے)۔ الغرض انہوں نے (مطلوبہ) گائے (مہیا کی اور اس) کو ذبح کیا اگرچہ (ان کی ٹال مٹول) سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ گائے ذبح کریں گے نہیں۔ جب گائے ذبح ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ اس گائے کا ٹکڑا مقتول کو مارو (انہوں نے تعمیل کی۔ گائے کا ٹکڑا مقتول کو مارتے ہی مقتول زندہ ہو گیا اور اپنے قاتل کا نام بتا دیا)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسی طرح اللہ مُردوں کو (قیامت کے دن) زندہ کرے گا، وہ تمہیں اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھا رہا ہے تاکہ تم میں سمجھ بوجھ پیدا ہو۔[1]

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک خطبہ

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (ایک دن) اپنی قوم میں خطبہ دیا۔ انہوں نے فرمایا (اے میری قوم) اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی۔ اس نے تم کو آل فرعون سے نجات دی جو تم کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچایا کرتے تھے، تمہارے لڑکوں کو قتل کر دیا کرتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیا کرتے تھے۔ ان مصائب میں تمہارے ربّ کی طرف سے تمہاری بڑی (زبردست) آزمائش تھی اور (اے میری قوم) وہ وقت بھی یاد کرو جب تمہارے ربّ نے تمہیں بتایا تھا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو مزید (نعمتیں) دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو پھر سمجھ لو کہ میرا عذاب (بڑا) سخت ہے اور (اے میری قوم) اگر تم ناشکری کرو اور زمین کے تمام لوگ ناشکری کریں تو اللہ (کو کوئی پرواہ نہیں وہ تو) غنی ہے اور تعریف والا ہے۔ کیا تمہیں ان لوگوں کے حالات جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں نہیں سنائے گئے یعنی قوم نوح کے، قوم عاد کے، قوم ثمود کے اور ان لوگوں کے جو ان کے بعد میں پیدا ہوئے، انہیں کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔ ان کے پاس رسول معجزات کے ساتھ آئے تھے لیکن انہوں نے رسولوں کی بات نہ سنی اور انہیں بولنے نہیں دیا بلکہ (صاف صاف) کہا: ہم اس چیز کا انکار کرتے ہیں جس چیز کے ساتھ آپ کو بھیجا گیا ہے۔ ہم کو اس چیز (کی صداقت) میں شبہ ہے جس چیز کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو۔ ان کے

---

[1] البقرۃ ۔ ۶۸ تا ۷۳

رسولوں نے کہا: کیا تم کو اللہ کے معاملہ میں شک ہے جو آسمانوں کا اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہ تمہیں بلا رہا ہے تاکہ تمہارے گناہوں کو معاف کرے اور تم کو کچھ عرصہ دنیا میں اور رہنے دے۔ ان لوگوں نے کہا: تم ہمارے ہی جیسے آدمی ہو، تم چاہتے ہو کہ جن معبودوں کی پوجا ہمارے آباء واجداد کرتے تھے ان کی پوجا سے ہمیں روک دو (اگر تم سچے ہو تو) کوئی روشن دلیل پیش کرو۔ رسولوں نے کہا: اس میں تو کوئی شک نہیں کہ ہم تمہارے ہی جیسے انسان ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے (اور اسے رسول بنا دیتا ہے۔ رہا نشانی اور) دلیل کا لانا تو یہ ہمارے اختیار میں نہیں سوائے اس صورت کے کہ اللہ حکم دے دے۔ مومنین کو اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیئے اور ہمیں کیا ہوگیا کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں حالانکہ اس نے ہمیں ہمارے راستے بتا دئے (جن پر چل کر ہم صراط مستقیم پر پہنچ گئے)۔ (اب) جو تکلیف تم ہمیں پہنچاؤ گے ہم اس پر ضرور صبر کرتے رہیں گے۔ توکل کرنے والوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیئے۔ کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا: ہم تمہیں ضرور اپنے ملک سے نکال دیں گے یا تم کو ہماری ملت کی طرف لوٹنا ہوگا۔ (موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا) اللہ نے ان رسولوں کی طرف وحی بھیجی کہ میں ضرور ان ظالموں کو ہلاک کردوں گا اور ان کے بعد تمہیں (ان کے) ملک میں آباد کردوں گا۔ یہ فضل وکرم اس کے لئے ہے جو (قیامت کے دن میرے سامنے) کھڑا ہونے سے اور میرے عذاب سے ڈر گیا۔ رسولوں نے فتح کی دعاء کی (جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ) ہر سرکش دشمن ہلاک ہوگیا (لہٰذا اے میری قوم، رسولوں کی بات مانتے رہنا ورنہ گذشتہ قوموں کی طرح تم بھی ہلاک ہو جاؤ گے) [1]

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات

ایک دن موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بنی اسرائیل میں کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے۔ ایک شخص نے ان سے پوچھا: لوگوں میں سب سے زیادہ عالم کون ہے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب دیا: میں بڑا عالم ہوں۔ اللہ نے انہیں تنبیہ فرمائی کیونکہ انہوں نے اس طرح نہیں کہا: اللہ کو معلوم ہے۔ پھر اللہ نے ان کو وحی بھیجی کہ میرا ایک بندہ اس جگہ ہے جہاں دو دریا ملتے ہیں وہ تم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: اے اللہ میں اُس تک کیسے پہنچوں؟ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ایک مچھلی زنبیل میں رکھ لو جہاں وہ مچھلی گم ہو جائے وہیں وہ ملے گا۔ پھر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام چلے ان کے ساتھ ان کے خادم یوشع بن نون بھی تھے۔ انہوں نے ایک مچھلی زنبیل میں رکھ لی جب وہ دونوں صخرہ کے پاس پہنچے تو اپنے سر (زمین پر) رکھ کر سو گئے۔ مچھلی زنبیل

---

[1] ابراہیم - ۶ تا ۱۴

سے نکلی اور دریا میں اُس نے اپنا راستہ بنالیا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے خادم کو تعجب ہوا۔ پھر وہ دونوں ایک رات دن میں جتنا وقت باقی رہا تھا اس میں چلتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے خادم سے کہا ہمارا ناشتہ لاؤ۔ ہم تو اس سفر سے تھک گئے۔ ابتداء میں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکان محسوس نہیں ہوئی مگر جب اس جگہ سے آگے بڑھ گئے جہاں تک ان کو جانے کا حکم ہوا تھا تو وہ تھک گئے۔ ان کے خادم نے کہا آپ نے نہیں دیکھا جب ہم صخرہ کے پاس پہنچے تھے تو (مچھلی زنبیل سے نکل کر دریا میں چلی گئی) میں اس کا ذکر کرنا بھول گیا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا ہم تو اس کی تلاش میں تھے۔ پھر وہ دونوں اپنے پاؤں کے نشانوں پر لوٹے۔ جب مجمع البحرین پہنچے تو دیکھا کہ مچھلی کا راستہ مثل روشندان کے کھلا ہوا ہے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام صخرہ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ایک شخص کپڑا لپیٹے ہوئے لیٹا ہوا ہے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (اس کو) سلام کیا۔ انہوں نے (یعنی حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے) کہا تمہارے ملک میں سلام کہاں سے آیا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا میں موسیٰ ہوں۔ خضر نے کہا بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ انہوں نے کہا ہاں۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: کیا میں اس شرط پر آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں کہ جو علم کی باتیں آپ کو سکھائی گئی ہیں وہ آپ مجھے سکھا دیں۔ حضرت خضر نے کہا تم میرے ساتھ صبر نہیں کرسکو گے اور اے موسیٰ بات یہ ہے کہ اللہ نے ایک (قسم کا) علم مجھ کو دیا ہے جو تم کو نہیں دیا اور ایک (قسم کا) علم تم کو دیا ہے جو مجھ کو نہیں دیا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اگر اللہ نے چاہا تو آپ ضرور مجھ کو صبر کرنے والا پائیں گے اور میں کسی کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ پھر وہ دونوں سمندر کے کنارے کنارے روانہ ہوئے ان کے پاس کشتی نہیں تھی (کہ سمندر کے اس پار جاسکیں) اتنے میں ایک کشتی وہاں سے گزری۔ انہوں نے کشتی والوں سے کہا ہمیں سوار کرلو۔ حضرت خضر کو انہوں نے پہچان لیا اور اُن دونوں کو بغیر کرایہ کے سوار کرلیا۔ اتنے میں ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ کر اس نے ایک یا دو چونچیں سمندر میں ماریں۔ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: موسیٰ میرے اور تمہارے علم نے اللہ کے علم میں سے بس اتنا کم کیا ہے جتنا اس چڑیا کی چونچ نے سمندر میں سے کم کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کشتی کے تختوں میں سے ایک تختے کی طرف چلے اور اس کو اکھیڑ ڈالا۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کہنے لگے ان لوگوں نے تو ہم کو بغیر کرایہ کے سوار کیا اور آپ نے یہ کام کیا کہ ان کی کشتی میں سوراخ کردیا اور کشتی والوں کو غرق کرنا چاہا۔ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کرسکو گے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: بھول چوک پر میری گرفت نہ کیجئے اور میرے کام کو مشکل میں نہ ڈالیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ پہلا اعتراض تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھول

سے تھا۔ پھر وہ دونوں چلے ایک لڑکا چند لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اوپر سے اس کا سر پکڑا اور اپنے ہاتھ سے اس کا سر اکھیڑ ڈالا۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: آپ نے ایک معصوم جان کا ناحق خون کیا۔ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اگر اس کے بعد بھی میں آپ سے کسی چیز کا سوال کروں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیئے گا۔ پھر وہ دونوں آگے چلے۔ چلتے چلتے وہ ایک گاؤں والوں کے پاس پہنچے۔ انہوں نے ان سے کھانا مانگا۔ انہوں نے کھانا کھلانے سے انکار کر دیا۔ پھر ان دونوں نے دیکھا کہ اس گاؤں میں ایک دیوار ہے جو گرنے والی ہے۔ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیوار کو سیدھا کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا آپ چاہتے تو اس کی مزدوری (ان گاؤں والوں سے) لے سکتے تھے۔ حضرت خضر نے کہا کہ مجھ میں اور تم میں جدائی کی گھڑی آ پہنچی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ موسیٰ پر رحم فرمائے، ہماری خواہش تھی کاش وہ صبر کرتے تو ان دونوں کے مزید حالات ہمیں سننے کا موقع ملتا۔

حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اب میں تمہیں ان باتوں کے اسباب بتاتا ہوں جن باتوں پر تم صبر نہیں کر سکے:۔ وہ کشتی چند مسکینوں کی تھی جو سمندر میں محنت مزدوری کرتے ہیں۔ میں نے اس کو اس لئے توڑا کہ آگے چل کر ایک بادشاہ کی سلطنت آنے والی تھی جو ہر کشتی کو زبردستی چھین لیا کرتا تھا (میں نے اس کو عیب دار کر دیا تاکہ بادشاہ اُسے نہ چھینے)، وہ لڑکا جس کو میں نے قتل کیا اس کے ماں باپ دونوں مؤمن تھے۔ ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ (بڑا ہو کر) اپنی سرکشی اور کفر سے ان کو ایذا نہ دے۔ ہم نے چاہا کہ اس کے بدلہ اس کو ایسا لڑکا عطا فرمائیں جو پاکبازی اور پاس قرابت میں اس سے بہتر ہو اور رہی وہ دیوار تو وہ اس شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی۔ اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا۔ ان کا باپ (بڑا) نیک تھا۔ آپ کے ربّ نے چاہا کہ وہ خزانہ محفوظ رہے اور وہ بڑے ہو کر اسے نکالیں۔ یہ آپ کے ربّ کی ایک رحمت تھی (کہ اس نے ایسا حکم دیا) میں نے یہ تمام کام اپنی مرضی سے نہیں کئے (بلکہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے کئے) [1]

---

[1] الکھف۔ ۶۰ تا ۸۲ و صحیح بخاری کتاب العلم باب ما یستحب للعالم اذا سئل ای الناس اعلم جزء اول ص۲۱ و صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل خضر علیہ السلام جزء ۲ ص۲۷۰۔ ص۱۷۵ کی خط کشیدہ عبارت کو صرف ابن کثیر نے بحوالہ محمد بن اسحٰق بیان کیا ہے (تفسیر ابن کثیر ۳/۹۲۔ سندہ صحیح)۔

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑے شرم والے بدن ڈھانکنے والے تھے ان کے بدن کا کوئی حصہ شرم کی وجہ سے کوئی نہ دیکھ سکتا تھا۔ بنی اسرائیل کے بعض لوگوں نے ان کو ستایا اور کہنے لگے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جو اس قدر اپنا بدن چھپاتے ہیں تو اس میں ضرور کوئی عیب ہے یا تو برص ہے یا فتق یا کوئی اور بیماری ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے عیبی ظاہر ہو جائے۔ ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اکیلے تھے۔ انہوں نے اپنے کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیئے۔ پھر انہوں نے نہانا شروع کیا۔ جب نہا چکے اور پتھر پر سے کپڑے لینے لگے تو پتھر اُن کے کپڑے لے کر بھاگا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا عصا لیا اور پتھر کے پیچھے چلے اور کہتے جاتے تھے اے پتھر میرے کپڑے، اے پتھر میرے کپڑے۔ وہ پتھر اس جگہ جا کر رکا جہاں بنی اسرائیل کے لوگ جمع تھے۔ انہوں نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ وہ اللہ کی مخلوق میں بہت حسین تھے۔ جو عیب وہ لگاتے تھے ان سے وہ پاک وصاف تھے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے کپڑے لے کر پہنے اور پتھر کو عصا سے مارنا شروع کیا، اللہ کی قسم پتھر میں ان کی مار کے نشان پڑ گئے تین یا چار یا پانچ۔

الغرض اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کے بہتان سے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پاک کر دیا بے شک موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے نزدیک (بڑے) آبرودار تھے۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہو جائیں گے۔ سب سے پہلے مجھے ہوش آئے گا۔ میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام عرش کا پایہ پکڑے ہوئے ہیں۔ معلوم نہیں ان کو مجھ سے پہلے ہوش آجائے گا یا وہ اُن لوگوں میں سے ہوں گے جن کو اللہ تعالےٰ نے (بے ہوش ہونے سے) مستثنیٰ کر دیا ہے [2]

---

[1] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب حدیث الخضر مع موسیٰ علیہ السلام ۴/۱۹۰ وصحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ۲/۳۴۳)۔

[2] صحیح بخاری کتاب۔ بدء الخلق باب وفاۃ موسیٰ وذکرہ بعد ۴/۱۹۲ وصحیح مسلم کتاب الفضائل من فضائل موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ۲/۳۴۵)۔

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام چرواہے تھے۔ (حاکم- ۲/۵۹۶- یہ روایت موقوف ہے مزید برآں موضوع ہے۔ اس کا بنانے والا عبدالمنعم ہے جو کذاب و وضاع تھا)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سات دوہرائی جانے والی لمبی (سورتیں) دی گئیں۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھ (سورتیں دی گئیں)۔ جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تختیوں کو ڈال دیا تو دو اٹھالی گئیں، چار باقی رہ گئیں (صحیح ابی داؤد جزء اول ۲۷۵)۔ یہ روایت موقوف ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام صفی اللہ تھے (یعنی اللہ کے مخلص دوست) [1]

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حج

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حج کیا تھا۔ وہ بلند آواز سے لبیک کہتے ہوئے وادیٔ ازرق سے گزرے تھے [2]

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات

ملک الموت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے طمانچہ مار دیا۔ وہ اپنے رب کے پاس گئے اور عرض کیا: (اے میرے رب) تو نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا جو مرنا نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم واپس جاؤ اور ان سے کہو کہ بیل کی پیٹھ پہ ہاتھ رکھیں۔ ہاتھ کے نیچے جتنے بال آجائیں گے ہر بال کے بدلے انہیں ایک سال دیا جائے گا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: پھر کیا ہوگا؟ فرمایا: پھر موت۔ عرض کیا تو پھر ابھی سہی۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعاء کی کہ انہیں ارض مقدس سے پتھر پھینکنے کے

---

[1] حاکم ۲/۵۷۶۔ سندہ صحیح۔

قتادہ کہتے ہیں: موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اے میرے رب میں نے توریت میں دیکھا کہ ایک امت ہوگی جو بہترین امت ہوگی۔ وہ لوگوں کو معروف کاموں کا حکم دے گی اور برائی سے روکے گی۔ اے میرے رب تو ان کو میری امت بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ احمد کی امت ہوگی۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توریت کے حوالے سے کئی دعائیں کیں لیکن ہر مرتبہ یہی جواب ملا کہ یہ احمد کی امت ہوگی۔ (البدایہ ۲۹۰/۱۔ ابن کثیر کہتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں)۔

[2] ابن ماجہ کتاب المناسک باب الحج علی الرحل ۲/۲۱۰۔ سندہ صحیح۔

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس کی طرف جانے کا حکم دیا۔ جب وہ لوگ بیت المقدس کے قریب پہنچے تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارہ نقیب مقرر کئے تاکہ وہ جبارین کی خبر لائیں۔ ان کو جبارین میں سے ایک شخص ملا جس کو عاج کہا جاتا تھا (طبری ۳۰۱/۱۔ یہ روایت موقوف ہے)۔

عوج کا تخت آٹھ سو ہاتھ اونچا تھا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قد دس ہاتھ تھا۔ ان کی لاٹھی دس ہاتھ لمبی تھی۔ وہ دس ہاتھ اچھلے پھر انہوں نے عوج کو لاٹھی ماری تو اس کے ٹخنے پر لگی اور وہ مر گیا اس کے جسم کا پل بنایا گیا (طبری ۳۰۳/۱۔ یہ نوف کا قول ہے)۔

دوسری روایت میں بھی اسی طرح ہے۔ لیکن اس میں اتنا زیادہ ہے کہ اس کے جسم کا دریائے نیل پر پل بنایا گیا۔ لوگ اس پر سے گزرتے تھے (طبری ۳۰۳/۱۔ راوی ابن عطیہ پہچانا نہیں جاتا۔ یہ روایت موقوف ہے)۔

فاصلہ کے برابر قریب کر دے۔ ان کی قبر سرخ ٹیلے کے دامن میں راستے کے ایک جانب ہے ؎۱

؎۱ صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب وفاۃ موسیٰ جزء ۴ صـ۱۹۲ و صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام ۲/۲۴۴

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام یوشع بن نون کے ساتھ چلے جا رہے تھے اتنے میں ایک آندھی آئی۔ یوشع سمجھے قیامت آئی۔ وہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چمٹ گئے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام قمیص کے نیچے سے غائب ہوگئے یوشع کے ہاتھ میں قمیص رہ گئی (کامل ابن اثیر ۱/۱۴۲۔ نہ قائل کا پتہ ہے اور نہ سند ہے)۔

طبری میں اتنا زیادہ ہے کہ بنی اسرائیل نے یوشع پر تہمت لگائی کہ انہوں نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قتل کیا ہے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخالفین نے خواب میں دیکھا کہ یوشع نے انہیں قتل نہیں کیا۔ پھر لوگوں نے انہیں چھوڑ دیا (طبری ۱/۳۰۴۔ السدّی راوی کذّاب ہے)۔

پہلے ملک الموت ظاہر طور پر آیا کرتا تھا۔ وہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آیا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو طمانچہ مار دیا۔ ملک الموت اوپر گیا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: اے رب! موسیٰ نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا اور اگر تیرے ہاں ان کا مرتبہ نہ ہوتا تو میں ان کو چیر دیتا۔ وہ پھر آیا اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اختیار دیا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روح نکالنے کی اجازت دی۔ ملک الموت نے کوئی چیز سنگھائی اور روح قبض کرلی (حاکم ۲/۵۷۸۔ سند میں کئی راوی چھوٹے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ علی بن مشاذ کا حال نہیں ملتا لہذا یہ روایت صحیح نہیں۔ طبری ۱/۳۰۵۔ طبری میں یہ بھی ہے کہ پھر ملک الموت خفیہ طور پر آنے لگا۔ طبری کی سند میں مصعب متکلم فیہ ہے (تہذیب التہذیب)۔

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام موت کو ناپسند کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ موت سے محبت کرنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ نے یوشع بن نون کو نبی بنا دیا۔ وہ صبح و شام موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جایا کرتے تھے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے کہتے تھے: اللہ کے نبی، اللہ تعالیٰ نے تم سے کیا کیا باتیں کیں۔ وہ کہتے میں آپ کے ساتھ اتنے سال رہا میں نے کبھی پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا کیا باتیں کیں۔ جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بات دیکھی تو زندگی سے نفرت کرنے لگے اور موت سے محبت کرنے لگے (حاکم ۲/۵۸۰۔ یہ محمد بن اسحاق کا قول ہے۔ حدیث نہیں ہے محمد بن اسحاق کا قول بھی ثابت نہیں ہے اس لئے کہ سند میں علی بن مہران ضعیف ہے اور جعفر بن محمد مجہول الحال ہے۔ طبری ۱/۳۰۴۔ اس کی سند میں سلمۃ متکلم فیہ ہے)۔

وہب بن منبہ کہتے ہیں: موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس طرح پانی پیتے تھے جس طرح جانور پانی میں منہ ڈال کر پانی پیتے ہیں۔ ایک دن وہ اپنی جھونپڑی سے باہر نکلے۔ انہیں راستے میں چند فرشتے ملے جو قبر کھود رہے تھے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں پہچان لیا۔ قبر بڑی خوشنما اور شاندار تھی۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا یہ کس کی قبر ہے۔ فرشتوں نے کہا ایک عزت والے بندے کی۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس میں لیٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض کرلی۔ فرشتوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی (حاکم ۲/۵۸۰۔ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ اس قول کا بنانے والا عبدالمنعم بن ادریس ہے جو کذاب اور وضاع ہے (میزان الاعتدال و لسان المیزان) (طبری ۱/۳۰۵۔ طبری کی روایت میں ابن اسحاق سے اوپر سند نہیں ہے)۔

ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائی اور اللہ تعالےٰ کے برگزیدہ رسول تھے۔ ان کی رسالت کے سلسلہ میں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی دعاء کی تھی اور تبلیغ کے کام میں ان کو اپنا شریک بنانے کے لئے اللہ تعالےٰ سے التجا کی تھی [۱] اللہ تعالےٰ نے ان کی دعاء قبول فرمائی تھی [۲]

ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑی فصیح زبان بولتے تھے [۳] اللہ تعالےٰ نے انہیں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شرکت میں تبلیغ کے کام کا حکم دیا۔ انہیں بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے حق و باطل میں امتیاز پیدا کرنے والی کتاب اور نورِ ہدایت عطاء کیا گیا تھا [۴]

اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں انہیں فرعون کی طرف بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ فرعون سے نرمی سے بات کرنا اور اس سے کہنا کہ ہم تیرے رب کے رسول ہیں [۵] انہوں نے فرعون سے رب العالمین پر ایمان لانے اور اسلام قبول کرنے کے لئے کہا اور اُس سے یہ بھی کہا کہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیجدے اور ان پر ظلم و زیادتی نہ کر [۶]

فرعون نے کہا رب العالمین کیا ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا آسمانوں کا زمین کا اور ان دونوں کے درمیان جو کچھ ہے وہ سب کا رب ہے [۷]

---

[۱] طٰہٰ ۔ ۲۹ تا ۳۲ و ۴۷ والشعرآء ۔ ۱۳
[۲] طٰہٰ ۔ ۳۶
[۳] القصص ۔ ۳۴
فرعون نے طے کیا تھا کہ بنی اسرائیل کے نومولود لڑکے ایک سال قتل کئے جائیں اور ایک سال چھوڑ دیئے جائیں تاکہ خدمت گار ملتے رہیں۔ ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سال پیدا ہوئے جس سال بچے قتل نہیں کئے جاتے تھے لہٰذا وہ قتل نہیں کئے گئے (مسند ابی یعلی جزء ۵ ص۱۱ ۔ یہ روایت موقوف ہے)۔
ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ فصیح، زیادہ لمبے اور عمر میں بڑے تھے (حاکم ۲/۵۷۷ ۔ یہ وہب کا قول ہے۔ سند میں ایک راوی عبد المنعم کذاب ہے (لسان المیزان وغیرہ)
[۴] طٰہٰ ۔ ۴۲ و الانبیآء ۔ ۴۸
[۵] طٰہٰ ۔ ۴۳ و ۴۴ و ۴۷ والشعرآء ۔ ۱۶
[۶] الاعراف ۔ ۱۳۴ و یونس ۔ ۹ و طٰہٰ ۔ ۴۷
[۷] الشعرآء ۔ ۲۳ و ۲۴

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے معجزات پیش کئے تو قوم فرعون کے سرداروں نے کہا یہ دونوں جادوگر ہیں تمہیں تمہارے ملک سے نکالنا چاہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ تمہارے بہترین مذہب کو ختم کر دیں ؎۱

فرعون نے تمام ماہر جادوگروں کو مقابلہ کے لئے بلایا ؎۲

جادوگر مقابلہ میں شکست کھا گئے اور فوراً ایمان لے آئے ؎۳

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کوئی ایمان نہیں لایا سوائے ان کی قوم کے چند نوجوانوں کے اور وہ بھی فرعون سے ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں وہ انہیں سزا نہ دے ؎۴

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی کہ مصر میں گھر بنائیں۔ گھروں کو قبلہ رُو بنائیں اور انہی میں نماز پڑھیں ؎۵

کیونکہ قوم فرعون کی سرکشی، ظلم و زیادتی حد سے بڑھ گئی تھی لہذا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرح دعاء کی کہ اے ہمارے رب ان کو ان کے مال سے محروم کردے۔ ان کے دل سخت کر دے تاکہ یہ عذاب کو دیکھے بغیر ایمان ہی نہ لائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاء قبول فرمائی ؎۶

پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی بھیجی کہ میرے (مسلم) بندوں کو لے کر یہاں سے رات کے وقت نکل جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمین کے لئے سمندر میں خشک راستہ بنا دیا، مسلمین پار ہو گئے۔ فرعون نے اپنی فوج کے ساتھ ان کا پیچھا کیا وہ ڈبو دیا گیا ؎۷

جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کوہِ طور پر چالیس رات کے لئے جانے لگے تو حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی قوم میں خلیفہ بنا دیا اور ان سے کہا کہ ان لوگوں کی اصلاح کرتے رہنا ؎۸

؎۱ طٰہٰ - ۶۳
؎۲ یونس - ۷۹
؎۳ طٰہٰ - ۶۹ و ۷۰
؎۴ یونس - ۸۳
؎۵ یونس - ۸۷
؎۶ یونس - ۸۸ و ۸۹
؎۷ طٰہٰ - ۷۷ و ۷۸
؎۸ الاعراف - ۱۴۲

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانے کے بعد سامری نے ایک بچھڑا بنایا۔ بنی اسرائیل نے اُس کی پوجا شروع کر دی [1]

ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں بہت سمجھایا۔ انہوں نے کہا: اے میری قوم تم فتنہ میں مبتلا ہو گئے ہو، تمہارا رب تو رحمٰن ہے، تم میری پیروی کرو اور میرا کہنا مانو۔ قوم کے لوگوں نے کہا ہم تو موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی واپسی تک اسی کی پوجا کرتے رہیں گے۔ جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام واپس تشریف لائے تو ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا: اے ہارون جب تم نے دیکھا تھا کہ یہ لوگ گمراہ ہو گئے تو تمہیں کیا امر مانع تھا کہ تم میری پیروی کرتے اور میری ہدایت پر چلتے۔ کیا تم نے میری نافرمانی کی۔ [2] یہ کہہ کر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سر اور ڈاڑھی کے بال پکڑ کر انہیں اپنی طرف کھینچا [3]

حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اے میرے بھائی، میری ڈاڑھی اور سر کے بال تو نہ پکڑیئے [4] میں نے تو انہیں خوب سمجھایا لیکن اے میرے بھائی انہوں نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیں لہذا دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دیجئے اور مجھ کو ان ظالموں میں شمار نہ کیجئے [5] پھر میں مزید کوشش بھی کرتا لیکن مجھے ایسے آثار نظر آئے کہ ان میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ بس ڈرا کہ کہیں آپ واپس آ کر یہ نہ کہیں کہ تم نے بنی اسرائیل میں پھوٹ ڈال دی اور میری ہدایت کہ ان کی اصلاح کرتے رہنا کا کوئی لحاظ نہیں کیا [6]

---

[1] الاعراف - ۱۴۸ و طٰہٰ - ۸۵

جب سامری بچھڑا بنا رہا تھا تو ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے پاس آئے۔ انہوں نے سامری سے پوچھا: تو کیا بنا رہا ہے۔ اس نے کہا ایسی چیز جو نہ فائدہ پہنچائے اور نہ نقصان۔ ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اے اللہ جو اس کے دل میں ہے وہی اس کو دے دے۔ ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بددعا کا یہ اثر ہوا کہ جب وہ سجدہ کرتا تو آواز کرتا تھا اور جب سر اٹھاتا تو آواز کرتا تھا (حاکم کتاب التفسیر ۲/۳۲۱ - یہ روایت موقوف ہے)۔

ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دن اپنی قوم میں خطبہ دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ قوم فرعون کی جو امانت تمہارے پاس ہے اُسے نہ ہم واپس کر سکتے ہیں اور نہ خود رکھ سکتے ہیں۔ ان کے کہنے سے ایک گڑھا کھودا گیا اور اس مال کو جلا دیا گیا (ابویعلی جزء ۵ صـ۲۴ - یہ روایت موقوف ہے)۔

[2] طٰہٰ - ۹۲ و ۹۳

[3] الاعراف - ۱۵۰ و طٰہٰ - ۹۴

[4] طٰہٰ - ۹۴

[5] الاعراف - ۱۵۰

[6] طٰہٰ - ۹۴

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر اس طرح دعاء کی : اے میرے رب مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرما دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما، تو تو رحم کرنے والوں میں سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے [1]

اللہ تعالےٰ نے حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بڑے احسانات کئے [2] بعد میں آنے والی قوموں میں ان کا ذکرِ خیر باقی رکھا۔ اب ان کا ذکر خیر کرنے والے ان کے نام کے ساتھ علیہ السلام کہتے رہتے ہیں [3]

---

[1] الاعراف - ۱۵۱
[2] والصّٰفّٰت - ۱۱۴
[3] والصّٰفّٰت - ۱۱۹ و ۱۲۰

بعض صحابیوں کا قول ہے کہ اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی کہ میں ہارون کو وفات دینے والا ہوں۔ تم ان کو لے کر فلاں پہاڑ پر چلے جاؤ۔ وہاں انہیں ایک گھر میں ایک تخت دکھائی دیا جس پر ایک فرش تھا جس میں سے خوشبو آ رہی تھی۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا : اے ہارون، اس پر سو جاؤ۔ انہوں نے کہا : ایسا نہ ہو کہ اس گھر کا مالک مجھ پر ناراض ہو۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا ڈرو نہیں میں تمہارے لئے کفایت کروں گا۔ دونوں اس پر سو گئے۔ حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مرنے کے قریب ہوئے تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا : تم نے مجھے دھوکا دیا۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو وہ تخت آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا۔ بنی اسرائیل نے کہا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قتل کر دیا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعاء کی۔ وہ تخت نازل ہوا۔ بنی اسرائیل نے اُسے دیکھا تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کی (حاکم ۵۷۹/۲۔ یہ روایت موقوف ہے۔ السدّی کذاب ہے)۔ اسی قسم کی ایک اور روایت حضرت علی سے مروی ہے لیکن وہ بھی موقوف ہے (حاکم - ۵۷۹/۲)۔

وہب بن منبہ کا قول ہے کہ جب ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انتقال ہوا تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت بے صبری کا مظاہرہ کیا اور خوب روئے۔ اللہ تعالیٰ نے تعزیت کی اور نصیحت کی اے موسیٰ، تمہارے شایانِ شان نہیں کہ ایک ایسی چیز پر روؤ جو میرے پاس ہے اور میرے غیر سے انس حاصل کرو، تم کو وحشت کیوں ہے جبکہ تم میرا کلام سنتے ہو، دنیا کی ایک چیز کے فقدان پر روتے ہو حالانکہ میں نے تمہیں اپنی رسالت اور کلام کے لئے منتخب کیا ہے پھر ایک لمبی مناجات کا ذکر کیا (حاکم ۵۷۸/۲۔ یہ روایت بالکل جھوٹ ہے۔ عبدالمنعم کی بنائی ہوئی ہے)۔

خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام

ایک دن موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بنی اسرائیل کی ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ان سے سوال کیا گیا: کیا آپ کسی ایسے شخص کو جانتے ہیں جو آپ سے زیادہ عالم ہو۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی: ہمارا بندہ خضر (تم سے زیادہ عالم ہے)۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے ملنے کے لئے گئے اور پھر وہ سارا واقعہ پیش آیا جو ہم موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات میں بیان کر چکے ہیں [۱]

ان کا نام خضر اس لئے ہوا کہ ایک دن وہ سفید پوستین پر بیٹھے تو وہ پوستین ان کے پیچھے سبز ہو کر ہلنے لگا [۲]

ایک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ تعالیٰ کے نبیوں میں سے ایک نبی تھے۔ قوم نے ان کو اس قدر مارا کہ لہولہان کر دیا۔ وہ اپنے چہرہ سے خون پونچھتے جاتے تھے اور اس طرح دعاء کرتے تھے: اے اللہ میری قوم کو بخش دے یہ جانتے نہیں [۳]

---

[۱] الکہف۔ ۶۰ تا ۸۲ و صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب حدیث الخضر مع موسیٰ علیہما السلام جزء ۴ صـ ۱۸۷

[۲] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب حدیث الخضر مع موسیٰ علیہما السلام ۴/۱۹۰۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام ذوالقرنین کے ساتھ تھے۔ وہ ذوالقرنین کے ساتھ نہر حیات (آبِ حیات) تک پہنچے اور اس کا پانی پیا لیکن نہ وہ جانتے تھے کہ وہ نہر حیات ہے اور نہ ذوالقرنین جانتے تھے۔ آبِ حیات پینے کی وجہ سے وہ آج تک زندہ ہیں۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہجرت کی تھی، ان کے والد عظیم الشان بادشاہ تھے (طبری ۲۵۶/۱۔ نہ قائل کا پتہ ہے اور نہ سند ہے۔ یہ بالکل من گھڑت روایت ہے)۔

خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام فارسی النسل تھے اور الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا۔ یہ دونوں ہر سال حج کے موقع پر ملاقات کرتے ہیں (طبری۔ ۲۵۶ و ۲۵۷/۱۔ یہ عبداللہ بن عبدالحکیم شوذب کا قول ہے)۔

نوٹ:۔ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے متعلق جو روایات مروی ہیں وہ سب باطل ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کی ملاقات کا ذکر ہے۔ بس یہی صحیح ہے باقی سب جھوٹ ہے۔

[۳] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب (بغیر عنوان) جزء ۴ صـ ۲۱۴

یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام

یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم سے کہا: میرے ساتھ وہ شخص جہاد کے لئے نہ جائے جس نے شادی کی ہو اور ابھی اس سے صحبت نہ کی ہو، نہ وہ شخص جائے جس نے گھر بنائے ہوں لیکن چھتیں نہ ڈالی ہوں اور نہ وہ شخص جائے جس نے بکریاں یا اونٹنیاں خریدی ہوں اور وہ ان کے بچے ہونے کا منتظر ہو۔ الغرض یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنگ کی۔ جنگ کرتے کرتے عصر کا وقت آگیا۔ انہوں نے سورج سے کہا تو بھی مامور ہے اور میں بھی مامور ہوں پھر اس طرح دعاء کی: اے اللہ، اس کو ہمارے اوپر روک دے۔ سورج روک دیا گیا یہاں تک کہ اللہ نے یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فتح دی۔ فتح کے بعد انہوں نے اموالِ غنیمت جمع کئے۔ آگ آئی کہ انہیں جلادے لیکن اس نے انہیں نہیں جلایا۔ یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تم میں سے کسی نے خیانت کی ہے لہذا ہر قبیلہ کا ایک آدمی مجھ سے بیعت کرے۔ ایک شخص کا ہاتھ یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ سے چپک گیا۔ یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شخص سے فرمایا تمہارے قبیلہ میں خیانت ہوئی ہے۔ تمہارے قبیلہ کا ہر آدمی مجھ سے بیعت کرے۔ دو یا تین آدمیوں کا ہاتھ یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ سے چپک گیا۔ یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے فرمایا: تم نے خیانت کی ہے۔ وہ لوگ سونے کا بنا ہوا ایک گائے کا سر لائے اور اس کو اموالِ غنیمت میں شامل کر دیا۔ آگ آئی اور اس نے اموالِ غنیمت کو جلادیا[1]

---

[1] صحیح بخاری کتاب الجہاد باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم احلت لکم الغنائم جزء ۴ صفحہ ۱۰۴ و ۱۰۵ و مسند احمد۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ بلوغ ۔ ۱۰۶/۲

میدان تیہ میں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بہت سے لوگوں کا انتقال ہوگیا۔ پھر یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سرکردگی میں جبارین کے شہر پر حملہ ہوا اور اس شہر کو فتح کر لیا (طبری ۳۰۶/۱۔ یہ روایت موقوف ہے)۔ جن لوگوں نے جبارین پر حملہ کرنے سے انکار کیا تھا چالیس سال کے عرصہ میں وہ سب مر گئے۔ چالیس سال گذرنے کے بعد یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی ہوئے۔ انہوں نے جبارین کو شکست دی (طبری ۳۰۷/۱۔ السدی راوی کذاب ہے۔ قائل کا پتہ نہیں)۔

جب جنگ سے انکار کرنے والے سب مر گئے اور نئی نسل جوان ہوئی تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جبارین پر حملہ کیا۔ یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ساتھ تھے۔ جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کنعان پہنچے تو وہاں ایک شخص بلعم بن باعور تھا جو عالم اور مستجاب الدعوات تھا (طبری ۳۰۷/۱۔ یہ ابن اسحاق کا قول ہے)۔

سورج کسی شخص کے لئے نہیں روکا گیا سوائے یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے [1]
موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کے لئے گئے تو یوشع بن نون علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے ساتھ تھے [2]
قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان کا نام نہیں لیا بلکہ نوجوان کہہ کر ان کا ذکر کیا ہے [3]

بلعم کی قوم نے بلعم سے کہا: ہم پر حملہ ہو رہا ہے، ہم کہاں جائیں گے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شکست کے لئے دعاء کرو۔ پہلے تو اس نے انکار کیا لیکن جب شدت سے منت کی تو وہ ایک گدھی پر بیٹھ کر بد دعاء کرنے کے لئے نکلا۔ تھوڑی دور جاکر گھوڑی بیٹھ گئی۔ اس نے اسے مارا تو وہ کھڑی ہوگئی۔ پھر تھوڑی دور جاکر بیٹھ گئی۔ اس نے پھر مارا تو وہ کہنے لگی۔ اے بلعم، تجھ پر افسوس تو اللہ تعالیٰ کے نبی پر بد دعاء کرنے جارہا ہے۔ الغرض وہ ایک پہاڑ پر چڑھ گیا اور بد دعاء کرنے لگا۔ جب وہ بددعاء کرتا تو اس کی زبان اپنی قوم کی طرف پھر جاتی اور جب اپنی قوم کے حق میں دعاء کرتا تو اس کی زبان بنی اسرائیل کی طرف پھر جاتی۔ قوم نے کہا: اے بلعم یہ تو کیا کر رہا ہے۔ تو ان کے لئے دعاء کرتا ہے اور ہمارے لئے بددعاء کرتا ہے۔ بلعم نے کہا میں اپنے ارادے سے ایسا نہیں کر رہا۔ الغرض اس کی زبان باہر نکل پڑی۔ وہ کہنے لگا اب میری دنیا اور آخرت دونوں خراب ہوگئیں۔ بلعم کے کہنے سے اس کی قوم نے بنی اسرائیل میں ایک عورت بھیجدی۔ ایک شخص نے اس سے زنا کیا۔ بنی اسرائیل میں طاعون پھیل گیا۔ ایک شخص جس کا فنحاص نام تھا خیمہ میں گھس گیا اس حالت میں کہ وہ دونوں لیٹے ہوئے تھے۔ اس نے ان دونوں کو اپنے نیزے میں پرولیا۔ اتنے سے وقت میں کہ وہ شخص قبہ میں گیا اور پھر مارا گیا ستر ہزار آدمی مر گئے کوئی کہتا ہے بیس ہزار آدمی مر گئے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اریحا بھیجا انہوں نے تمام سرکشوں کو قتل کر دیا۔ لڑائی جاری تھی کہ سورج غروب ہونے لگا۔ ان کی دعاء سے اللہ تعالیٰ نے سورج کو روک دیا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس شہر میں فاتحانہ داخل ہوئے اور وہیں انتقال فرمایا (طبری ۲۰۹/۱۔ یہ روایت موقوف ہے۔ اس کا راوی السدی کذاب ہے)۔

[1] مسند امام احمد۔ بلوغ الامانی ۱۰۶/۲۰ ـ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔
[2] صحیح بخاری کتاب العلم باب ما یستحب للعالم اذا سئل ای الناس اعلم ـ ۴۱/۱ ـ
[3] الکہف ـ ۶۰

جب یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بلقاء فتح کیا تو بنی اسرائیل میں زنا کی کثرت ہوگئی، شراب پی جانے لگی۔ یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں بہت سمجھایا لیکن وہ نہیں مانے۔ پھر بطور عذاب کے ان میں طاعون پھیل گیا اور آن واحد میں ستر ہزار آدمی مر گئے (یعقوبی ۴۷/۱۔ نہ قائل کا نام ہے اور نہ سند ہے)

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہانت میں کمال پیدا کیا۔ انہوں نے کئی شہروں کو فتح کیا۔ ملک شام کی طرف سمیدع بھی گیا اور یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی گئے۔ دونوں کی جنگ ہوئی۔ سمیدع نے یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قتل کر دیا (مسعودی ۶۳ و ۶۴/۱۔ نہ قائل کا پتہ ہے اور نہ سند کا)۔

دخترِ فرعون کی کنگھی کرنے والی رحمہا اللہ تعالےٰ

ایک عورت فرعون کی بیٹی کے بالوں میں کنگھی کیا کرتی تھی۔ ایک دن جب وہ کنگھی کر رہی تھی تو کنگھی اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ اس نے کہا: بسم اللہ۔ فرعون کی بیٹی نے کہا: میرے باپ (کے نام سے)۔ اس عورت نے کہا: نہیں بلکہ میرے اور تمہارے رب (کے نام سے) لڑکی نے کہا: کیا میرے باپ کے علاوہ تیرا کوئی اور بھی رب ہے۔ اس عورت نے کہا: ہاں، اللہ۔ اس لڑکی نے کہا: میں اپنے والد سے اس بات کا ذکر کروں؟ اس عورت نے کہا ہاں۔ الغرض اس لڑکی نے اپنے والد سے اس بات کا ذکر کیا۔ فرعون نے اُس عورت کو بلوایا اور اس سے پوچھا: کیا میرے علاوہ بھی تیرا کوئی رب ہے، اس نے کہا: ہاں، میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔ فرعون نے حکم دیا کہ تانبے کا ایک کڑھاؤ بنایا جائے پھر اُسے گرم کیا جائے۔ اس عورت نے کہا مجھے تجھ سے ایک کام ہے۔ فرعون نے کہا: تیرا کیا کام ہے؟ اس عورت نے کہا کہ مجھے اور میرے بچوں کو اکٹھا رکھا جائے۔ فرعون نے کہا یہ کام ہم تیرے لئے کر دیں گے اس لئے کہ ہم پر تیرا حق ہے۔ الغرض فرعون نے اس کے بچوں کو ایک ایک کر کے کڑھاؤ میں ڈال دیا۔ اُن سب کے آخر میں ایک شیر خوار بچّہ کی نوبت آئی تو اس بچّہ نے اپنی ماں سے کہا: اے ماں، تم ثابت قدم رہنا اور صبر کرنا اس لئے کہ تم حق پر ہو[۱]

---

[۱] ابن حبان کتاب الجنائز باب ما یجب علی المرء من الثبات فی الدین ۵/۲۴۹ و ۵/۲۸۷ و احمد عن ابن عباس رض ۴/۲۹۵، صححہ احمد شاکر و مسند ابی یعلی ۴/۲۹۵ ۔ قال العلامۃ حسین سلیم اسد اسنادہٗ صحیح۔

حضرت آسیہ (زوجۂ فرعون) رحمہا اللہ

فرعون کی زوجہ حضرت آسیہ ایمان لے آئی تھیں۔ وہ اس طرح دعاء کرتی تھیں :۔
"اے میرے ربّ، میرے لئے اپنے پاس جنّت میں ایک گھر بنادے اور مجھے فرعون سے، اس کی بدعملی سے اور ان ظالم لوگوں سے نجات دے"۔ [۱]

بچپن میں جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بہتے ہوئے فرعون کے محل میں پہنچے تو انہوں نے ہی فرعون سے کہا تھا کہ اسے قتل نہ کرو یہ میری اور تمہاری آنکھ کی ٹھنڈک ہوگا، ہوسکتا ہے یہ بچہ ہمارے لئے نفع بخش ہو یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں [۲]

فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : مردوں میں تو بہت سے کامل ہوئے۔ عورتوں میں کوئی کامل نہیں ہوا سوائے مریم بنت عمران اور آسیہ زوجۂ فرعون کے [۳]

---

[۱] التحریم ۔ ۱۱
[۲] القصص ۔ ۹
[۳] صحیح بخاری کتاب الفضائل باب فضل عائشہ رضی اللہ عنہا ۵/۳۶ ، صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل خدیجہ رضی اللہ عنہا ۲/۲۷۰ ۔

بعض مسلمین جن کا تفصیل سے کوئی ذکر نہیں ملتا

ہزاروں کی تعداد میں بعض مسلمین موت کے ڈر سے اپنے گھر چھوڑ کر نکلے۔ اللہ تعالٰے نے ان سے فرمایا: مرجاؤ (وہ سب مر گئے)۔ اللہ تعالٰے نے انہیں پھر زندہ کر دیا [۱]

ایک نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) جن کا تفصیل سے ذکر نہیں ملتا

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں نے اپنے نبی سے کہا: ہم پر کوئی بادشاہ مقرر کر دیجئے تاکہ ہم اللہ تعالٰے کے راستہ میں جنگ کریں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: تم پر جنگ فرض کر دی گئی تو تم سے بعید نہیں کہ تم جنگ کرنے سے انکار کر دو۔ سرداروں نے کہا: ہمیں کیا ہوا کہ ہم نہ لڑیں حالانکہ ہم اپنے گھروں سے اور اپنے بیٹوں سے جدا کر دیئے گئے۔ پھر ہوا آخر یہی کہ چند کے علاوہ سب نے جنگ سے پہلوتہی کی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر طالوت کو بادشاہ بنا دیا ہے۔ سردار کہنے لگے: وہ ہم پر بادشاہ کیسے ہو سکتا ہے، اس کے پاس نہ مال ہے نہ دولت۔ بادشاہت کے تو اُس سے زیادہ ہم حقدار ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے مقابلہ میں منتخب کیا ہے اور اس کو علم بھی زیادہ دیا ہے اور جسم بھی زیادہ دیا ہے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے بادشاہت دیتا ہے۔ اللہ بہت کشادگی والا اور علم والا ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مزید فرمایا: طالوت کی بادشاہت کی نشانی یہ ہے کہ وہ تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے بھیجا ہوا سکینہ ہے اور آلِ موسیٰ اور آلِ ہارون کی چھوڑی ہوئی کچھ اشیاء ہیں فرشتے اس کو اٹھا کر لے آئیں گے۔ اگر تم مؤمن ہو تو اس میں تمہارے لئے (اس بات کی) نشانی ہے کہ طالوت ہی بادشاہ ہے۔ الغرض طالوت (بادشاہ بنا دیئے گئے اور وہ) اپنے لشکروں کے

---

[۱] البقرۃ - ۲۴۳
موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کچھ عرصہ بعد خرقیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی ہوئے۔ ان کے زمانہ میں بنی اسرائیل سخت بلاء میں گرفتار ہو گئے۔ اس بلاء سے بچنے کے لئے وہ جنگل چلے گئے۔ وہاں وہ مر گئے۔ خرقیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں آواز دی تو اگرچہ ان کی ہڈیاں پرندے اور درندے کھا گئے تھے وہ زندہ ہو گئے (طبری ۳۲۲/۱۔ یہ وہب بن منبہ کا قول ہے۔ طبری ۳۲۳/۱ میں ایک اور موقوف روایت ہے لیکن اس کی سند میں السدّی راوی کذّاب ہے)۔
وہب بن منبہ کا قول ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔ اس میں ہے کہ یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کالب بن یوفنا اور ان کے بعد خرقیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی ہوئے (طبری ۳۲۴/۱)۔ محمد بن اسحٰق نے اس قصہ کو مختصراً بے سند روایت کیا ہے (طبری ۳۲۴/۱)

ساتھ جنگ کے لئے روانہ ہوئے۔ طالوت نے کہا: اللہ ایک نہر کے ذریعہ تمہاری آزمائش کرنے والا ہے۔ جو شخص اس میں سے پانی پیئے گا اس سے میرا کوئی تعلق نہیں اور جو شخص اس میں سے پانی نہیں پیئے گا اس کا مجھ سے تعلق ہوگا مگر ہاں اپنے ہاتھ سے ایک چلّو پانی پی لے (تو کوئی مضائقہ نہیں)۔ الغرض چند لوگوں کے علاوہ سب نے (خوب سیر ہوکر) اس نہر سے پانی پیا۔ پھر جب طالوت نے اور ان کے ساتھ جو ایمان والے تھے انہوں نے نہر کو پار کیا تو پانی پینے والوں نے کہا: ہم میں جالوت اور اس کے لشکروں سے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ جن لوگوں کو اللہ تعالےٰ سے ملاقات پر ایمان تھا وہ کہنے لگے اللہ تعالےٰ کے حکم سے اکثر ایسا ہوا ہے کہ چھوٹی جماعت بڑی جماعت پر غالب آئی ہے اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہے۔ پھر جب ان (فرمانبردار) لوگوں کا مقابلہ جالوت اور اس کے لشکروں سے ہوا تو انہوں نے اس طرح دعاء کی: اے اللہ ہمیں صبر دے، ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافروں کی قوم کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔ (مقابلہ ہوا) تو انہوں نے اللہ تعالےٰ کے حکم سے کافروں کو شکست دی، داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جالوت کو قتل کر دیا[1]

---

[1] البقرۃ ـ ۲۴۶ تا ۲۵۱

شموئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے طالوت کو (جن کا نام شاول تھا) حکم دیا کہ عملیق سے خوب بدلہ لے اور ان کی کوئی چیز باقی نہ چھوڑے۔ طالوت نے اصحاب عملیق کو قتل کیا اور عمالقہ کے بادشاہ اغاغ کو قید کرلیا۔ طالوت نے دشمن کی چیزوں کو تلف نہیں کیا۔ اللہ تعالےٰ نے ان پر غصہ کا اظہار کیا۔ پھر طالوت نے اغاغ کو ذبح کر دیا اور حضرت شموئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا چلیئے اللہ تعالیٰ کے لئے سجدۂ (شکر) بجالائیں۔ حضرت شموئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انکار کر دیا۔ طالوت نے شموئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چادر کو پھاڑ ڈالا۔ شموئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا تیری بادشاہت اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی (یعقوبی ۴۹/۱۔ نہ قائل کا پتہ ہے نہ سند کا)۔

بنی اسرائیل عمالقہ سے لڑتے رہے۔ عمالقہ کا بادشاہ جالوت ان پر غالب آیا۔ اس نے ان پر جزیہ لگا دیا۔ توریت کو لے گیا۔ بنی اسرائیل نے دعاء کی کہ اے اللہ کوئی نبی مبعوث فرمادے۔ دعاء قبول ہوئی۔ شمعون علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے۔ انہوں نے طالوت کو بادشاہ بنا دیا (طبری ۳۲۹ و ۳۳۰/۱۔ یہ روایت موقوف ہے۔ راوی السدّی کذّاب ہے)۔

الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام

الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اور رسول تھے [1] ان کے زمانہ میں ان کی قوم کے لوگ بعل (نامی بت) کو پوجتے تھے۔ الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے کہا: کیا تم بعل کو پوجتے ہو اور اللہ بہترین پیدا کرنے والے کو چھوڑ بیٹھے ہو۔ اکثر لوگوں نے ان کو جھٹلایا۔ چند مخلص بندے ان پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ نے الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آنے والی نسلوں میں سلام چھوڑ دیا (یعنی آنے والی نسلیں ان کے نام کے ساتھ علیہ السلام کہیں گی) [2]

---

[1] الانعام ۔ ۸۶ و والصّٰفّٰت ۔ ۱۲۳

[2] والصّٰفّٰت ۔ ۱۲۴ تا ۱۳۰

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مرتبہ اکھٹے ہوئے۔ ان دونوں نے ساتھ کھانا کھایا۔ حضرت الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قد تین سو ہاتھ تھا، وہ سال میں ایک مرتبہ کھانا کھاتے ہیں (حاکم ۲/۶۱۷ ۔ یہ روایت باطل ہے۔ راوی یزید البلوی جھوٹا ہے ۔ میزان الاعتدال)

کعب کہتے ہیں الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام تنہائی میں پہاڑوں اور جنگلوں میں عبادت کرتے تھے۔ ان کا سر بڑا تھا، پیٹ چھوٹا تھا۔ پنڈلیاں پتلی تھیں۔ انہوں نے اپنے بعد الیسع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا وارث بنایا (حاکم ۲/۵۸۳۔ یہ کعب کا قول ہے اور وہ بھی ثابت نہیں اس لئے کہ اس کی سند میں حمید اور مدرک مجہول الحال ہیں)۔

خرقیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بنی اسرائیل بعل (بت) پوجنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی بنایا۔ الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کو توحید کی دعوت دیتے رہے لیکن قوم نے ان کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ صرف ایک بادشاہ احاب تھا جو کسی قدر ہدایت پر تھا۔ ایک دن وہ بادشاہ الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہنے لگا۔ بنی اسرائیل کے تمام بادشاہ بت پوجتے ہیں لہٰذا تم جو کچھ کہتے ہو وہ باطل ہے۔ الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اناللہ پڑھا۔ ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور بادشاہ کو چھوڑ کر چلے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے رزق کا انتظام الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد کر دیا۔ الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعاء کی کہ اے اللہ ان پر بارش روک دے۔ تین سال تک قحط پڑا۔ مویشی وغیرہ مر گئے۔ لوگ بہت تکلیف میں مبتلا ہو گئے۔ الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک عورت کے ہاں چھپ گئے جس کا ایک لڑکا تھا الیسع ۔ الیسع ایمان لے آئے۔ لوگوں نے بتوں سے بہت دعاء مانگی لیکن نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔ آخر انہوں نے الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا: آپ دعاء کیجئے۔ الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعاء کی۔ بارش خوب ہوئی۔ قحط ختم ہو گیا۔ کافر اور زیادہ کفر میں مبتلاء ہو گئے۔ ان کی سرکشی بڑھ گئی۔ الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعاء کی کہ اے اللہ مجھے اپنی طرف بلا لے۔ دعاء قبول ہوئی۔ آگ کا ایک گھوڑا ان کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ اس پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ الیسع پکارتے رہے، یا الیاس، یا الیاس مجھے آپ کیا حکم دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پر دئے اور نور کا لباس ان کو پہنا دیا۔ وہ ملائکہ کے ساتھ اڑتے ہیں اور وہ انسان فرشتہ ہیں (طبری ۳۲۵ تا ۱/۳۲۷ ابن اسحٰق کا بیان ہے ۔ قائل کا پتہ نہیں)۔

نوٹ: حضرت الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے متعلق جتنی روایتیں ہیں سب باطل ہیں۔

داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالٰی کے رسول تھے [1]

حضرت طالوت کی سپہ سالاری میں جب بنی اسرائیل کا مقابلہ جالوت اور اس کی فوج سے ہوا تو داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جالوت کو قتل کر دیا۔ پھر اللہ تعالٰی نے ان کو بادشاہت دی، حکمت دی اور بہت سا علم عطاء فرمایا اور ان پر زبور نازل فرمائی [2]

اللہ تعالٰی نے داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حکومت کو مستحکم کر دیا تھا اور انہیں حق و باطل میں فیصلہ کرنے کی خصوصیت کے ساتھ قابلیت عطاء فرمائی تھی [3]

---

[1] النساء ۔ ۱۶۳

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان ۵۶۹ سال کا وقفہ ہے (حاکم ۵۸۶/۲ ۔ یہ ابن اسحاق کا قول ہے)۔

[2] البقرۃ ۔ ۲۵۱ و بنی اسرائیل ۔ ۵۵

ایک دن داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے والد کے پاس گئے اور کہا میں اپنی غلیل سے جس کو کنکر مارتا ہوں وہ گر پڑتا ہے۔ والد نے کہا: تمہارا رزق اللہ تعالٰی نے غلیل میں رکھا ہے۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: ایک دن میں پہاڑوں کے درمیان گیا۔ میں ایک شیر پر سوار ہو گیا۔ اس نے مجھے نہیں گرایا...... ایک دن راستے میں انہیں تین پتھر ملے۔ پتھروں نے کہا ہمیں اٹھالو، ہمارے ذریعہ تم جالوت کو قتل کرنا۔ انہوں نے پتھروں کو اٹھالیا اور انہی کے ذریعہ جالوت کو قتل کیا۔ طالوت نے اپنی بیٹی کا نکاح داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کر دیا (طبری ۳۳۳ تا ۳۳۶/۱۔ یہ روایت موقوف ہے۔ راوی السدی کذاب ہے)۔

اللہ تعالٰی نے اپنے نبی کو وحی بھیجی کہ فلاں شخص کی اولاد میں ایک شخص ہوگا جو جالوت کو قتل کریگا۔ اس کی علامت یہ ہوگی کہ تم اس کے سر پر یہ سینگ رکھو گے تو وہ اس چیز کو پکڑ لے گا جو چیز اس سے فوت ہو گئی ہو گی۔ انہوں نے اس شخص کو بلایا۔ وہ اپنے بارہ بیٹوں کو لے کر آیا۔ باری باری سے ہر ایک کے سر پر وہ سینگ رکھا لیکن کچھ نظر نہیں آیا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا کیا تمہارا کوئی اور بیٹا بھی ہے۔ اس نے کہا ہاں ایک پستہ قد لڑکا ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا وہ کہاں ہے۔ کہا فلاں گھاٹی میں۔ وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں گئے اور کہا ہاں یہی وہ لڑکا ہے۔ پھر وہ سینگ اس کے سر پر رکھا وہ کھڑا ہو گیا (حاکم ۵۸۵/۲ و طبری ۳۳۶/۱۔ یہ قول زید بن اسلم کی طرف منسوب ہے۔ زید کا بیٹا عبدالرحمٰن بے حد ضعیف ہے۔ عبدالرحمٰن اپنے باپ سے موضوعات روایت کرتا ہے اور کیونکہ یہ روایت بھی زید نے اپنے باپ سے ہی روایت کی ہے لہذا یہ روایت موضوع ہے)۔

جالوت کو قتل کرنے کے بعد لوگ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف متوجہ ہو گئے۔ طالوت ان سے حسد کرنے لگے اور انہیں قتل کرنے کا ارادہ کیا (طبری ۳۴۴/۱۔ روایت موقوف ہے۔ راوی السدی کذاب ہے)۔

طالوت نے داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پالیا۔ وہ ایک غار میں چھپ گئے۔ طالوت غار میں گئے۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام انہیں قتل کر سکتے تھے لیکن انہوں نے قتل نہیں کیا (یعقوبی ۵۰/۱۔ نہ قائل کا نام ہے اور نہ سند ہے)۔ بعد میں طالوت اپنی غلطی پر نادم ہوئے۔ توبہ کے لئے وہ یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر پر گئے۔ وہ قبر سے باہر نکلے اور کہا: جہاد کرو، تمہاری اولاد اور پھر تم قتل ہو جاؤ۔ انہوں نے ایسا ہی کیا (کامل ۱۵۴/۱۔ نہ قائل کا نام ہے اور نہ سند ہے)۔

[3] ص ۔ ۲۰

اللہ تعالٰی نے داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیا کہ زمین میں میرے لئے ایک گھر بناؤ۔ انہوں نے اللہ عز و جل کا گھر بنانے سے پہلے اپنا گھر بنانا شروع کر دیا (طبرانی کبیر ۲۲/۵۔ یہ حدیث موضوع ہے اس کا بنانے والا محمد بن ایوب الرملی ہے (حوالہ مذکور)۔

(داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کثرت سے عبادت کرتے تھے۔ مقدمات کے فیصلہ میں دیر ہو جایا کرتی تھی) ایک دن دو فریق جھگڑتے ہوئے داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عبادت خانہ میں داخل ہو گئے۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے اس طرح عبادت خانے میں پہنچ جانے سے گھبرا گئے۔ فریقین نے کہا: آپ ڈریں نہیں۔ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے لہٰذا آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیجئے۔ ناانصافی نہ کیجئے اور ہمیں صحیح راستہ پر لگا دیجئے [1]

پھر ان دونوں میں سے ایک نے مقدمہ پیش کیا۔ اس نے کہا: یہ میرا بھائی ہے۔ اس کے پاس

---

[1] صٓ - ۲۱ و ۲۲

داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آزمائش اس لئے ہوئی کہ انہوں نے اپنی عبادت پر ناز کیا۔ انہوں نے کہا: اے میرے رب، رات اور دن میں کوئی گھڑی ایسی نہیں جس میں آل داؤد تیری عبادت نہ کرتے ہوں۔ نماز پڑھتے ہیں، تسبیح پڑھتے ہیں، تکبیر پڑھتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں آئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے داؤد، یہ سب کچھ میری توفیق سے ہے۔ اگر میری مدد نہ ہوتی تو تم ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ میرے جلال کی قسم میں ایک دن ضرور تمہیں تمہارے نفس کے حوالہ کروں گا۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اے میرے رب مجھے اس سے مطلع فرما دے۔ الغرض وہ اسی دن آزمائش میں مبتلاء ہو گئے۔ شیطان داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس سونے کی کبوتری بن کر آیا۔ وہ نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے نماز ہی میں اُسے پکڑنا چاہا۔ وہ اڑ گیا۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے پیچھے پیچھے گئے اور ایک عورت کو نہاتے دیکھا۔ اس عورت نے فوراً اپنے بالوں سے اپنے کو چھپا لیا۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے شوہر کو جہاد پہ بھیج دیا۔ وہ اسی طرح کرتے رہے یہاں تک کہ تیسرے جہاد میں وہ شہید ہو گیا۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ (طبری ۳۲۹/۱۔ وتفسیر معالم التنزیل ۵۲/۴ وحاکم ۵۸۶/۲۔ اس روایت کی سند میں السدی کذاب ہے۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سپہ سالار کو حکم دیا کہ اوریا کو تابوت سکینہ کے پاس متعین کرے تاکہ وہ جلدی سے شہید ہو جائے۔ جب وہ شہید ہو گیا تو داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی بیوی سے شادی کر لی (تفسیر معالم التنزیل ۵۵/۴۔ راوی یزید الرقاشی متروک ہے لہٰذا یہ روایت بھی جھوٹی ہے)۔

اوریا کی بیوی سے نکاح کرنے کے بعد دو فرشتے انسانی شکل میں جھگڑتے ہوئے آئے (طبری ۳۲۹/۱۔ السدی راوی کذاب ہے۔

داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ اگر کسی شخص کو کسی دوسرے شخص کی بیوی پسند آ گئی تو اس بیوی کا شوہر اُسے چھوڑ دیتا تھا اور جس کو پسند آتی تھی وہ اس سے شادی کر لیا کرتا تھا۔ اس کام کو یہ مواسات سمجھتے تھے۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اوریا کی بیوی پسند آ گئی۔ انہوں نے اوریا سے اس کو چھوڑنے کے لئے کہا۔ اوریا کو انکار کرنے سے شرم آئی لہٰذا اس نے اپنی بیوی کو چھوڑ دیا۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے نکاح کر لیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اوریا نے اس عورت کی طرف منگنی بھیجی۔ اس کے بعد داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منگنی بھیجی۔ عورت کے ولی نے داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پسند کیا اور ان سے شادی کر دی۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منگنی پر منگنی نہیں بھیجنی چاہیئے تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام بار بار اوریا کو جنگ پر بھیجتے تھے تاکہ وہ قتل ہو جائے۔ جب وہ قتل ہو گیا تو اس کی بیوی سے شادی کر لی۔ (تفسیر مدارک ۱۴۸۳/۲۔ تفسیر سورۂ صٓ۔ بے سند ہے)۔

ننانوے بھیڑیں ہیں اور میرے پاس ایک بھیڑ ہے۔ یہ کہتا ہے کہ میں اپنی بھیڑ بھی اس کو دیدوں۔ یہ مجھ سے سختی سے مطالبہ کرتا ہے اور مجھے دبا لیتا ہے۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: یہ تجھ سے تیری بھیڑ مانگ کر تجھ پر ظلم کر رہا ہے اور اکثر شرکاء ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہی رہتے ہیں مگر ہاں جو ایمان لے آتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں وہ ایسا نہیں کرتے اور وہ بہت قلیل تعداد میں ہوتے ہیں۔ (ابھی مقدمہ جاری ہی تھا کہ) داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام سمجھ گئے کہ اللہ تعالےٰ نے اس مقدمہ کے ذریعہ انہیں ان کی موجودہ روش سے روکا ہے (اس لئے کہ اس طرح مقدمات کا فیصلہ دیر میں ہوتا ہے اور فریقین پریشان ہوتے ہیں) انہوں نے فوراً اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کی اور جھکتے ہوئے سجدہ میں گر گئے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کی کوتاہی کو معاف کر دیا پھر فرمایا: اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے لہٰذا لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا کرو اور خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ خواہشات کی پیروی تم کو اللہ کے راستہ سے بھٹکا دے گی اور جو لوگ اللہ کے راستہ سے بھٹک گئے ان کو شدید عذاب ہوگا [1]

اللہ تعالےٰ نے داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک نیک بخت فرزند عطاء فرمایا جن کا نام سلیمان تھا [2]

داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام ۷۰ سال بادشاہ رہے۔ اللہ نے پہاڑوں کو ان کی اطاعت کا حکم دیا اور ان کے لئے لوہے کو نرم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ نور اور حکمت جو ان کو ملی ہے وہ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منتقل کر دیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا (حاکم ۵۸۷/۲۔ یہ امام جعفر کا قول ہے۔ حدیث نہیں ہے۔ سند کے کئی راوی پہچانے نہیں جاتے لہٰذا اسے امام جعفر کا قول بھی نہیں کہا جا سکتا)۔

جب داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خطاء ہوئی تو وہ چالیس دن تک سجدے میں پڑے رہے اور روتے رہے یہاں تک کہ ان کے آنسوؤں سے سبزہ اُگ گیا اور اس نے ان کے سر کو ڈھانک دیا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے ان کو معاف کر دیا۔ اس کے بعد بھی ان کی یہ حالت تھی کہ جب پانی کا گلاس لایا جاتا تو وہ تہائی یا نصف پیتے اور اپنی خطاء کو یاد کر کے روتے، گلاس آنسوؤں سے بھر جاتا (طبری ۲۴۱/۱۔ یہ مجاہد کا قول ہے۔ سند میں عبدالمنعم بن ادریس کذّاب و وضّاع ہے) اس سلسلہ میں ایک مرفوع روایت بھی ہے (طبری ۲۴۲/۱) لیکن اس کی سند میں ابن صخر ہے جس کا حال نہیں ملتا۔ دوسرا راوی ابن لہیعہ ضعیف ہے۔ الغرض یہ روایت بھی باطل ہے۔

داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام تیس سال تک روتے رہے۔ ان کے آنسوؤں سے دریا جاری ہو گئے (معالم التنزیل ۵۸/۴۔ یہ ابن وہب کا قول ہے)

داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام بادشاہ رہے لیکن جب وہ توبہ میں مشغول ہو گئے تو ان کا لڑکا ایشا حکومت پر قابض ہو گیا۔ زندیق قسم کے لوگ اس کی طرف جمع ہو گئے۔ جب داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ قبول ہو گئی تو پھر سب لوگ ان کی طرف جمع ہو گئے۔ ان کی ایشا سے جنگ ہوئی۔ ایشا نے شکست کھائی۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قائد کو اس کے گرفتار کرنے کے لئے بھیجا اور اُسے ہدایت کی کہ اُس سے نرمی سے پیش آنا لیکن قائد نے اُسے قتل کر دیا۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بہت صدمہ ہوا۔ انہوں نے سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وصیّت کی کہ اُسے قتل کر دیں۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قائد کو قتل کر دیا۔ (طبری ۲۴۲/۱۔ سند میں ایک راوی ابن صخر ہے جس کا حال نہیں ملتا۔ دوسرا راوی ابن لہیعہ ضعیف ہے)۔

[1] صٓ ۔ ۲۲ تا ۲۶
[2] صٓ ۔ ۳۰

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام امورِ سلطنت میں داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قوت بازو بن گئے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ کچھ لوگوں کی بکریاں رات کے وقت کسی کھیت میں گھس گئیں اور کھیت کی فصل کو چر کر تباہ و برباد کر دیا۔ مقدمہ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عدالت میں آیا۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام دونوں فیصلہ کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صحیح فیصلہ سمجھا دیا (اور انہوں نے صحیح فیصلہ کر دیا)[1]

ایک دن ایسا ہوا کہ دو عورتیں کہیں چلی جا رہی تھیں۔ ان کے ساتھ ان کے لڑکے بھی تھے۔ بھیڑیا آیا اور ایک لڑکے کو لے گیا۔ ہر ایک عورت دوسری سے کہنے لگی کہ بھیڑیا تیرے لڑکے کو لے گیا ہے، مقدمہ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عدالت میں پہنچا۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی عمر کی عورت کے حق میں فیصلہ کیا۔ پھر وہ دونوں باہر نکلیں تو سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے مقدمہ کی روئداد اور داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فیصلہ انہیں سنایا۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: چھری لاؤ تاکہ میں اس لڑکے کے دو ٹکڑے کر کے دونوں میں تقسیم کر دوں۔ اُن میں سے جو چھوٹی تھی وہ کہنے لگی: اللہ آپ پر رحم فرمائے، ایسا نہ کیجئے۔ یہ اسی کا لڑکا ہے۔ یہ سن کر سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چھوٹی عورت کے حق میں فیصلہ کیا[2]

داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل

اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں اور پرندوں کو داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تابع کر دیا تھا۔ پہاڑ ان کے ساتھ تسبیح پڑھا کرتے تھے[3]

پرند بھی ان کے پاس جمع ہو جایا کرتے تھے اور پھر صبح و شام پہاڑ اور پرند ان کے ساتھ مل کر تسبیح پڑھا کرتے تھے[4]

---

[1] الانبیاء - ۷۸ و ۷۹

[2] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب قول اللہ تعالےٰ ووھبنا لداؤد سلیمان نعم العبد ۱۹۸/۲

[3] الانبیاء - ۷۹

[4] صٓ - ۱۸ و ۱۹

جب داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام خوش الحانی سے پڑھتے تو دریا ٹھہر جاتے، پرند، وحشی جانور ان کے گرد اکھٹے ہو جاتے یہاں تک کہ بھوک و پیاس سے مر جاتے (البدایہ ۱۱/۲ - یہ عبداللہ بن عامر کا قول ہے)۔

داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام پرندوں کی بولی سمجھ جایا کرتے تھے، انہیں ہمہ اقسام کے ساز وسامان اور نعمتیں دی گئی تھیں [1]

داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر (ان کی) کتاب (یعنی زبور) کا پڑھنا ہلکا کر دیا گیا تھا۔ وہ حکم دیتے تھے کہ سواری کے جانور کَسے جائیں۔ سواری کے جانور کَسے جاتے تھے اور قبل اس کے کہ اس کام کی تکمیل ہو وہ کتاب (یعنی زبور) پڑھ لیا کرتے تھے [2]

ذریعہ معاش

داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ہاتھ سے کام کرتے تھے اور اپنی روزی خود کماتے تھے [3]
اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے لوہے کو نرم کر دیا تھا۔ وہ لوہے سے زرہیں بنایا کرتے تھے [4]

---

[1] النمل۔ ۱۶

داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نیلگوں رنگ کے پستہ قد آدمی تھے۔ ان کے بال کم تھے، دل پاک تھا۔ فقیہ تھے (حاکم ۲/۵۸۵۔
یہ وہب کا قول ہے۔ راوی عبدالمنعم کذاب ہے۔ طبری ۱/۳۲۶۔ طبری کی روایت میں بھی قائل وہب ہی ہے۔ سند میں کئی
راوی غائب ہیں۔ طبری کی روایت میں فقیہ کی جگہ نقیبہ ہے)۔

[2] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب قول اللہ تعالیٰ وآتینا داؤد زبوراً ۱۹۴ و ۴/۱۹۵

[3] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب قول اللہ تعالیٰ وآتینا داؤد زبوراً ۴/۱۹۵

[4] سبا۔ ۱۰ و ۱۱

داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام بھیس بدل کر گھر سے نکلتے تھے وہ قافلہ والوں سے پوچھتے۔ قافلہ والے داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف کرتے۔ ایک دن اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو بھیجا۔ فرشتے نے کہا وہ بہترین آدمی ہیں البتہ ایک بات نہ ہوتی تو وہ کامل ہو جاتے۔ وہ بیت المال سے کھاتے ہیں۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ سے دعاء کی کہ انہیں کوئی ہنر سکھا دے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زرہ بنانا سکھا دیا (تفسیر ابن کثیر ۳/۵۲، بحوالہ تاریخ ابن عساکر۔ یہ وہب کا قول ہے۔ سند میں اسحاق بن بشر کذاب ہے۔ میزان الاعتدال)۔

طالوت کے مرنے کے بعد داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام بادشاہ ہوئے۔ اس زمانہ میں ناتان نبی تھے۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت سی فتوحات حاصل کیں اور خوب خوں ریزی کی۔ انہوں نے اوریا کی بیوی کو اتفاقاً دیکھا تو وہ ان کے دل میں گھر کر گئی۔ انہوں نے اپنے بھانجے کو لکھا کہ جنگ میں اوریا کو آگے رکھیں۔ اوریا لڑا اور قتل ہو گیا۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی بیوی سے شادی کر لی۔ ناتان نبی نے ان کو دھمکایا، داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غصہ آ گیا۔ ناتان نے کہا میں نے تم کو بادشاہ بنایا، تم تو چرواہے تھے وغیرہ وغیرہ۔ (یعقوبی ۱/۵۲۔ نہ سند ہے نہ قائل کا نام ہے)۔

داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیت المقدس کی تعمیر کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ پاک گھر ہے اور تم اپنا ہاتھ خون میں رنگ چکے ہو لہٰذا تم اس کو نہیں بنا سکتے البتہ تمہارا لڑکا سلیمان جو خونریزی سے پاک ہو گا وہ اسے بنائے گا (طبری ۱/۳۴۳۔ یہ وہب بن منبہ کا قول ہے)۔

داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چند نقیبوں کو بنی اسرائیل کی مردم شماری کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے ابراہیم سے وعدہ کیا ہے کہ ان کی اولاد کو تاروں کی تعداد کے برابر کر دوں گا انہیں کوئی گن نہیں سکے گا۔ میرے اس وعدہ کے بعد تم انہیں گننا چاہتے ہو۔ اب تین باتوں میں سے ایک بات اختیار کرو (۱) تین سال تک بھوک میں رہنا (۲) تین مہینہ تک دشمن کا تم پر غلبہ ہونا (۳) تین دن تک لوگوں کا مرنا۔ انہوں نے بنی اسرائیل کے مشورہ سے موت قبول کی۔ ایک ہی ساعت میں ہزارہا آدمی جن کی کوئی گنتی نہیں مر گئے۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی آہ وزاری کی تو مزید اموات نہیں ہوئیں۔ (طبری ۱/۳۴۲) یہ وہب بن منبہ کا قول ہے۔

وفات داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام جب گھر کے باہر جاتے تو گھر کے دروازے بند کر دیتے تھے۔ ایک دن وہ گھر کے دروازے بند کرکے چلے گئے تو ان کی بیوی نے دیکھا کہ ایک شخص گھر کے وسط میں کھڑا ہے۔ وہ کہنے لگیں یہ گھر میں کیسے داخل ہو گیا۔ اتنے میں داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام آ گئے۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا تم کون ہو۔ اس نے کہا میں نہ بادشاہوں سے ڈرتا ہوں اور نہ حجاب سے رُکتا ہوں۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا تو پھر تم ملک الموت ہو۔ الغرض ملک الموت نے ان کی روح قبض کر لی۔ جب ان کو کفن پہنا دیا گیا تو ان پر دھوپ آ گئی۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پرندوں سے کہا ان پر سایہ کرو۔ پرندوں نے پر پھیلا دئے ساری زمین پر اندھیرا ہو گیا۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا پر سمیٹ لو۔ پرندوں نے پر سمیٹ لئے[1]

---

[1] مسند احمد۔ سندہ جید قوی۔ بلوغ جزء ۲۰ ص ۱۱۹ و البدایہ جزء ۲ ص ۱۷

وفات داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک لونڈی تھی جو ہر رات کو تمام دروازوں کو بند کرکے قفل لگا دیا کرتی تھی اور کنجیاں داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دے دیا کرتی تھی۔ دروازے بند کرنے کے بعد اس نے گھر میں ایک شخص کو دیکھا۔ اس نے پوچھا تم کو گھر میں کس نے داخل کیا۔ اس نے کہا میں وہ ہوں کہ بادشاہوں کے ہاں بھی بغیر اجازت داخل ہوتا ہوں۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کیا تم ملک الموت ہو۔ اس نے کہا ہاں۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا تم نے کسی کو مجھے اطلاع دینے کے لئے بھیجا ہوتا تاکہ میں تیاری کر لیتا۔ اس نے کہا میں نے تو بہت لوگوں کو تمہارے پاس بھیجا۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا تمہارا فرستادہ کون تھا۔ اس نے کہا تمہارے والد، تمہارا بھائی، تمہارا پڑوسی اور تمہارے دوست۔ انہوں نے کہا وہ تو مر چکے ہیں۔ اس نے کہا: وہی میرے فرستادہ تھے جو تمہیں بتا گئے کہ تم بھی مرو گے جس طرح وہ مر گئے۔ پھر اس فرشتہ نے ان کی روح قبض کر لی (کامل ۱/۱۵۸ نہ قائل کا نام ہے اور سند ہے) (تفسیر ابن کثیر میں سند ہے لیکن مطلب کا حضرت ابوہریرہ سے سننا ثابت نہیں ۳/۲۵۸ لہٰذا سند منقطع ہے)۔

لوگ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جنازہ میں شرکت کے لئے آئے۔ دھوپ تیز تھی۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پرندوں سے سایہ کرنے کے لئے کہا۔ پرندوں نے سایہ کیا۔ ہوا رک گئی، لوگ مرنے کے قریب ہو گئے۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پرندوں سے کہا کہ ہوا کی طرف سے پر سمیٹ لو (البدایہ ۲/۱۷ - یہ وہب کا قول ہے۔ سند میں ایک راوی اسحاق بن بشر کذاب ہے)۔

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحبزادے اور ان کے جانشین تھے[۱]

اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہدایات اور علم (کثیر) عطاء فرمایا تھا اور اور انہیں اپنا رسول بنا کر لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا تھا[۲]

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جہاد کا بڑا شوق اور ولولہ تھا۔ اس مقصد کے لئے ان کے اصطبل میں بہت سے اصیل گھوڑے بندھے رہتے تھے۔ ان گھوڑوں کی وہ دوڑ بھی کرایا کرتے تھے۔ ایک دن شام کے وقت ان کے یہ گھوڑے ان کے سامنے پیش کئے گئے۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گھوڑوں کو دیکھ کر فرمایا: میں اپنے رب کے ذکر یعنی دین کی مدافعت کے لئے ان گھوڑوں سے محبت کرتا ہوں۔ پھر گھوڑوں کی دوڑ کرائی گئی۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام گھوڑوں کی دوڑ دیکھتے رہے۔ جب گھوڑے دوڑتے دوڑتے دور نکل گئے اور آنکھوں سے اوجھل ہو گئے تو انہوں نے کہا: گھوڑوں کو واپس میرے پاس لاؤ۔ گھوڑوں کو دوبارہ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے پیش کیا گیا۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی ٹانگوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرا[۳]

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ستّر بیویاں تھیں۔ ایک دن جوش جہاد میں فرمایا: آج رات کو میں ستّر بیویوں کے پاس دورہ کروں گا۔ ہر ایک حاملہ ہو گی اور ہر ایک سے ایک ایک مجاہد تولد ہو گا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ ان کے ساتھی فرشتے نے کہا: انشاء اللہ کہئے لیکن (وہ جوشِ جہاد میں اس قدر محو ہو گئے کہ) انہیں انشاء اللہ کہنا یاد ہی نہیں آیا اور وہ بالآخر انشاء اللہ نہ کہہ سکے، نتیجہ یہ ہوا کہ کسی بیوی کو حمل نہیں ٹھہرا سوائے ایک بیوی کے اور اس کے ہاں بھی جو بچّہ ہوا اس کا ایک پہلو ایک طرف کو جھکا ہوا تھا یعنی وہ نصف دھڑ تھا[۴]

---

[۱] ص ـ ۳۰ والنمل ـ ۱۶
[۲] الانعام ـ ۸۵ والنمل ـ ۱۵ و النساء ـ ۱۶۳ و ۱۶۴
[۳] ص ـ ۳۱ تا ۳۳
[۴] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب قول اللہ تعالیٰ ووھبنا لداؤد سلیمان ۴/۱۹۷ وکتاب النکاح باب قول الرجل لاطوفن اللیلۃ علی نسائہ ۷/۵۰۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر سلیمان انشاء اللہ کہہ لیتے تو ان کی قسم نہ ٹوٹتی لیکن وہ اپنی حاجت میں (اتنے) مستغرق تھے (کہ انشاء اللہ کہنا بھول گئے) [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر وہ انشاء اللہ کہہ لیتے تو وہ (سب پیدا ہوتے اور) اللہ کے راستے میں جہاد کرتے [2]

الغرض سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کرسی پر وہ دھڑ ڈال دیا گیا۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے اس طرح دعاء کی: اے میرے رب، مجھے معاف کر دے اور مجھے ایسی بادشاہت دے کہ میرے بعد کسی کے لئے سزاوار نہ ہو، بے شک تو بڑا دینے والا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کی دعاء قبول فرمائی [3]

---

[1] صحیح نسائی ۲/۸۱۳۔ سندہ صحیح۔

[2] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب قول اللہ تعالیٰ ووھبنا لداوٗد سلیمان ۴/۱۹۷
سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں لڑکا ہوا۔ جنات نے آپس میں کہا اگر یہ زندہ رہا تو ہم اسی طرح مقیّد و مسخر رہیں گے، ہمیں چاہیئے کہ اسے قتل کر دیں یا اس (کی عقل) کو خراب کر دیں۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو وہ اس بچہ کو بادل میں کھلایا پلایا کرتے تھے۔ اللہ نے ان کی کرسی پر ان کے بچے کو اس حالت میں ڈال دیا کہ وہ مر چکا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس طرح ان کی غلطی پر کہ انہوں نے اللہ پر بھروسہ نہیں کیا متنبہ کر دیا (تفسیر مدارک تفسیر سورہ صٓ ۳/۱۴۸۰۔ نہ قائل کا پتہ ہے، نہ سند ہے)۔

[3] صٓ ۔ ۳۴ و ۳۵
وَ اَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّہٖ جَسَدًا ۔ ہم نے سلیمان کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا۔ وہ ایک شیطان تھا۔ وہ چالیس دن تک لوگوں کے فیصلے کرتا رہا۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک لونڈی تھی جس کا نام جمادہ تھا۔ اس لونڈی کے خاندان کے کسی شخص میں اور سلیمان علیہ الصلوٰۃ الصلوٰۃ والسلام کی قوم میں دشمنی تھی۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا لیکن وہ چاہ یہ رہے تھے کہ لونڈی کے حق میں فیصلہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: میں تمہیں ایک آزمائش میں مبتلا کروں گا (یعنی شیطان ان کی کرسی پر اسی لئے بٹھایا گیا)۔ (حاکم کتاب التفسیر ۲/۴۳۴۔ یہ روایت موقوف ہے۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنی خواہش کے خلاف اور حق کے مطابق فیصلہ کرنا تو ایک خوبی ہے۔ اس پر آزمائش کیسی!)۔

قتادہ کہتے ہیں: "سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حکومت ان کی انگوٹھی میں تھی۔ ایک جن نے کسی طرح اُسے لے لیا اس نے وہ انگوٹھی سمندر میں ڈال دی اور خود حکومت کرنے لگا۔ چالیس دن بعد وہ انگوٹھی ایک مچھلی کے پیٹ سے نکلی۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسے پہن لیا۔ وہ پھر بادشاہ ہو گئے" (عبدالرزاق کتاب المغازی باب بنیان بیت المقدس جزء ۵ صفحہ ۴۲۶)۔

اس قصہ کی قتادہ سے اوپر کوئی سند نہیں اور نہ اسے مرفوعًا بیان کیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ قصہ لغو ہے اور اسرائیلیات سے ماخوذ ہے۔

علامہ نسفی نے لکھا ہے یہ اباطیل یہود میں سے ہے (تفسیر مدارک تفسیر سورہ صٓ ۳/۱۴۸۸)۔

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سنا کہ ایک جزیرہ میں ایک بہت عظیم الشان بادشاہ ہے۔ سمندر میں ہونے کی وجہ سے کوئی اس تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوا کے ذریعہ اس کے شہر میں پہنچ گئے۔ وہاں کے بادشاہ کو قتل کر دیا۔ اس کی بیٹی کو اسلام کی دعوت دی، وہ مسلم ہو گئی تو اس سے نکاح کر لیا۔ اس عورت کو اپنا باپ بہت یاد آتا تھا۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے لئے اس کے باپ کا مجسمہ بنوا دیا۔ اس عورت نے اس کو کپڑے پہنائے اور اس کو سجدہ کرنے لگی۔ جب سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس بات کی خبر ہوئی تو انہوں نے اس بت کو توڑ ڈالا اور اس عورت کو سزا دی۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام جنگل چلے گئے۔ وہاں وہ کئی دن تک توبہ و استغفار کرتے رہے۔ اس اثناء میں ایک شیطان جس کا نام صخر تھا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شکل میں آیا ان کی انگوٹھی ان کی لونڈی سے لے کر چلا گیا اور سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جگہ حکومت کرنے لگا۔ ان کی بیویوں کے پاس بھی جانے لگا۔ چالیس دن اسی طرح گذر گئے۔ شیطان نے وہ انگوٹھی سمندر میں پھینک دی۔ ایک مچھلی نے

اللہ تعالیٰ نے ہوا کو ان کا تابع کر دیا۔ ہوا ان کے حکم سے چلتی تھی۔ وہ اس کے ذریعہ سفر کیا کرتے تھے اور اکثر وہ اس کے ذریعہ برکتوں والی زمین یعنی بیت المقدس اور اس کے اردگرد کے علاقہ کی طرف جایا کرتے تھے۔ وہ ہوا پر صبح کے وقت ایک ماہ کی مسافت طے کرتے اور شام کے وقت ایک ماہ کی مسافت طے کرتے تھے [1]

اللہ تعالیٰ نے شیاطین اور جنّات کو ان کے قابو میں کر دیا۔ جنّات ان کے حکم سے مکانات تعمیر کرتے تھے اور سمندروں میں غوطے لگاتے تھے۔ جنّات محرابیں اور مجسمے بناتے تھے اور بڑے بڑے لگن اور بڑی بڑی دیگیں بناتے تھے [2]

یہی نہیں بلکہ جنات سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور بھی کئی کام کرتے تھے [3]

== اُسے نگل لیا۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شکاری سے مچھلی خریدی۔ انگوٹھی اس کے پیٹ میں سے نکلی۔ وہ پھر بادشاہ ہو گئے۔ انہوں نے اس شیطان کو گرفتار کرایا پھر اُسے پتھر کے ایک برتن میں بند کر کے سمندر میں پھینک دیا (طبری ۲۵۲ و ۲۵۴/۱۔ یہ وہب بن منبہ کا قول ہے اور سرتاپا جھوٹ ہے۔ وہب بن منبہ تک بھی سند کے راویوں کا نام معلوم نہیں۔ افسوس کہ اس واقعہ کے گھڑنے والے کو شرم نہیں آئی)۔

طبری کی دوسری روایت میں ہے کہ اُس شیطان نے جس کا نام حبقیق تھا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سب سے زیادہ محبوب بیوی جرادہ سے وہ انگوٹھی لی تھی۔ اس کے ہاتھ سے انگوٹھی سمندر میں گر گئی۔ ایک دن سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت بھوکے تھے۔ انہوں نے ایک شکاری سے کھانا طلب کیا۔ انہوں نے اس سے کہا میں سلیمان ہوں۔ ان کے اس کہنے پر ایک شکاری نے انہیں بہت مارا حتیٰ کہ زخمی کر دیا۔ وہ اپنا خون دھونے لگے۔ بقیہ شکاریوں نے اس مارنے والے کو بہت برا بھلا کہا۔ ان شکاریوں نے انہیں دو مچھلیاں دیں ان مچھلیوں میں سے ایک مچھلی کے پیٹ سے انگوٹھی نکلی۔ وہ پھر بادشاہ ہو گئے۔ انہوں نے اس شیطان کو لوہے کے صندوق میں بند کر کے سمندر میں ڈال دیا۔ وہ قیامت تک اسی میں رہے گا (طبری ۲۵۴ و ۲۵۵/۱۔ یہ روایت جھوٹی ہے۔ اس کا قائل السدّی کذّاب ہے)۔

[1] الانبیاء ـ ۸۱ و بنی اسرائیل ـ ۱ و سبا ـ ۱۲

[2] سبا ـ ۱۳ و الانبیاء ـ ۸۲

[3] الانبیاء ـ ۸۲

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام جنّات کی غلطی پر انہیں سزا بھی دیا کرتے تھے۔ بعض جنّات کو زنجیروں سے باندھ دیا کرتے تھے [۱]

اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے (پگھلے ہوئے) تانبے کا ایک چشمہ بھی جاری کر دیا تھا [۲]

اللہ تعالےٰ نے انہیں پرندوں کی بولی بھی سکھائی تھی۔ وہ چیونٹی کی بات بھی سن لیتے تھے اور سمجھ جایا کرتے تھے [۳]

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑی شان وشوکت کے بادشاہ تھے۔ ان کا ایک محل تھا جس کا فرش شیشے کا بنا ہوا تھا [۴]

وہ تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوا کرتے تھے [۵]

الغرض ان کو ہر قسم کی نعمت عطاء کی گئی تھی [۶]

---

[۱] صٓ ۔ ۳۸

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنّات سے عہد لیا تھا کہ وہ انسانوں کو تکلیف نہ پہنچائیں (مصنف ابن ابی شیبہ جزء ۵ صفحہ ۴۰۴ ۔ ایک راوی محمد بن ابی لیلیٰ کا حافظہ خراب تھا لہذا یہ حدیث ضعیف ہے)۔

[۲] سبا ۔ ۱۲

[۳] النمل ۔ ۱۶ و ۱۹

[۴] النمل ۔ ۴۴

[۵] صٓ ۔ ۳۴

[۶] النمل ۔ ۱۶

جب سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام گھر سے نکلتے تو پرند آپ پر سایہ کرتے۔ جن وانس کھڑے رہتے جب تک وہ تخت پر نہ بیٹھ جاتے۔ وہ گورے چٹے آدمی تھے، ان کے بال بہت گھنے تھے، سفید کپڑے پہنتے تھے۔ جب سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام بالغ ہو گئے تو داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے اپنے کاموں میں مشورہ لینے لگے۔ (طبری ۳۴۴/۱ ۔ یہ وہب بن منبہ کا قول ہے۔ سند کے ایک راوی کا نام نہیں لیا گیا)۔

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک چڑے کو ایک چڑیا کے گرد گھومتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ یہ چڑا چڑیا سے شادی کرنے کے لئے کہہ رہا ہے (البدایہ ۱۹/۲ ۔ یہ ابو مالک کا قول ہے۔ ابو مالک پہچانا نہیں جاتا)۔

جب سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام جنگ کا ارادہ کرتے تو ایک تختہ پر انسانوں کو اور چوپایوں کو سوار کر لیتے اور ضروری سامان جنگ بھی اس پر چڑھا لیتے، پھر تیز آندھی کو حکم دیتے، وہ تختہ کو اٹھا لیتی (پھر وہ جنگ کے لئے روانہ ہوتے)۔ دریائے دجلہ کے ایک جانب ایک منزل میں ایک نوشتہ ہے جس کو سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اصحاب نے لکھا تھا۔ اس میں یہ لکھا تھا کہ ہم اس جگہ اترے، ہم نے اسے تعمیر نہیں کیا، اسے تعمیر شدہ پایا۔ ہوا ان کے لشکر کو لئے پھرتی تھی، جہاں وہ چاہتے تختہ کو اتار لیتے تھے، وہ ہوا جب کھیتی پر سے گذرتی تھی تو اُسے ہلاتی نہیں تھی (طبری ۳۴۴ و ۳۴۵/۱ ۔ محمد بن اسحٰق نے اسے بیان کیا ہے لیکن اس کے قائلین کا نام نہیں بتایا)۔

اسی قسم کی ایک روایت ابن عباسؓ سے بھی ہے (طبری ۳۴۵/۱ ۔ یہ روایت موقوف ہے۔ منزل، نوشتہ اور کھیتی کے نہ ہلنے کا ذکر اس میں نہیں ہے)۔

ایک دن ان کے حکم سے جنّات، انسان اور پرندوں کے لشکر جمع کئے گئے، پھر ان کے علیحدہ علیحدہ دستے بنائے گئے۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام ان لشکروں کے ساتھ ایک جلوس کی شکل میں نکلے۔ چلتے چلتے وہ چیونٹیوں کی ایک وادی میں پہنچے۔ ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں داخل ہوجاؤ، ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور ان کے لشکر تمہیں کچل ڈالیں اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی بات سنی اور مسکرائے پھر اس طرح دعاء کی: اے میرے ربّ مجھے توفیق دے کہ میں تیرے احسانات کا جو تونے مجھ پر اور میرے والدین پر کئے ہیں ان کا شکر ادا کرسکوں اور مجھے توفیق دے کہ میں ایسے عمل کروں جن کو تو پسند فرمائے اور مجھے اپنی رحمت سے نیک بندوں میں شامل کرلے[۱]

ایک دن انہوں نے پرندوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ سوائے ہدہد کے سب پرندے حاضر ہوگئے۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو (یہاں) نہیں پاتا؟ کیا وہ غیر حاضر ہے؟ اگر وہ غیر حاضر ہے تو میں اسے اس غیر حاضری پر سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح کر ڈالوں گا یا وہ اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ پیش کرے۔ کچھ ہی دیر گذری تھی کہ ہدہد آگیا۔ اس نے سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا: مجھے ایک ملک کا پتہ چلا ہے جس کا آپ کو ابھی تک پتہ نہیں۔ وہ ملک سبا ہے اور میں اس ملک کی ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ ملک سبا پر ایک عورت حکومت کرتی ہے۔ اُسے ہر قسم کی نعمت دی گئی ہے اور اس کا ایک بڑا (عظیم الشان) تخت ہے جس پر وہ بیٹھتی ہے[۲]

وہ اور اس کی قوم کے لوگ اللہ کے علاوہ سورج کی پرستش کرتے ہیں۔ شیطان نے انہیں یہی سمجھایا ہے اور انہیں سیدھے راستے سے روک دیا ہے۔ وہ بڑے گمراہ لوگ ہیں۔ وہ اللہ کو سجدہ کیوں نہیں کرتے جو آسمانوں کی اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو ظاہر کرتا ہے اور وہ ظاہر اور پوشیدہ

---

[۱] النمل۔ ۱۷ تا ۱۹

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لشکر تین سو میل تک تھا۔ ۷۵ میل تک انسانوں کا لشکر تھا، ۷۵ میل تک جنّات کا لشکر، ۷۵ میل تک جانوروں کا، ۷۵ میل تک پرندوں کا لشکر تھا۔ ان کے ایک ہزار محل شیشے کے تھے۔ ہوا ان کو ہر بات کی خبر دیتی تھی (حاکم کتاب التاریخ ۲/۵۸۹۔ محمد بن کعب سے آگے اس کی سند غائب ہے۔ محمد بن کعب تک کی سند بھی ضعیف ہے۔ ابومعشر نجیح بن عبدالرحمٰن السندی المدنی منکر الحدیث ہے)۔

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے چھ سو کرسیاں رکھی جاتی تھیں۔ شریف انسان ان کے قریب بیٹھتے۔ پھر ان کے قریب شریف جن بیٹھتے، پھر وہ پرندوں کو بلاتے تو وہ ان پر سایہ کرتے، پھر ہوا کو بلاتے تو وہ ان کو لے کر اڑتی (حاکم کتاب التاریخ۔ ۲/۵۸۹۔ یہ روایت موقوف ہے)۔

پوری زمین کے بادشاہ صرف چار ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں (حاکم کتاب التاریخ ۲/۵۸۹۔ یہ روایت موقوف ہے۔ ایک راوی عمرو بن عبداللہ الوادعی مجہول الحال ہے)۔

[۲] النمل۔ ۲۰ تا ۲۲

ہر چیز سے واقف ہے۔ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے [1]

(ہدہد کی یہ تقریر سننے کے بعد سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہدہد سے فرمایا اچھا) ہم دیکھتے ہیں کہ تو سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ بول رہا ہے [2]

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام تبلیغ اسلام اور جہاد فی سبیل اللہ کے جذبہ سے تو سرشار رہا ہی کرتے تھے لہٰذا انہوں نے فوراً ملکہ سبا کے نام ایک خط لکھا اور اس کو اسلام کی دعوت دی۔ خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ میرے مقابلہ میں سرکشی نہ کرو اور مسلم بن کر آجاؤ [3]

خط لکھنے کے بعد انہوں نے ہدہد سے کہا: جا میرا یہ خط لے جا اور اس کو اس قوم پر ڈال دے، پھر ان سے ذرا ہٹ جا اور دیکھتا رہ کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ ہدہد نے وہ خط لے جا کر ڈال دیا۔ ملکہ نے جب اس خط کو دیکھا تو اپنے سرداروں سے کہا: اے سردارو، میرے پاس ایک معزز خط ڈالا گیا ہے۔ یہ خط سلیمان کی طرف سے ہے۔ اس کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوئی ہے اس میں لکھا ہے کہ سرکشی نہ کرو اور مسلم بن کر میرے پاس آجاؤ۔ اے سردارو، مجھے رائے دو کہ اس معاملہ میں مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ میں تو تمہارے مشورہ کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کرتی۔ سرداروں نے کہا: ہم بڑے طاقتور اور بڑے جنگجو لوگ ہیں، حکم دینا آپ کا کام ہے (تعمیل کرنا ہمارا کام ہے) آپ غور کرلیں کہ آپ کیا حکم دے رہی ہیں [4]

سرداروں کے جذباتی جواب پر ملکہ سبا نے کہا: بادشاہ جب کسی بستی میں (فاتحانہ) داخل ہوتے ہیں تو اس بستی کو خراب کر دیا کرتے ہیں اور وہاں کے عزت دار لوگوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں اور یہ بھی ایسا ہی کریں گے۔ میں ان کو ایک ہدیہ بھیجتی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ قاصد کیا جواب لاتے ہیں [5]

(جب قاصد سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں پہنچے تو سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے) کہا: کیا تم لوگ مال و دولت سے میری مدد کرنا چاہتے ہو۔ مجھے جو کچھ اللہ نے دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تم کو دیا ہے۔ اپنے ہدیہ سے تم ہی خوش ہو رہے ہو گے (ہمیں اس سے کوئی خوشی نہیں پہنچی)۔ تم واپس جاؤ (پھر دیکھو کیا ہوتا ہے)۔ ہم تمہارے پاس ایسے لشکر لے کر آئیں گے جن کا مقابلہ تم نہیں کر سکو گے۔ ہم تمہیں ذلیل و خوار کر کے وہاں سے نکال دیں گے [6]

---

[1] النمل - ۲۴ تا ۲۶
[2] النمل - ۲۷
[3] النمل - ۲۹ تا ۳۱
[4] النمل - ۲۸ تا ۳۳
[5] النمل - ۳۴ و ۳۵
[6] النمل - ۳۶ و ۳۷

(جب وہ قاصد چلے گئے تو) سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے سرداروں سے کہا:
اے سردارو، تم میں سے کون ملکہ (سبا) کا تخت میرے پاس لے آئے گا۔ اس سے قبل کہ وہ میرے پاس مسلم بن کر آئیں۔ ایک قوی ہیکل جن نے کہا: میں آپ کے پاس وہ تخت لے آؤں گا قبل اس اس کے کہ آپ اپنی جگہ سے کھڑے ہوں۔ میں اس کام کی طاقت بھی رکھتا ہوں اور میں امانت دار بھی ہوں ؎۱

ایک شخص نے جس کو کتاب کا علم تھا کہا: میں تخت کو اس سے پہلے کہ آپ کی پلک جھپکے آپ کے پاس لے آؤں گا (اور اتنی دیر میں وہ لے بھی آیا)۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا: یہ میرے رب کا فضل ہے، وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری، جو شخص شکر کرتا ہے تو اس میں اسی کا فائدہ ہے اور جو شخص ناشکری کرتا ہے (تو وہ اللہ کا کیا بگاڑے گا) اللہ تو غنی اور عزت والا ہے ؎۲

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سرداروں سے کہا: اس تخت میں کچھ ردوبدل کردو، ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ راہ راست پر آتی ہے یا گمراہی پر جمی رہتی ہے (اگر وہ اس معجزہ کی حقیقت کو سمجھ گئی تو ایمان لے آئے گی اور اگر نہیں سمجھ سکی تو ایمان نہیں لائے گی۔ الغرض حکم کی تعمیل میں سرداروں نے تخت میں ردوبدل کر دیا) ؎۳

؎۱ النمل ـ ۳۸ و ۳۹

؎۲ النمل ـ ۴۰

وہ شخص جس نے کہا تھا کہ میں پلک جھپکنے میں تخت کو لے آؤں گا آدمی تھا۔ اس کا نام بلیخا تھا اسے اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم معلوم تھا۔ کوئی کہتا ہے وہ شخص سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دوست آصف تھا۔ کوئی کہتا ہے آصف نے وضوء کیا، دو رکعتیں پڑھیں پھر دعاء کی (تفسیر ابن جریر جزء ۹ ص۱۶۲ تا ص۱۶۵۔ کوئی روایت مرفوع نہیں ہے۔ مزید برآں یہ روایتیں آپس میں متفق بھی نہیں)۔

پلک جھپکنے کی مدت میں تخت لانے والا کون تھا اس کا کسی کو صحیح علم نہیں۔ کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ کہتا ہے۔ کوئی کہتا ہے جبریل تھے، کوئی کہتا ہے (کوئی اور) فرشتہ تھا، کوئی کہتا ہے آصف بن برخیا تھا (معالم التنزیل جلد ۴ ص۳)

محمد قرطبی نے اس سلسلہ میں ۸ قول نقل کئے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب) (الجامع لاحکام القرآن المعروف بہ تفسیر قرطبی جزء ۱۳ ص۲۰۵)۔

پلک جھپکنے کی مدت میں لانے والا آصف بن برخیا تھا، اسے اسم اعظم یا حیّ یا قیوم کا علم تھا (تفسیر ابن عباس ص۲۳۶۔ یہ روایت موضوع ہے۔ اس کی سند کے دو راوی محمد بن مروان السدی اور کلبی کذاب ہیں۔ کلبی کو نوکا فرتک کہا گیا ہے (تہذیب ترجمہ محمد بن السائب کلبی)۔

؎۳ النمل ـ ۴۱

بلقیس کی ماں جنیہ تھی یا باپ جنّ تھا (تفسیر ابن جریر جزء ۱۹ ص۱۶۹۔ یہ حدیث صحیح نہیں۔ اس حدیث کی سند میں سعید بن بشیر قتادہ سے روایت کر رہا ہے۔ سعید بن بشیر کی قتادہ سے روایت منکر ہوتی ہے (تہذیب)۔

جب ملکہ سبا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچی تو اس سے پوچھا گیا : کیا تمہارا تخت بھی ایسا ہی ہے۔ ملکہ نے کہا گویا یہ وہی ہے اور ہمیں تو پہلے ہی علم ہو گیا تھا (کہ آپ واقعی نبی ہیں) اور ہم مسلم ہو گئے تھے [1]

اس گفتگو کے بعد ملکہ سے کہا گیا : محل کے اندر چلو۔ وہ محل کے اندر داخل ہوئی۔ اُسے محسوس ہوا کہ محل کے فرش پر پانی کھڑا ہوا ہے۔ اس نے اپنے کپڑے اٹھائے اور پنڈلی کھول دی۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا : (یہ پانی نہیں ہے)۔ یہ ایسا محل ہے کہ اس کا فرش شیشہ کا بنا ہوا ہے [2]

ملکہ کہنے لگی : میں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے معبودوں کی عبادت کر کے اپنے اوپر بڑا ظلم کیا۔ میں اب سلیمان کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین کے لئے اسلام قبول کرتی ہوں [3]

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ملکہ کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام معبودوں کی عبادت سے روک دیا [4]

---

[1] النمل ۔ ۴۲

[2] النمل ۔ ۴۴

بلقیس جب سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچی تو اس کے ساتھ ۳۱۲ رئیس تھے۔ ہر رئیس کے ساتھ دس ہزار افراد تھے (طبری ۳۴۷/۱۔ یہ عبداللہ بن شداد کا قول ہے)۔

بلقیس نے سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا وہ خوشگوار پانی کونسا ہے جو نہ آسمان سے برسا اور نہ زمین سے نکلا۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا "ہینگ کا عرق"۔ بلقیس نے کہا آپ نے ٹھیک بتایا۔ پھر سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے کئی سوال کئے وہ نہیں بتا سکی (طبری ۳۴۹/۱۔ یہ حسن کا قول ہے)۔

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سنا کہ بلقیس کی پنڈلیوں پر بہت بال ہیں۔ اس بات کی تحقیق کے لئے انہوں نے محل بنوایا۔ بلقیس نے کپڑا اٹھا کر پنڈلیاں کھول لیں۔ اس کی پنڈلیوں کے بال پنڈلیوں پر مڑے ہوئے تھے۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چونے سے اس کے بال منڈوائے اور پھر اس سے نکاح کر لیا (طبری ۳۴۹/۱۔ یہ حسن بصری تابعی کا قول ہے)۔

جب بلقیس مسلم ہو گئی تو سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے کہا تم اپنی قوم میں سے کسی کو پسند کر لو میں اس سے تمہارا نکاح کر دوں گا۔ اس نے کہا میرے مثل (عورت) مرد سے نکاح کرے گی؟ میری قوم میں بادشاہ ہیں، میرے شایان شان نہیں (کہ میں نکاح کروں)۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا اسلام میں یہ ضروری ہے۔ بلقیس نے کہا اگر اس کے بغیر چارہ نہیں تو میرا نکاح ذاتبع شاہ ہمدان سے کر دیجئے۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا نکاح شاہ ہمدان سے کر دیا (طبری ۳۵۰/۱۔ یہ وہب بن منبہ کا قول ہے۔ سند بھی صحیح نہیں ہے۔ ایک راوی کا نام نہیں لیا گیا)۔

[3] النمل ۔ ۴۴

[4] النمل ۔ ۴۳

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکیمانہ فیصلے

ایک شخص کی بکریوں نے رات کے وقت کسی دوسرے شخص کے کھیت میں گھس کر کھیتی کو کھایا بھی اور تباہ و برباد بھی کیا۔ کھیت کے مالک نے داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔ (انہوں نے کچھ فیصلہ کیا، سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کچھ اور فیصلہ کیا)۔ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مقدمہ کا حل سمجھا دیا اور اسی کی بنیاد پر انہوں نے فیصلہ کیا (اور بہت حکیمانہ فیصلہ کیا)۔ [1]

دو عورتیں اپنے اپنے بچّہ کو لئے ہوئے کہیں بیٹھی تھیں کہ اتنے میں ایک بھیڑیا آیا اور ایک بچّہ کو اٹھا کر لے گیا۔ اس عورت نے جس کے بچّہ کو بھیڑیا لے گیا تھا دوسری عورت سے کہا: بھیڑیا تمہارے بچّہ کو لے گیا ہے۔ اس نے کہا: نہیں وہ تمہارے بچّہ کو لے گیا ہے۔ الغرض دونوں میں جھگڑا ہوا اور وہ دونوں فیصلہ کے لئے داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچیں۔ انہوں نے داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مقدمہ کی تفصیل بیان کی۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بچّہ بڑی عمر والی عورت کو دلوا دیا۔ وہ دونوں سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچیں اور ان سے مقدمہ کی کیفیت بیان کی (ایک روایت میں ہے کہ وہ دونوں باہر نکلیں تو ان کو سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام ملے۔ انہوں نے ان عورتوں سے پوچھا: بادشاہ نے تمہارے معاملہ میں کیا فیصلہ کیا۔ چھوٹی نے کہا: بڑی کے حق میں فیصلہ کیا)۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میرے پاس چھری لاؤ تاکہ میں اس بچّہ کو چیر کر دونوں میں تقسیم کر دوں۔ یہ سن کر چھوٹی عمر والی عورت نے کہا: اللہ آپ پر رحم کرے، ایسا نہ کیجئے۔ یہ بچّہ اسی عورت کا ہے۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام سمجھ گئے کہ بچّہ اسی عورت کا ہے جب ہی تو یہ بچّہ کے دو ٹکڑے کرنے کے لئے تیار نہیں۔ الغرض سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فیصلہ کر دیا کہ وہ بچّہ چھوٹی عمر والی عورت کا ہے [2]

---

[1] الانبیاء ـ ۷۸ و ۷۹

داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک مقدمہ آیا: ایک شخص کی بکریاں رات کو کسی شخص کی کھیتی کو چر گئیں۔ بکریوں نے باغ کو تباہ کر دیا۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فیصلہ کیا کہ باغ والا بکریاں لے لے۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اے اللہ کے نبی، اس کے علاوہ (صحیح) فیصلہ (مجھے معلوم) ہے۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: وہ کیا ہے۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: باغ بکری والے کو دیا جائے۔ وہ اس کو اسی طرح دوبارہ تیار کرے جس طرح وہ بکریاں کھانے سے پہلے تھا اور بکریاں باغ والے کے حوالے کی جائیں اور وہ ان سے فائدہ اٹھائے۔ جب باغ دوبارہ تیار ہو جائے تو باغ باغ والے کے حوالہ کیا جائے اور بکریاں ان کے مالک کے حوالہ کی جائیں۔ یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کہ ہم نے سلیمان کو فیصلہ سمجھا دیا (حاکم ۲/۵۸۸؛ طبری ۲/۲۴۴، تفسیر ابن کثیر ۳/۱۸۶ ـ یہ روایت موقوف ہے)۔

[2] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب قول اللہ تعالیٰ ووھبنا لداؤد سلیمان ۴/۱۹۸ و صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب بیان اختلاف المجتھدین ۲/۶۳ ـ عبدالرزاق نے بھی اسی کے مثل روایت کیا ہے لیکن خط کشیدہ عبارت صرف مصنف عبدالرزاق میں ہے اور اس کی سند صحیح ہے (مصنف عبدالرزاق ۷/۱۸۷)۔

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جادو سے بریّت

یہودی جادو کرتے رہتے تھے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ اس علم کو انہوں نے سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جادو سے بری قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (کہ جادو کفر ہے) سلیمان نے یہ کفر (ہرگز) نہیں کیا [1]

جب بیت المقدس کی تعمیر تکمیل کے قریب پہنچی تو سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین دعائیں کیں :۔ (۱) میں ایسا فیصلہ کروں جو اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کو پالے (۲) ایسی حکومت مجھے ملے جو دوسرے کو نہ ملے اور (۳) جو شخص بھی اس مسجد میں آکر نماز پڑھے تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جائے جیسا وہ پیدائش کے وقت تھا۔ ان کی (پہلی دو) دعائیں قبول ہوگئیں۔ [2]

---

[1] البقرۃ ۔ ۱۰۲

[2] ابن ماجۃ کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء فی الصلوٰۃ فی مسجد بیت المقدس ۔ سندہ صحیح۔ صحیح ابن ماجۃ ۲۳۷/۱ و رواہ النسائیؒ فی کتاب المساجد باب فضل المسجد الاقصیٰ والصلوٰۃ فیہ ۔ سندہ صحیح ۔ صحیح نسائی ۱۴۹/۱ ۔ خط کشیدہ عبارت صرف نسائیؒ میں ہے ۔

جتنے نبی سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے گذرے ہیں ان میں سے کوئی بھی اپنی اُمّت میں اتنے عرصہ بادشاہ نہیں رہا جتنے عرصہ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی اُمّت میں بادشاہ رہے (حاکم کتاب التاریخ ۵۸۸/۲ ۔ اس حدیث کی سند میں کئی راوی مجہول الحال ہیں۔ لوگ کہتے ہیں ۲۰ سال بادشاہ رہے۔ حاکم ۵۸۸/۲ ۔ یہ بے سند ہے اور باطل ہے) ۔

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنّ وانس، شیاطین، پرندوں اور درندوں پر سات سو سال اور چھ مہینے حکومت کی۔ ان کے زمانہ میں بہت سی عجیب چیزیں بنائی گئیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض کرنے کا ارادہ کیا تو ان پر وحی بھیجی کہ اللہ کا علم اور اس کی حکمت اپنے بھائی کو سپرد کر دیں۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چار سو اسّی لڑکے تھے (حاکم ۵۸۸/۲ ۔ امام ذہبی کہتے ہیں یہ باطل ہے ۔ یہ امام جعفر کا قول ہے ۔ سند میں محمد بن حسان مجہول الحال ہے) ۔

جب سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو انہوں نے چودہ دن تک جشن منایا۔ بلقیس ملکہ سبا ان کے پاس آئی پھر اپنے شہر واپس لوٹ گئی ۔ ایک دن ان کے ہاتھ سے انگوٹھی گر گئی ۔ ایک شیطان نے اُسے اٹھا لیا اور حکومت کرنے لگا۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مصاحب آصف نے اس کا حکم ماننے سے انکار کر دیا ۔ شیطان بھاگ گیا اور انگوٹھی سمندر میں پھینک دی ۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ انگوٹھی مچھلی کے پیٹ سے ملی ۔ وہ پھر بادشاہ ہو گئے (یعقوبی ۵۸ و ۵۹/۱ ۔ نہ قائل کا نام ہے اور نہ سند ہے) ۔

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے جنّات تعمیر وغیرہ کا کام کرتے رہتے تھے۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام عصا کے سہارے کھڑے ہوئے عبادت کر رہے تھے کہ اسی حالت میں ان کو موت آگئی۔ موت کے بعد بھی ان کا جسم اسی طرح کھڑا رہا۔ جنّات جو مختلف کاموں میں مشغول رہا کرتے تھے یہی سمجھتے رہے کہ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں لہٰذا وہ بدستور اپنے اپنے فرائض ادا کرتے رہے [1] سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عصا کو دیمک نے کھا لیا۔ عصا گر پڑا اور اس کے ساتھ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جسم بھی گر پڑا۔ اب جنّات کو معلوم ہوا کہ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام وفات پا چکے ہیں۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا علم ہوتے ہی جنّات نے کام چھوڑ دیا اور اب انہیں معلوم ہوا کہ وہ غیب کا علم نہیں رکھتے۔ اگر وہ غیب کا علم رکھتے ہوتے تو سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کی انہیں خبر ہو گئی ہوتی اور وہ اتنے عرصہ مزید کیوں مصیبت جھیلتے اور تکلیف اٹھاتے [2]

---

[1] سبا۔ ۱۳ و ۱۴

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ملک الموت سے کہا جب تم میری روح قبض کرنے کا ارادہ کرو تو مجھے بتا دینا۔ انہوں نے کہا اس بات کا علم مجھے تم سے زیادہ نہیں (البدایہ ۲/۳۱ - یہ خیثمہ کا قول ہے)۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ملک الموت نے سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر دی کہ آپ کی موت قریب آگئی۔ انہوں نے شیاطین کو بلایا اور شیشے کا ایک محل تیار کرایا اور اس میں اپنے عصا کے سہارے کھڑے ہو گئے۔ ملک الموت نے روح قبض کر لی (البدایہ ۲/۳۲ - یہ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا قول ہے)۔

[2] سبا۔ ۱۴

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو اپنے سامنے ایک درخت کو دیکھا۔ انہوں نے اس سے پوچھا: تمہارا کیا نام ہے۔ اس نے کہا خروب۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا: تو کس لئے ہے؟ اس نے کہا: اس گھر کو ویران کرنے کے لئے۔ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اے اللہ میری موت کو جنّات پر ظاہر نہ کر یہاں تک کہ انسان جان لیں کہ جنّات کو علم غیب نہیں ہوتا۔ الغرض وہ اپنے عصا کے سہارے کھڑے ہو گئے۔ دیمک نے عصا کو کھا لیا، وہ گر پڑے۔ انسانوں کو معلوم ہو گیا کہ جنّات کو علم غیب نہیں ورنہ وہ ایک سال تک کیوں تکلیف میں رہتے۔ جنّات نے دیمک کا شکریہ ادا کیا اور اب وہ دیمک کے لئے جہاں کہیں وہ ہو پانی لے آتے ہیں (طبرانی کبیر جزء ۱۱ صفحہ ۴۵۲، طبری ۳۵۵/۱۔ اس روایت کی سند میں عطاء بن السائب ہیں جن کا حافظہ آخر عمر میں بہت خراب ہو گیا تھا۔ جو کچھ لوگ سکھاتے تھے وہ کہنے لگتے تھے اور یہ حدیث انہوں نے حافظہ خراب ہونے کے بعد ہی بیان کی ہے لہٰذا یہ سخت ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے (تہذیب التہذیب) ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے اس درخت کو اکھاڑا اور اپنے باغ میں لگا دیا پھر وہ اپنے عصاء کے سہارے نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے (طبری ۳۵۶/۱۔ یہ روایت موقوف ہے۔ السدّی راوی کذاب ہے)۔ ابن کثیر نے اس کو بحوالہ ابن جریر اور ابن ابی حاتم روایت کیا ہے۔ پھر لکھتے ہیں اس کے رفع میں غرابت اور نکارت ہے (تفسیر ابن کثیر ۳/۵۲۹)۔

یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام

یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام متّی کے لڑکے تھے ؎۱

یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے ؎۲

یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قوم کو اللہ تعالےٰ کے عذاب سے ڈراتے رہے۔ قوم نے ایمان قبول نہیں کیا تو یہ اس سے ناراض ہو گئے اور عذاب موعود کے آنے سے پہلے یہ گمان کرکے کہ ایسی صورت میں جبکہ عذاب آنے ہی والا ہے اگر وہ قوم کو چھوڑ کر چلے جائیں تو اللہ تعالےٰ ان کی گرفت نہیں کرے گا وہ قوم کو چھوڑ کر چلے گئے۔ انہوں نے قوم کو چھوڑنے کے سلسلے میں اللہ تعالےٰ کے صریح حکم کا انتظار نہیں کیا محض حسن ظن کی بنیاد پر قوم کو چھوڑ دیا ؎۳

قوم کو چھوڑنے کے بعد وہ ایک کشتی میں سوار ہو گئے۔ کشتی والوں نے کسی خاص وجہ سے قرعہ اندازی کی کہ کس کو کشتی کے باہر پھینک دیا جائے، قرعہ یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام نکلا اور وہ کشتی

؎۱ صحیح بخاری کتاب بدء الخلق ۱۹۳/۲ وصحیح مسلم کتاب الفضائل ۲۴۶/۲

؎۲ والصّٰفّٰت - ۱۳۹

؎۳ الانبیآء - ۸۷ و نٓ - ۴۸

یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش میں تنگی تھی۔ جب ان پر نبوّت کے بوجھ رکھے گئے اور نبوّت کے کئی بوجھ ہوتے ہیں، ان کو کم ہی لوگ اٹھاتے ہیں تو ہوا یہ کہ بوجھ کے نیچے چوتھائی حصّہ ٹوٹ گیا۔ انہوں نے اس کو بدن سے اتار پھینکا، اور اس سے نکل کر بھاگے۔ یہی وہ چیز ہے جو ان آیات میں بیان ہوئی ہے۔ فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل اور واصبر لحکم ربك ولا تکن کصاحب الحوت (حاکم - ۵۸۴/۲ - یہ بیان وہب کی طرف منسوب ہے۔ اس کا بنانے والا عبدالمنعم ہے جو کذّاب ہے)۔

یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام نینوٰی میں نبی بنا کر بھیجے گئے۔ لوگوں نے انہیں جھٹلایا تو وہ ان سے ناراض ہو کر غصّہ کی حالت میں چل دئے۔ لوگوں نے جب ان کو نہ پایا تو توبہ کی اور ایمان لے آئے (مدارک ۳۰۷/۲ - نہ سند ہے اور نہ قائل کا نام ہے)۔

جبریل علیہ السلام یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئے اور کہا کہ نینوٰی جا کر وہاں کے لوگوں کو عذاب سے ڈراؤ۔ انہوں نے کہا۔ میں سواری تلاش کرلوں۔ انہوں نے کہا وہ کام اس سے زیادہ جلدی چاہتا ہے۔ یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا جوتی تلاش کرلوں۔ انہوں نے کہا وہ کام اس سے زیادہ جلدی کا طالب ہے۔ یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غصہ آگیا اور وہاں سے روانہ ہو کر کشتی میں سوار ہو گئے۔ کشتی نہ آگے بڑھتی تھی اور نہ پیچھے ہٹتی تھی۔ قرعہ اندازی ہوئی۔ قرعہ میں یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام نکلا۔ ایک مچھلی سے کہا گیا ہم نے یونس کو تیرا رزق نہیں بنایا ہے بلکہ تجھ کو ان کی پناہ گاہ اور مسجد بنایا ہے۔ مچھلی نے ان کو نینوٰی کے مقام پر جا کر باہر ڈال دیا (طبری ۴۵۸/۱ - یہ شہر بن حوشب کا قول ہے۔ سند میں ایک راوی ابو بلال محمد بن سلیم ضعیف ہے)۔

جب قوم نے ایمان قبول نہیں کیا تو وہ قوم کو چھوڑ کر چلے گئے۔ جب عذاب آیا تو قوم نے توبہ کرلی۔ عذاب ٹل گیا۔ یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عذاب کے ٹل جانے کی خبر ہوئی تو انہیں غصہ آگیا۔ کہنے لگے میں نے ان سے عذاب کا وعدہ کیا تھا۔ وہ غلط نکلا: لہٰذا وہ اپنے رب سے ناراض ہو کر چلدئے اور قوم کے پاس جانا پسند نہیں کیا (طبری ۴۵۹/۱ - یہ روایت موقوف ہے۔ سلمہ راوی متکلم فیہ ہے)۔

کے باہر سمندر میں پھینک دئے گئے۔ ایک مچھلی نے ان کو نگل لیا۔ وہ سمجھ گئے کہ انہوں نے قوم کو چھوڑنے کے سلسلہ میں حکمِ الٰہی کا انتظار نہ کر کے اچھا نہیں کیا لہذا وہ اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے[1] انہوں نے (سمندر کی) تاریکیوں میں یہ تسبیح پڑھنی شروع کی:- لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (ترجمہ) (اے اللہ) تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں، تو پاک ہے، میں ہی ظالموں میں سے ہوں (تیرے حکم کا انتظار نہ کر کے میں نے اپنے اوپر ظلم کیا)۔ الغرض انہوں نے معافی مانگی، اپنی فروگذاشت کا اعتراف کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کی فریاد سن لی اور ان کو اس غم و اندوہ سے نجات دی[2]

---

[1] والصّٰفّٰت - ۱۴۰ تا ۱۴۲

[2] الانبیاء - ۸۷ و ۸۸

یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کی توبہ عاشورہ کے روز قبول ہوئی (طبرانی کبیر جزء ۹ صفحہ ۶۹) یہ حدیث موضوع ہے۔ بنانے والا عثمان بن مطر ہے (حوالہ مذکور) (تفسیر مدارک - ۲/۷۰۳ - بے سند ہے)۔

یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام چالیس دن مچھلی کے پیٹ میں رہے (حاکم ۲/۵۸۴ - یہ روایت موقوف ہے)۔

یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مچھلی نے چاشت یا شام کے وقت نگلا تھا (۲/۵۸۴ - یہ ایک تابعی کا قول ہے۔ شریک راوی ضعیف ہے)۔

یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مچھلی کے پیٹ میں سجدہ کیا اور کہا اے میرے رب میں نے ایسی جگہ سجدہ کیا ہے جہاں کبھی کسی نے سجدہ نہیں کیا (حاکم ۲/۵۸۵ - یہ قول امام حسن بصری کی طرف منسوب ہے۔ سنید بن داؤد راوی میں کچھ کلام ہے)۔

سمندر میں طوفان آیا۔ کشتی والوں نے کہا یہ طوفان تم میں سے کسی کے گناہ کے سبب سے آیا ہے۔ قرعہ اندازی میں یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام نکلا لہذا وہ سمندر میں پھینک دئے گئے۔ مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کے بعد ایک دن وہ یقطین درخت کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ سوکھ گیا ہے۔ اس کو اس حالت میں دیکھ کر وہ غمگین ہوئے اور رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب کیا کہ تمہیں درخت کے سوکھ جانے کا تو غم ہوا اور ایک لاکھ بلکہ اس سے بھی زیادہ آدمیوں کی ہلاکت پر رنج نہیں ہوا۔ پھر اللہ نے انہیں منتخب فرمایا اور ان کو ان کی قوم کے پاس جانے کا حکم دیا۔ وہ روانہ ہوئے تو راستے میں ایک چرواہا ملا۔ انہوں نے اس سے قوم کا حال پوچھا اس نے کہا بخیر و عافیت ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ ان کے رسول ان کے پاس واپس آئیں گے۔ یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے کہا کہ تم ان سے کہنا کہ میں یونس سے مل کر آیا ہوں۔ اس نے کہا میں بغیر گواہ کے ایسا نہیں کر سکتا۔ یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک بکرے کو، زمین کے ایک حصہ کو اور ایک درخت کو گواہ بنایا۔ انہوں نے گواہی دی کہ چرواہے نے یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کی ہے پھر وہ اپنی قوم کے پاس آ گئے (طبری جزء اول صفحہ ۴۶ - یہ ایک مجہول شخص کا قول ہے)۔

اگر وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس نہ کرتے اور اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ان کی دستگیری نہ کرتا تو وہ قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے [1]

اللہ تعالیٰ نے ان کو مچھلی کے پیٹ سے نجات دی اور انہیں ایک کھلے میدان میں ڈال دیا [2]

مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے وہ بیمار ہو گئے تھے اور ان کی بری حالت تھی، اللہ نے ان کے اوپر لوکی کی ایک بیل اگا دی [3]

اللہ تعالےٰ نے ان کو نوازا اور اپنے نیک بندوں میں شامل کر لیا [4]

اس اثناء میں قوم کے لوگ ڈر گئے اور انہوں نے ایمان قبول کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر سے عذاب کو ٹال دیا [5]

پھر اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی قوم کے ایک لاکھ بلکہ اس سے بھی زیادہ افراد کی طرف بھیج دیا۔ ان کی قوم نے ان کی تصدیق کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک وقت مقررہ تک کے لئے دنیوی عیش وراحت سے متمتع کیا [6]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کسی بندے کے لئے زیبا نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں یونس بن متّٰی سے بہتر ہوں [7]

---

[1] والصّٰفّٰت - ۱۴۳ و ۱۴۴

اللہ تعالےٰ نے مچھلی کو وحی بھیجی کہ وہ یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نہ گوشت کھائے اور نہ ہڈی توڑے۔ انہوں نے سمندر کے جانوروں کے تسبیح پڑھنے کی آواز کو سنا تو وہ بھی تسبیح پڑھنے لگے۔ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا اے ہمارے رب ہم نے غربت کی زمین میں ایک کمزور سی آواز سنی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ یونس کی آواز ہے فرشتوں نے سفارش کی تو اللہ تعالےٰ نے مچھلی کو ان کے اگل دینے کا حکم دیا (طبری جلد اول ص۴۶۱۔ تفسیر ابن کثیر ۳/۱۹۲ بحوالہ محمد بن اسحٰق و بزار۔ تفسیر ابن جریر جزء ۱۷ ص۸۱۔ سند میں ایک راوی کا نام نہیں ہے)۔

[2] الانبیاء - ۸۸ و والصّٰفّٰت - ۱۴۵

[3] والصّٰفّٰت - ۱۴۶

اللہ تعالیٰ نے ان پر لوکی کی بیل اگا دی اور ایک پہاڑی بکری کو ان کے لئے تیار کیا وہ صبح وشام ان کو دودھ پلایا کرتی تھی (طبری ۱/۴۶۲۔ یہ روایت موقوف ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا: آپ کو لوکی بہت پسند ہے۔ فرمایا: یہ میرے بھائی یونس کا درخت ہے (تفسیر مدارک ۳/۴۷۱۔ یہ حدیث بے سند ہے)۔

[4] نٓ - ۵۰

[5] یونس - ۹۸

[6] والصّٰفّٰت - ۱۴۷ و ۱۴۸

[7] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ان یونس لمن المرسلین ۴/۱۹۴ و صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی ذکر یونس علیہ السلام وفیہ قال اللہ تبارک وتعالیٰ ۲/۲۴۶۔ (نوٹ خط کشیدہ عبارت صرف صحیح مسلم میں ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

میں نہیں کہتا کہ کوئی شخص یونس بن متیٰ سے بہتر ہے [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

جس نے کہا کہ میں یونس بن متیٰ سے بہتر ہوں اس نے غلطی کی [2]

یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حج کیا۔ وہ وادی ہرشیٰ یا لفت سے لبیک کہتے ہوئے گذرے۔ وہ سرخ اونٹنی پر سوار تھے جس کی لگام کھجور کی چھال کی بنی ہوئی تھی۔ وہ صوف کا جُبّہ پہنے ہوئے تھے [3]

---

[1] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق ۴/۱۹۴

[2] صحیح بخاری کتاب التفسیر باب سورۃ الصّٰفّٰت ۶/۱۵۵

[3] (صحیح ابن ماجہ کتاب المناسک باب الحج علی الرحل جزء ۲ ص۱۴۹ ۔ سندہ صحیح)۔ ہرشی ایک پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ منورہ اور شام کے درمیان واقع ہے۔ لفت حرمین کے درمیان قدید پہاڑ کی ایک وادی ہے (و روی الحاکم نحوہٗ ۲/۵۸۴ وسندہ صحیح)۔

یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام آسودگی میں بہت نماز پڑھتے تھے (حاکم ۲/۵۸۴ ۔ یہ امام حسن بصری کا قول ہے)۔

عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام

عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہودی اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہیں [1]

---

[1] التوبۃ ـ ۳۰
عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام صالح حکمت والے بندے تھے۔ ایک دن وہ اپنی جائداد پر تشریف لے گئے۔ انہیں ایک ویران جگہ نظر آئی۔ انہوں نے کہا: اللہ اسے اس کی موت کے بعد کیسے زندہ کرے گا (البدایہ ۴۴/۲۔ اسحاق بن بشر راوی کذاب ہے)۔
دوبارہ زندہ ہونے کے بعد وہ اپنے گدھے پر سوار ہوئے۔ پھر اپنے محلہ میں آئے۔ لوگوں نے ان کا انکار کیا اور ان کے گھر کا بھی انکار کیا۔ وہ وہاں سے چلدئے۔ ایک نابینا بڑھیا کے پاس سے گزرے۔ وہ جب اُسے چھوڑ کر گئے تھے تو وہ ۲۰ سال کی تھی۔ انہوں نے بڑھیا سے پوچھا یہ عزیر کا گھر ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ وہ رونے لگی کہنے لگی اتنے طویل عرصہ سے کسی شخص سے بھی عزیر کا ذکر نہیں سنا۔ انہوں نے کہا: میں عزیر ہوں۔ بڑھیا نے کہا: میرے لئے دعاء کرو۔ انہوں نے دعاء کی وہ بینا ہو گئی اور چلنے پھرنے لگی۔ پھر اس نے کہا میں گواہی دیتی ہوں کہ تم عزیر ہو۔ وہ ان کو بنی اسرائیل کی مجلس میں لے گئی۔ ان کے عزیر ہونے کی گواہی دی لیکن لوگوں نے اسے جھٹلایا۔ ان کے بیٹے نے کندھوں کے درمیان ایک سیاہ دھبہ سے انہیں پہچان لیا۔ انہوں نے توریت کو پھر ترتیب دیا۔ لوگ انہیں اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنے لگے (البدایہ ـ ۴۴ و ۴۵/۲۔ اسحاق بن بشر راوی کذاب ہے)۔
انہوں نے قدر کے متعلق اللہ تعالیٰ سے سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی فہرست میں سے ان کا نام مٹا دیا۔ (البدایہ ۴۶/۲ یہ جھوٹ ہے۔ امام ابن کثیر کہتے ہیں یہ منکر ہے)۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایک نبی ایک درخت کے نیچے اترے۔ ایک چیونٹی نے انہیں کاٹا۔ انہوں نے پورے چھتہ کو نکال کر جلوا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایک چیونٹی کو کیوں نہیں جلایا۔ مجاہد کہتے ہیں یہ نبی عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے (البدایہ ۴۷/۲۔ حدیث تو صحیح ہے لیکن مجاہد کا قول صحیح نہیں۔ راوی اسحاق بن بشر کذاب ہے)۔

تین نبی علیہم الصلوٰۃ والسلام

اللہ تعالیٰ نے ایک بستی میں دو رسولوں کو بھیجا۔ لوگوں نے ان کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے تیسرے رسول کو ان کی امداد کے لئے بھیجا۔ ان تینوں نے کہا: ہم تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ لوگوں نے کہا تم ہمارے ہی جیسے آدمی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نازل نہیں فرمائی۔ تم جھوٹ بولتے ہو۔ رسولوں نے کہا ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم بے شک (اس کی طرف سے) تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں۔ ہمارے ذمہ تو صاف صاف پہنچا دینا ہے۔ لوگوں نے کہا: ہم تم کو منحوس سمجھتے ہیں۔ اگر تم باز نہیں آئے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے اور ہم سے تم کو بڑی سخت تکلیف پہنچے گی۔ ان رسولوں نے کہا۔ تمہاری نحوست تو خود تمہارے ساتھ ہے۔ تم حد سے بڑھ جانے والے لوگ ہو۔ اتنے میں شہر کے پرلے سرے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا۔ اس نے کہا ان رسولوں کی پیروی کرو۔ ایسے لوگوں کی پیروی کرو جو ہدایت پر بھی ہیں اور تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتے اور مجھے کیا ہو گیا کہ میں اس ہستی کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا۔ کیا میں اس کے علاوہ ایسے لوگوں کو بھی الٰہ سمجھوں جو اگر رحمٰن مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش ذرا سی بھی میرے کام نہ آئے اور نہ وہ مجھے (اس نقصان سے) بچا سکیں۔ اگر میں ایسا کروں تو میں کھلی گمراہی میں جا پڑا۔ میں تمہارے ربّ پر ایمان لایا ہوں (لوگوں نے اس شخص کو قتل کر دیا) اس سے کہا گیا جنّت میں داخل ہو جا۔ اُس نے کہا کاش میری قوم میری مغفرت کے حال سے واقف ہوتی۔ الغرض لوگوں پر ایک سخت آواز کا عذاب آیا اور وہ سب ہلاک ہو گئے [1]

---

[1] یٰسٓ ۔ ۱۳ تا ۲۹

دو آدمی ۔ ایک دولتمند، ایک مفلس

کسی زمانہ میں دو شخص تھے ۔ ایک کے پاس انگور کے دو باغ تھے ۔ باغوں کے اردگرد کھجور کے درخت تھے اور دونوں کے درمیان کھیتی بھی ہوتی تھی ۔ دونوں باغوں میں نہر بھی جاری تھی ۔ دونوں باغوں میں خوب پھل لگتے تھے ۔ ایک دن وہ اپنے غریب ساتھی سے کہنے لگا: میں مال کے لحاظ سے بھی تم سے زیادہ مالدار ہوں اور جمعیت کے لحاظ سے بھی میں تم سے زیادہ طاقتور ہوں ۔ وہ یہ باتیں کرتا ہوا باغ میں داخل ہُوا ۔ اس نے کہا میں نہیں سمجھتا کہ یہ باغ کبھی برباد ہوگا اور نہ میں گمان کرتا ہوں کہ قیامت کبھی قائم ہوگی اور اگر میں اپنے ربّ کے پاس گیا بھی تو اس سے بہتر جگہ مجھے ملے گی ۔ اس کے ساتھی نے کہا کیا تو اس ہستی کا انکار کرتا ہے جس نے تجھ کو مٹی سے بنایا ، پھر نطفہ سے پیدا کیا ، پھر تجھے پورا انسان بنا دیا ۔ وہ اللہ ہی میرا ربّ ہے اور میں اپنے ربّ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا ۔ جب تو اپنے باغ میں آیا تو یہ دیکھ کر کہ میں مال اور اولاد کے لحاظ سے تجھ سے کم ہوں تو نے اس طرح کیوں نہیں کہا جو اللہ نے چاہا (دیا) کسی میں کوئی قوت نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ۔ ہوسکتا ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے بہتر (باغ) دے دے اور تیرے باغ پر ایسی آفت نازل کرے کہ اس کو چٹیل میدان کر دے یا اس کا پانی گہرائی میں چلا جائے اور تو اس کو حاصل نہ کر سکے ۔ الغرض کسی آفت نے اس کے پھلوں کو گھیر لیا اور وہ صبح کے وقت اس مال پر جو اس نے اُس باغ پر خرچ کیا تھا ہاتھ ملتا رہ گیا ۔ باغ اپنی ٹٹیوں پر گرگیا تھا ۔ وہ کہنے لگا کاش میں نے اپنے ربّ کے ساتھ شرک نہ کیا ہوتا (یعنی مادّہ پرستی نہ کی ہوتی) ۔ اس کی کوئی جمعیت نہیں تھی جو اس کی مدد کرتی اور نہ وہ خود ہی انتقام لے سکا (اس قصّہ سے) معلوم ہوا کہ ہر قسم کی کارسازی اللہ کے اختیار میں ہے ۔ وہی بہتر ثواب دینے والا ہے [1]

---

[1] الکہف ۔ ۳۲ تا ۴۴

شہرِ سبا

کسی زمانہ میں سبا بڑا سرسبز اور شاداب شہر تھا۔ سڑک کے دونوں کناروں پر دو باغ تھے۔ اللہ تعالٰے نے اہل سبا اور ان بستیوں کے درمیان جن بستیوں میں اللہ تعالٰے نے بڑی برکت رکھی تھی بہت سی بستیاں آباد کر رکھی تھیں جو سڑک سے نظر آتی تھیں۔ سفر کو آسان کرنے کے لئے مختلف مقامات پر منزلیں مقرر کر دی تھیں۔ رات اور دن ہر وقت امن و امان کے ساتھ سفر کیا جاتا تھا کسی قسم کا خطرہ نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت کی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق کو کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہو (یعنی اللہ تعالٰے کے احکام پر چلتے رہو)۔ کتنا اچھا شہر اللہ نے تم کو دیا ہے۔ شہر بھی اچھا ہے اور شہر کا رب بھی (اچھا) خطاؤں کو بخشنے والا، لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی، اللہ تعالٰے کے احکام سے روگردانی کی۔ جو سہولتیں اللہ تعالیٰ نے مہیا کی تھیں وہ ان کو ناگوار گذرنے لگیں۔ کہنے لگے: اے ہمارے رب ہماری منزلوں کو دور کر دے۔ انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ ناشکری اور نافرمانی کی تو اللہ تعالٰے نے ان پر سیلاب کا عذاب بھیج دیا۔ سیلاب نے ان کے باغوں کو اجاڑ دیا۔ ان باغوں کو اللہ تعالٰے نے دو ایسے باغوں میں تبدیل کر دیا جن کے پھل بدمزا تھے، جن میں کچھ جھاؤ کے درخت اور کچھ بیری کے درخت تھے۔ الغرض اللہ تعالٰے نے انہیں نیست و نابود کر کے افسانہ بنا دیا [1]

---

[1] سبا - ۱۵ تا ۱۹

زکریّا علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت زکریّا علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالےٰ کے جلیل القدر نبی تھے۔ وہ بڑے صالح اور نیکیاں کرنے والے تھے، اللہ تعالےٰ کو امید و بیم کے ساتھ پکارتے رہتے تھے اور اس کے ساتھ بڑی عاجزی اور انکساری کا اظہار کیا کرتے تھے[1]

اپنی گذر اوقات کے لئے وہ کسی کے دست نگر نہیں تھے بلکہ بڑھئی کا کام کر کے اپنی روزی کماتے تھے[2]

حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں کوئی لڑکا تولد نہیں ہوا تھا وہ فکر مند رہا کرتے تھے کہ دین کے کام کو کون سنبھالے گا۔ رشتہ داروں سے انہیں اس سلسلہ میں کوئی امید نہیں تھی بلکہ انہیں اندیشہ تھا کہیں وہ دین کے لئے نقصان دہ ثابت نہ ہوں[3]

حضرت مریم جب بطنِ مادر میں تھیں توان کی والدہ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی نذر کردیا تھا۔ جب حضرت مریم پیدا ہوئیں تو اللہ تعالےٰ نے حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کا کفیل بنا دیا۔ حضرت زکریّا علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کبھی حضرت مریم کے پاس جاتے تو دیکھتے کہ ان کے پاس کھانے کی چیزیں رکھی ہوئی ہیں۔ ایک دن انہوں نے حضرت مریم سے پوچھا یہ کھانے کی چیزیں تمہارے پاس کہاں سے آتی ہیں؟ حضرت مریم نے کہا: اللہ تعالےٰ کے پاس سے، وہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق مہیّا فرماتا ہے۔ یہی وہ موقع تھا کہ انہیں لڑکے کے لئے دعاء کرنے کا خیال آیا (انہیں توقع ہوئی کہ جو اللہ تعالےٰ پردۂ غیب سے رزق مہیّا کرسکتا ہے وہ پردۂ غیب سے بغیر مادّی اسباب کے لڑکا بھی دے سکتا ہے)[4]

حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی خفیہ آواز سے اپنے ربّ کو پکارا اور اس طرح دعاء کی: اے میرے ربّ، میری ہڈّیاں کمزور ہوگئی ہیں، میرا سر بڑھاپے سے سفید ہوگیا ہے (میری موت کا وقت قریب آگیا ہے، میرے بعد دین کے کام کو کون سنبھالے گا) مجھے اپنے

---

[1] الانعام۔ ۸۵ و الانبیآء ـ ۹۰
زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام بنی اسرائیل کے آخری نبی تھے (حاکم ۲/۵۹۰ ـ احمد بن نصر نہیں پہچانا جاتا۔ مزید برآں یہ روایت موقوف ہے اور قرآن مجید کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ہے)۔
[2] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل زکریا علیہ السلام ۲/۳۴۶
[3] مریم ـ ۵
[4] اٰل عمران ـ ۳۵ و ۳۷ و ۳۸

رشتہ داروں سے اندیشہ ہے کہ وہ کہیں دین کے کام کو نقصان نہ پہنچائیں میں تجھ سے دعاء کرکے کبھی مطلوبہ چیز سے محروم نہیں رہا (اور امید ہے کہ آئندہ بھی کبھی دعاء کی مقبولیت سے محروم نہیں رہوں گا)، اے میرے ربّ، میری بیوی اگرچہ بانجھ ہے اور میں بوڑھا ہو چکا ہوں (لیکن تجھ سے ناامید نہیں ہوں) تو مجھے اپنی طرف سے ایک لڑکا عنایت فرما جو (دینی خدمات کے سلسلہ میں) میرا بھی وارث ہو اور آل یعقوب کا بھی وارث ہو (وہ بنی اسرائیل میں پوری طرح سے دینی خدمات کو سنبھال لے)۔ اے میرے ربّ مجھے ایسا فرزند عطا فرما جو بہت نیک اور تجھ سے محبت کرنے والا ہو، بے شک تو دعاء کا سننے والا (اور قبول کرنے والا) ہے [1]

اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاء قبول فرمائی اور فرشتوں کے ذریعہ سے انہیں لڑکا تولد ہونے کی خوشخبری سنائی۔ وہ اپنے عبادت خانہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ فرشتوں نے انہیں آواز دی اور کہا: بے شک اللہ آپ کو ایک بیٹے کی ولادت کی خوشخبری دیتا ہے اس لڑکے کا نام "یحییٰ" ہوگا اور یہ ایسا نام ہے کہ اس سے پہلے اس نام کا کوئی آدمی پیدا نہیں ہوا۔ وہ اللہ کے کلمہ (یعنی عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی تصدیق کرے گا، وہ سردار، پاکباز، نبی اور صالح ہوگا۔

یہ خوشخبری جب حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سنی تو (تعجب سے) پوچھا: اے میرے ربّ، میرے لڑکا کیسے ہوگا؟ میری بیوی بانجھ ہے اور میں حد سے زیادہ بوڑھا ہو چکا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انہیں حالات میں ہوگا، تمہارے ربّ کے لئے یہ کام کچھ بھی مشکل نہیں وہ تو تمہیں اس سے پہلے ایسے حالات میں پیدا کرچکا ہے جب تم کچھ بھی نہیں تھے (تمہارا کہیں ذکر فکر نہیں تھا) [2] حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: اے میرے ربّ میرے لئے کوئی نشانی مقرر کر دیجئے کہ اس سے میں پہچان جاؤں کہ اب لڑکا پیدا ہونے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہارے لئے میں نے یہ نشانی مقرر کر دی ہے کہ تم تین دن اور تین رات مسلسل کسی سے بات نہ کرو، بس اپنے ربّ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو اور صبح و شام اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے رہو۔ اگر کسی ضرورت سے کسی سے کچھ کہنا ہو تو اشارہ کر دو (اس سے زیادہ کچھ نہیں، جب تم ایسا کرو گے تو پھر بہت جلد اللہ تعالیٰ تم کو فرزند عطاء فرمائے گا)۔

الغرض حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا ہی کیا۔ ان تین دنوں میں کسی وقت وہ اپنی قوم کے پاس باہر آئے اور ان کو بھی اشارے سے صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنے کا حکم دیا۔

---

[1] مریم - ۳ تا ۶ و آل عمران - ۳۸
[2] مریم - ۷ تا ۹ و آل عمران - ۳۹ و ۴۰

اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا لڑکا عنایت فرمایا جو والدین کے ساتھ حسن سلوک اور عام انسانوں کے ساتھ ہمدردی اور شفقت کرتا تھا۔ اس لڑکے کا نام اللہ تعالیٰ کے فرمان کے بموجب یحییٰ رکھا گیا[1]

زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات

زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے سلسلہ میں نہ قرآن مجید میں کوئی ذکر ہے اور نہ حدیث میں[2]

---

[1] مریم ـ ۱۰ و ۱۱ و آل عمران ـ ۴۱

زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر تین دن اور تین رات کے لئے مہر لگا دی گئی۔ وہ تندرست تھے لیکن بات نہیں کر سکتے تھے (حاکم کتاب التاریخ ۲/۵۹۱ ـ یہ نوف البکالی کا قول ہے)۔

جب فرشتوں نے زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بیٹے کی ولادت کی خوشخبری دی تو شیطان زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آیا اور کہنے لگا جو آواز تم نے سنی تھی وہ شیطان کی آواز تھی۔ وہ تم سے مذاق کر رہا تھا۔ اگر اللہ کی طرف سے وہ آواز ہوتی تو دستور کے مطابق وحی کرتا۔ زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شک ہوا تو کہنے لگے میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا (حاکم ۲/۵۹۰ ـ یہ روایت موقوف ہے)۔

جب انہیں لڑکے کی ولادت کی خوشخبری سنائی گئی تو انہوں نے اس کی علامت دریافت کی۔ اس سوال کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان پر مہر لگا دی (تفسیر ابن جریر ۳/۲۵۹ ـ یہ قتادہ کا قول ہے)۔

[2] جب یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام قتل کر دیئے گئے تو زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے بچاؤ کے لئے بھاگے۔ وہ ایک باغ میں داخل ہوئے۔ بادشاہ نے ان کی گرفتاری کے لئے آدمی بھیجے۔ ایک درخت نے ان سے کہا: اے اللہ کے نبی آیئے۔ وہ اس کے پاس گئے تو وہ درخت شق ہوگیا۔ زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام اس میں داخل ہوگئے۔ ابلیس نے ان کا دامن پکڑ لیا۔ وہ دامن درخت کے باہر رہ گیا۔ ابلیس پھر گرفتار کرنے والوں سے ملا اور انہیں زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پتہ بتا دیا۔ انہوں نے یقین نہیں کیا تو انہیں وہ دامن دکھایا۔ گرفتار کرنے والوں نے درخت کو آرے سے چیر دیا۔ زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انتقال ہوگیا (البدایہ ۲/۵۴ ـ اسحاق بن بشر راوی کذاب ہے)۔

ان کے قتل کا سبب یہ بتایا گیا ہے کہ ابلیس نے بنی اسرائیل سے کہا کہ حضرت مریم زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاملہ ہوئی ہیں۔ وہی ان کے پاس جایا کرتے تھے۔ بنی اسرائیل نے ان کو گرفتار کرنا چاہا۔ وہ ایک درخت میں چھپ گئے۔ انہوں نے درخت کو چیر ڈالا (کامل ۱/۲۰۲ ـ نہ قائل کا پتہ ہے اور نہ کوئی سند ہے)۔ (البدایہ ۲/۵۲ ـ عبدالمنعم بن ادریس کذاب ہے)۔ (المختصر ۱/۴۴ ـ بے سند ہے)۔

یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لڑکے تھے۔ وہ ایسے حالات میں پیدا ہوئے کہ ان کے والد بوڑھے ہو چکے تھے اور ان کی والدہ بانجھ تھیں۔ یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے یحییٰ نام کا کوئی آدمی نہیں گزرا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی پیدائش سے پہلے ان کا نام رکھ دیا تھا[1]

اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی سے ان کو نیک بنایا تھا۔ وہ بڑے نرم مزاج، والدین کے اطاعت گزار اور خدمت گزار تھے۔ وہ انتہائی پاک باز، سردار اور متقی و پرہیزگار تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی میں نبوت عطاء فرمائی تھی اور کتابِ الٰہی پر عمل کرنے کا حکم دیا تھا[2]

---

[1] مریم ۷ و ۸ و آل عمران ۔ ۴۰

[2] آل عمران ۔ ۳۹ و مریم ۔ ۱۲ و ۱۳

بنی آدم میں سے ایک بھی آدمی ایسا نہیں جس نے خطا نہ کی ہو یا خطا کا ارادہ نہ کیا ہو سوائے یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے (طبرانی کبیر جزء ۱۲ ص ۲۱۶ والحاکم کتاب التاریخ ۲/۵۹۱ ۔ اس روایت میں علی بن زید ضعیف ہے۔ حاکم کی ایک سند میں علی بن زید نہیں ہے لیکن وہ روایت مرسل ہے۔ مسند احمد کی روایت میں بھی علی بن زید منکر الحدیث ہے۔ الغرض یہ روایت موقوف ہے یا مرسل (یا ضعیف ہے) (البدایہ ۔ ۲/۵۱)۔

یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام عورتوں کے قریب نہیں جاتے تھے اور نہ انہیں ان کی طرف کسی قسم کی خواہش تھی۔ وہ ایک خوبصورت جوان آدمی تھے، ان کے بال کم تھے، ان کی انگلیاں چھوٹی تھیں، ناک لمبی تھی، بھنویں ملی ہوئی تھیں، باریک آواز تھی، عبادت بہت کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں بہت قوی تھے (حاکم ۲/۵۹۱ ۔ یہ کعب کا قول ہے۔ سند میں دو راوی حمید اور مدرک پہچانے نہیں جاتے)۔ یحییٰ علیہ الصلوٰۃ حصور تھے یعنی وہ اس قابل نہیں تھے کہ عورتوں کے پاس جائیں (تفسیر ابن جریر جزء ۳ ص ۲۵۵ تا ص ۲۵۶ ۔ یہ بعض تابعین کا قول ہے)۔

ان کے پاس نہ دینار تھے نہ درہم اور نہ رہنے کے لئے مکان۔ جہاں رات ہو گئی وہیں مقیم ہو گئے۔ روتے بہت تھے۔ ان کے رخسار گل گئے اور ڈاڑھیں نظر آنے لگیں (کامل ۱/۱۹۹ ۔ نہ قائل کا پتہ ہے اور نہ سند کا)۔

جب عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی بنائے گئے تو یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی نبوت کی تصدیق کی۔ یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نیکی کے کاموں پر بہت تیزی سے عمل کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو امید و بیم کے ساتھ پکارتے رہتے تھے اور اس کے سامنے انتہائی عاجزی وانکساری کا اظہار کرتے تھے[1]۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو پانچ باتوں کے متعلق حکم دیا تھا کہ وہ خود بھی اُن پر عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی اس پر عمل کرنے کا حکم دیں۔ انہوں نے بنی اسرائیل کو نصیحت کرنے میں کچھ تاخیر کردی تو عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ باتوں پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور آپ کو یہ بھی حکم دیا ہے کہ آپ بنی اسرائیل کو بھی ان باتوں پر عمل کرنے کا حکم دیں تو اب یا تو آپ بنی اسرائیل کو ان باتوں کا حکم دیں ورنہ میں ان کو حکم دوں گا۔ یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

[1] الانبیآء - ۹۰

دمشق کے بادشاہ نے اپنی بھتیجی سے نکاح کیا، پھر اُسے طلاق دیدی پھر رجوع کرنا چاہا تو یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب تک وہ سرے سے نکاح نہ کرے دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا۔ اس عورت نے بادشاہ سے کہہ کر انہیں قتل کرادیا (البدایہ ۲/۵۵ یہ قاسم مولیٰ معاویہ کا قول ہے)۔

ان کے زمانہ کا بادشاہ ہیرودس اپنی بھتیجی سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے منع کیا۔ جب یہ بات بھتیجی کی والدہ کو پہنچی تو اس نے اپنی بیٹی سے کہا کہ اب اگر بادشاہ آئے تو اس سے کہنا کہ یحییٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو قتل کردے۔ (کامل ۱/۱۹۹ - نہ قائل کا پتہ ہے اور سند کا)۔

یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جو بادشاہ تھا وہ اپنی بھتیجی سے نکاح کرنا چاہتا تھا۔ وہ ہر روز بھتیجی کی ایک حاجت پوری کرتا تھا۔ جب بھتیجی کی ماں کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے اپنی لڑکی سے کہا جب تو بادشاہ کے پاس جائے اور وہ تجھ سے تیری حاجت کے متعلق سوال کرے تو اس سے کہنا کہ میری حاجت یہ ہے کہ تو یحییٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو ذبح کردے۔ بادشاہ نے کہا: اس کے سوا کوئی اور حاجت بیان کر۔ اس نے انکار کردیا۔ اس نے یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلایا اور ذبح کردیا۔ ان کے خون کا ایک قطرہ زمین پر گرا۔ وہ برابر جوش مارتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو بھیجا۔ بنی اسرائیل کی ایک بوڑھی عورت اس کے پاس گئی اور وہ (جوش مارتا ہوا) خون اُسے دکھایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ جب تک خون کا جوش ختم نہ ہو وہ اُس ملک کے لوگوں کو قتل کرتا رہے۔ اس نے ستر ہزار آدمی قتل کئے اس کے بعد وہ خون ٹھہر گیا (حاکم ۲/۵۹۲ - یہ روایت موقوف ہے)۔

نے فرمایا "اگر تم نے مجھ پر سبقت کی تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں مجھ پر عذاب نہ نازل ہو جائے یا میں دھنسا نہ دیا جاؤں"۔[1]

الغرض حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں جمع کیا جب پوری مسجد بھر گئی تو انہوں نے وعظ شروع کیا انہوں نے کہا اللہ عزوجل نے مجھے پانچ باتوں کے متعلق حکم دیا ہے کہ میں خود بھی ان پر عمل کروں اور تمہیں حکم دوں کہ تم بھی ان پر عمل کرو۔ پہلا حکم یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کرو کیوں کہ جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو اس کی مثال اس آدمی جیسی ہے جو اپنے خالص مال یعنی سونے یا چاندی سے کوئی غلام خریدے پھر اس سے کہے کہ یہ میرا گھر ہے اور یہ میرا کام ہے لہٰذا میرے لئے کام کرتے رہو اور اپنا عمل مجھے ادا کرتے رہو تو وہ غلام عمل کرے اور اپنے آقا کے علاوہ دوسرے کو اپنا عمل ادا کرے تو تم میں سے کون اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا غلام ہو اور وہ اپنا عمل اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کو ادا کرے۔ بے شک اللہ نے تم کو پیدا کیا اور تمہیں رزق دیا تو تم اس کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کرو اور بے شک اللہ عزّوجل نے تمہیں نماز کا حکم دیا ہے لہٰذا جب تم اپنے چہرے کو (نماز میں) قائم کر دو[2] تو اِدھر اُدھر

---

[1] اس حدیث کا حوالہ پوری حدیث کے اختتام پر ص۲۲۵ پر ہے۔

معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا ان کے قتل کا سبب کیا تھا۔ انہوں نے کہا یحییٰ بہت خوبصورت تھے۔ ملکہ نے ان سے زنا کے لئے کہا۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ ملکہ نے بادشاہ سے کہہ کر انہیں قتل کروا دیا (البدایہ ۲/۵۴۔ اس حدیث کا راوی اسحاق بن بشر کذّاب ہے لہٰذا یہ روایت جھوٹی ہے)۔

جب بنی اسرائیل نے سرکشی کی اور انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا تو اللہ نے ان پر فارس کے بادشاہ بُخت نَصّر کو مسلط کر دیا۔ اس نے بنی اسرائیل کے ملک کو تاخت و تاراج کیا وغیرہ وغیرہ۔ یہ بہت لمبی حدیث ہے (تفسیر ابن جریر جزء ۱۵ ص۲۲ ایک راوی رواد بن الجراح سخت ضعیف ہے بلکہ متروک ہے۔ مزید برآں رواد نے خود اس حدیث کا انکار کیا ہے۔ وہ کہتا ہے یہ میری طرف غلط منسوب ہے (تہذیب)۔

[2] اس حدیث کا حوالہ پوری حدیث کے اختتام پر ص۲۲۵ پر ہے۔

نہ دیکھو اس لئے کہ اللہ اپنا چہرہ اپنے بندے کے لئے قائم کر دیتا ہے جب تک وہ بندہ نماز پڑھتا ہے اور اس سے منہ نہیں پھیرتا جب تک بندہ اپنا چہرہ اس کی طرف سے نہ پھیر لے اور اللہ تمہیں روزوں کا حکم دیتا ہے تو روزہ دار کی مثال اس شخص جیسی ہے جو کسی جماعت میں ہو اور اس کے پاس تھیلی ہو جس میں مشک ہو تو سب کے سب اُسے پسند کرتے ہیں یا اُن کو اس کی خوشبو پسند آتی ہے اور روزہ دار کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے اور اللہ تمہیں صدقہ کا حکم دیتا ہے تو صدقہ دینے والے کی مثال اس شخص جیسی ہے جس کو دشمن نے قید کر لیا ہو اور ہاتھ گردن سے باندھ دیا ہو پھر اس کو اس کی گردن مارنے کے لئے آگے کیا ہو اس وقت وہ کہے کہ میں قلیل یا کثیر مال سے اپنے نفس کا فدیہ دیتا ہوں پھر وہ اپنے نفس کا فدیہ دے (اور بچ جائے) اور اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ اس کا ذکر کیا کرو ذکر کرنے والے کی مثال اس شخص جیسی ہے جس کے پیچھے دشمن (دوڑتا ہوا) نکلے یہاں تک کہ وہ ایک قلعہ کے پاس پہنچے اور اپنی جان بچا لے۔ بندہ اپنے نفس کو (کسی بھی ذریعہ سے) شیطان سے نہیں بچا سکتا سوائے اللہ کے ذکر کے ذریعہ کے [1]

---

[1] صحیح ابن خزیمہ ۲/۶۴۔ سندہ صحیح و الترمذی فی ابواب الامثال و صححہ ۲/۲۹۵ و احمد۔ بلوغ الامانی ۲/۱۲۷ و الحاکم ۱/۴۲۱ و سندہ صحیح و شرح السنۃ ۱۰/۴۹۔ ابن خزیمہ میں روزے کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت مریم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا

حضرت مریم حضرت عمران کی لڑکی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آل عمران کو تمام عالم پر فضیلت دی تھی اور ان کو منتخب فرمایا تھا۔ اسی منتخب خاندان میں اللہ تعالےٰ نے حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا [۱] جب حضرت مریم اپنی والدہ کے پیٹ میں تھیں تو ان کی والدہ نے اپنے پیٹ کے بچہ کو لڑکا سمجھ کر اس کو اللہ تعالیٰ کی نذر کر دیا۔ نذر کرنے کے بعد انہوں نے دعاء کی کہ اے میرے ربّ اس نذر کو قبول فرما [۲]۔

الغرض جب حضرت مریم بطن مادر سے باہر آئیں تو ان کی والدہ نے کہا: اے میرے ربّ یہ تو لڑکی پیدا ہوئی (اس کو کیسے نذر کروں، یہ کیا دین کی خدمت کرے گی) لڑکا ہوتا تو اس لڑکی جیسا (کمزور) نہ ہوتا [۳]

ان کی والدہ نے ان کا نام مریم رکھا اور دعاء کی کہ اے میرے ربّ میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود کی برائی سے تیری پناہ میں دیتی ہوں [۴]

---

[۱] آل عمران - ۳۳ تا ۳۶
زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور عمران کی بیویاں بہنیں تھیں۔ اُمّ یحییٰ زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیوی تھیں اور امّ مریم عمران کی بیوی تھیں۔ حضرت مریم ماں کے پیٹ میں تھیں کہ ان کے والد عمران کا انتقال ہوگیا (حاکم ۲/۵۹۱ - یہ محمد بن اسحاق کا قول ہے)۔
حنہ والدہ مریم کے ہاں (صرف) حضرت مریم پیدا ہوئیں اور حضرت مریم کے ہاں صرف عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تولد ہوئے (حاکم ۲/۵۹۲ - یہ روایت موقوف ہے اور ضعیف بھی ہے اس لئے کہ اس کا راوی ابو المثنی پہچانا نہیں جاتا)۔
قرظی کہتے ہیں کہ حضرت مریم موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہن تھیں۔ امام ابن کثیر کہتے ہیں یہ بکواس ہے اور بڑی سخت غلطی ہے (تفسیر ابن کثیر ۲/۱۱۹)۔
(یَا اُخْتَ ہارون) کی تفسیر میں کعب نے کہا یہ ہارون موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائی ہارون نہیں ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ نے فرمایا: تم نے غلط کہا۔ کعب نے کہا: اے ام المؤمنین اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کہا ہے تو وہ زیادہ جانتے ہیں اور زیادہ باخبر ہیں اور اگر آپ نے نہیں فرمایا تو ان دونوں کے درمیان چھ سو سال کا عرصہ تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ کچھ نہیں بولیں (تفسیر ابن کثیر ۲/۱۱۹ - بیان کرنے والے کا پتہ نہیں کون ہے۔ یہ روایت جھوٹی ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دشمنی میں کسی دشمنِ اسلام نے بنائی ہے)۔
[۲] آل عمران - ۳۵
[۳] آل عمران - ۳۶
[۴] آل عمران - ۳۶

اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو ان کی والدہ کی نذر کے مطابق قبول فرمایا اور بڑی اچھی طرح سے ان کی پرورش کی [۱]

جب حضرت مریم کی والدہ کا انتقال ہو گیا تو وہ اپنی خالہ ام یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہنے لگیں [۲]

حضرت مریم جب ذرا بڑی ہوئیں تو لوگوں نے ان کی کفالت کے سلسلہ میں اختلاف کیا۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ وہ کفالت کرے۔ الغرض قرعہ اندازی کی گئی۔ قرعہ حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام نکلا اور وہ حضرت مریم کے کفیل قرار پائے [۳]

حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت مریم کو اپنے عبادت خانہ میں رکھا اور ان کی خبر گیری کرتے رہے۔ حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کبھی عبادت خانہ میں ان کے پاس جاتے تو دیکھتے کہ ان کے پاس کھانے کی چیزیں رکھی ہوئی ہیں۔ ایک دن حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن سے پوچھا اے مریم یہ چیزیں کہاں سے آتی ہیں، حضرت مریم نے کہا: اللہ کے پاس سے آتی ہیں، اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے [۴]

ایک روز چند فرشتے حضرت مریم کے پاس آئے اور ان کو خوشخبری سنائی کہ اے مریم، اللہ نے تم کو منتخب فرمایا ہے، تم کو پاکیزہ بنایا ہے اور تم کو تمام دنیا کی عورتوں پر (ترجیح دے کر) منتخب فرمایا ہے۔ اے مریم، اپنے ربّ کی فرماں برداری کرتی رہو، سجدہ کرتی رہو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرتی رہو (یعنی جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتی رہو) [۵]

جب وہ جوان ہوئیں تو چند فرشتے حضرت مریم کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا: اللہ تمہیں ایک لڑکے کی بشارت دیتا ہے۔ تمہارے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہو گا۔ اس کا نام عیسیٰ بن مریم ہو گا۔ وہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ بلند مرتبہ اور مقرّبین میں سے ہو گا۔ وہ گہوارہ میں بھی بات کرے گا اور ادھیڑ عمر میں بھی بات کرے گا اور وہ صالحین میں سے ہو گا [۶]

حضرت مریم نے کہا: اے میرے ربّ، میرے ہاں لڑکا کیسے ہو گا جبکہ کسی مرد نے مجھے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسی طرح اللہ پیدا کرے گا وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا

---

[۱] آل عمران ۔ ۳۷

[۲] حاکم کتاب التاریخ ۲/۵۹۴ ۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

[۳] آل عمران ۔ ۳۷ و ۴۴

[۴] آل عمران ۔ ۳۷

[۵] آل عمران ۔ ۴۲ و ۴۳

[۶] آل عمران ۔ ۴۵ و ۴۶

ہے۔ جب وہ کسی کام کا فیصلہ کر لیتا ہے تو وہ بس اتنا کہتا ہے ہو جا وہ کام ہو جاتا ہے۔ الغرض تمہارے ہاں لڑکا ہو گا۔ اللہ اس لڑکے کو کتاب وحکمت اور توریت وانجیل کی تعلیم دے گا اور بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گا۔[1]

کچھ عرصہ کے بعد حضرت مریم اپنے خاندان سے علیحدہ ہو کر مشرق کی جانب ایک مقام میں فروکش ہو گئیں اور انہوں نے اپنے اور اہل خاندان کے درمیان ایک پردہ ڈال دیا۔ پھر اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ نے حضرت مریم سے ایک خوبصورت انسان کی شکل میں ملاقات کی۔ حضرت مریم پہچان نہ سکیں کہ وہ فرشتہ ہے۔ وہ اُسے ایک انسان سمجھ کر کہنے لگیں میں تم سے رحمٰن کی پناہ طلب کرتی ہوں۔ اگر تم متقی ہو (تو تمہیں میرے پاس تنہائی میں آنے کا کیا کام)۔ فرشتہ نے کہا: میں تمہارے رب کا فرستادہ (فرشتہ) ہوں۔ میں تم کو ایک پاکیزہ لڑکا دینے آیا ہوں۔ حضرت مریم نے پھر تعجب سے پوچھا کہ میرے ہاں لڑکا کیسے ہو گا، نہ جائز طور پر کسی مرد نے مجھے ہاتھ لگایا اور نہ ناجائز طور پر کسی مرد نے مجھے چھوا۔ فرشتہ نے کہا: اسی حالت میں ہو گا تمہارے رب نے کہا ہے کہ یہ کام اس کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں، بہت آسان ہے اور اس طرح پیدا کرنے سے اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ اُسے لوگوں کے لئے اپنی قدرت کی ایک نشانی اور سراپا رحمت بنائے۔ اللہ نے فیصلہ کر لیا ہے اور یہ کام اسی طرح ہو کر رہے گا۔[2]

الغرض اللہ تعالیٰ کی قدرت سے حضرت مریم حاملہ ہو گئیں۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت مریم کسی دور دراز مکان میں جا کر فروکش ہو گئیں۔[3]

---

[1] آل عمران - ۴۷ تا ۴۹

حضرت مریم کا نکاح یوسف نجار سے ہوا تھا لیکن انہوں نے حضرت مریم سے قربت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اٹھائے جانے کے بعد کی (کامل ۲۰۲/۱۔ اس کے قائل نصاریٰ ہیں۔ سند کوئی نہیں)۔

یوسف اور حضرت مریم دونوں گرجا کی خدمت کیا کرتے تھے۔ پانی لینے کے لئے وہ ایک غار میں جایا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت مریم اکیلی گئیں تو اس دن ان کی ملاقات جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہوئی اور وہ حاملہ ہو گئیں (کامل ۲۰۳/۱ نہ قائل کا پتہ ہے اور نہ سند کا)۔

حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی والدہ کے پیٹ میں تھے۔ ان کی والدہ کا بیان ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو اپنی والدہ کے پیٹ میں تھے سجدہ کرتے تھے (کامل ۲۰۳/۱۔ کوئی سند نہیں)۔

جب وضع حمل کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو حکم دیا کہ اپنے ملک سے چلی جاؤ تو وہ مع یوسف نجار کے مصر چلی گئیں (کامل ۲۰۵/۱۔ نہ قائل کا پتہ، نہ سند کا پتہ۔ قرآن مجید کے الفاظ فاتت بہ قومھا کے خلاف ہے)۔

مصر میں وہ ایک دہقان کے ہاں مقیم ہو گئیں۔ دہقان کے ہاں چوری ہوئی تو حضرت مریم بہت غمگین ہو گئیں۔ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چوروں کی نشاندہی کی تو ان کی پریشانی دور ہوئی۔ (کامل ۲۰۵/۱۔ یہ واقعہ جھوٹ اور بے سند ہے)۔

[2] مریم - ۱۶ تا ۲۱

[3] مریم - ۲۲

اللہ تعالیٰ نے ان کے رحم میں ایک روح پھونک دی اور کلمہ کُن سے عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کر دیا [1]

جب وضع حمل کا وقت قریب آیا اور دردِ زہ شروع ہوا تو وہ کھجور کے ایک تنے کے پاس چلی گئیں اور کہنے لگیں : اے کاش میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور بھولی بسری ہو جاتی ، (نہ یہ بچہ ہوتا اور نہ کوئی تہمت لگاتا) ۔ وہ یہ سوچ ہی رہی تھیں کہ کسی نیچے کے مقام سے فرشتہ نے انہیں آواز دی ۔ اس نے کہا : غمگین نہ ہو ، یہ دیکھو تمہارے ربّ نے تمہارے لئے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے ۔ اس میں سے پانی پیو اور کھجور کے تنے کو اپنی طرف کھینچ کر ہلاؤ تم پر تر و تازہ کھجوریں جھڑیں گی ۔ کھاتی پیتی رہو اور آنکھوں کو ٹھنڈا رکھو ۔ پھر جب تمہارے ہاں بچہ پیدا ہو جائے اور تم کسی انسان کو دیکھو تو اس سے بات نہ کرنا ۔ اگر کوئی انسان تم سے بات کرے تو (اشارہ سے) کہدینا کہ میں نے رحمٰن کے لئے روزہ رکھنے کی نذر مانی تھی لہذا آج میں کسی سے بات نہیں کرسکتی [2]

وہ (ایک دن) اُسے گود میں لے کر اپنی قوم کے پاس آئیں ۔ (جب قوم کے لوگوں نے دیکھا کہ حضرت مریم کے ہاں بغیر شوہر کے لڑکا ہوا ہے تو انہوں نے ان پر تہمت لگائی اور) کہنے لگے اے مریم ، نہ تمہارا باپ برا آدمی تھا اور نہ تمہاری ماں ہی بدکار تھی یہ تو تم نے بہت ہی برا کام کیا ۔ حضرت مریم نے فرشتہ کی ہدایت کے بموجب ان سے کوئی بات نہیں کی ۔ انہوں نے بس یہ کیا کہ بچّے کی طرف اشارہ کر دیا ۔ (ان کا منشاء یہ تھا کہ جو پوچھنا ہو اس بچّہ سے پوچھ لو) قوم کے لوگ کہنے لگے ، ہم ایسے بچّے سے کیسے بات کرسکتے ہیں جو ابھی اپنے گہوارے میں جھول رہا ہو ۔ حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام خود ہی بول اٹھے ۔ انہوں نے کہا : میں اللہ کا بندہ ہوں ۔ اللہ نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے اور میں جہاں کہیں بھی رہوں اس نے مجھے بابرکت بنایا ہے ۔ اس نے مجھے جب

---

[1] التحریم ۔ ۱۲ و النسآء ۔ ۱۷۱

حضرت مریم جب اذیت ماہانہ سے پاک ہوئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ ایک مرد ان کے ساتھ ہے ۔ وہ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے ۔ وہ ان کو دیکھ کر ڈر گئیں ۔ کہنے لگیں اگر تم متقی ہو تو میں تم سے رحمٰن کی پناہ طلب کرتی ہوں ۔ حضرت جبریل نے کہا میں فرشتہ ہوں ۔ وہ وہاں سے باہر نکلیں ۔ وہ چادر اوڑھے ہوئی تھیں ۔ جبریل نے ان کی آستین پکڑ لی اور ان کی قمیص کے گریبان میں پھونک ماری ۔ پھونک حضرت مریم کے سینہ میں داخل ہوگئی اور وہ حاملہ ہوگئیں ۔ ایک رات کو زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیوی ان سے ملنے آئیں ۔ انہوں نے کہا اے مریم ، تمہیں معلوم ہے کہ میں حاملہ ہوں ۔ حضرت مریم نے کہا : کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں بھی حاملہ ہوں ۔ زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیوی نے کہا ۔ میں نے دیکھا کہ میرے پیٹ کا بچہ اس بچہ کو جو تمہارے پیٹ میں ہے سجدہ کرتا ہے (یعنی یحیٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کرتے ہیں) ۔ جب عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام تولد ہوئے تو روئے زمین کے تمام بت سب سجدہ میں گر پڑے (حاکم ۲/۵۹۳ ۔ یہ روایت موقوف ہے) ۔

[2] مریم ۔ ۲۳ تا ۲۶

تک میں زندہ رہوں نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دیتے رہنے کا حکم دیا ہے، اس نے مجھے والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا بنایا ہے، سرکش اور بدبخت نہیں بنایا۔ میرے اوپر سلام ہے جس دن میں پیدا ہوا، جس دن میں مروں گا اور جس دن میں زندہ ہو کر دوبارہ اٹھایا جاؤں گا [1]

حضرت مریم رحمہا اللہ تعالیٰ کے فضائل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

ہر بنی آدم کی پیدائش کے وقت شیطان اُسے چھوتا ہے۔ شیطان کے چھونے سے بچہ روتا ہے لیکن حضرت مریم کی پیدائش کے وقت شیطان انہیں نہیں چھو سکا [2]

اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو منتخب فرمایا، انہیں پاک وصاف بنایا اور ان کو تمام جہانوں کی عورتوں پر پسندیدہ اور برگزیدہ کیا [3]

حضرت مریم صدیقہ تھیں [4]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "عورتوں میں کوئی کامل نہیں ہوا سوائے مریم بنت عمران اور آسیہ زوجۂ فرعون کے" [5] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مریم بنت عمران اپنی عورتوں میں سب سے بہتر ہیں اور خدیجہ اپنی عورتوں میں سب سے بہتر ہیں [6]

---

[1] مریم ۔ ۲۷ تا ۳۳

حضرت مریم کی قوم نے انہیں سنگسار کرنا چاہا لیکن جب عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بات کی تو قوم نے انہیں چھوڑ دیا (کامل ۔ ۲۰۵/۱ ۔ نہ قائل کا پتہ ہے اور نہ سند ہے۔

حضرت مریم بال کات کر کپڑا بنتی تھیں پھر وہ کپڑا خود بھی پہنتی تھیں اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی پہناتی تھیں۔ (حاکم ۵۹۷/۲ ۔ یہ روایت موقوف ہے مزید برآں جھوٹی ہے۔ سند کا ایک راوی عبدالمنعم وضاع ہے)۔

[2] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب قول اللہ تعالیٰ واذکر فی الکتاب مریم ۱۹۹/۴ ۔

[3] آل عمران ۔ ۴۲

[4] المائدہ ۔ ۷۵

[5] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب قولہ تعالیٰ "اذ قالت الملائکۃ یا مریم الی قولہ فانما یقول لہ کن فیکون ۲۰۰/۴ و صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل خدیجۃ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۲۷۰/۲ ۔

[6] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب واذ قالت الملٰئکۃ یا مریم ان اللہ اصطفٰک جزء ۴ صفحہ ۲۰۰ و صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل خدیجۃ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۲۷۰/۲ ۔

عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی و رسول تھے [۱]

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت مریم کے لڑکے تھے اور بغیر باپ کے حضرت مریم کے بطن سے معجزانہ طور پر پیدا ہوئے تھے [۲]

جب عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑے ہوئے تو انہوں نے تبلیغ شروع کی۔ انہوں نے اپنی قوم سے کہا: میں تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور اس سلسلہ میں تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں لے کر آیا ہوں [۳]

وہ یہ کہ میں تمہارے اطمینان کے لئے مٹی سے پرندے کی شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔ میں مادرزاد اندھوں کو بینا اور برص کے مریضوں کو صحتیاب کرتا ہوں۔ میں اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کرتا ہوں اور میں تمہیں یہ بھی بتاتا ہوں کہ تم نے کیا کھایا ہے اور اپنے گھروں میں کیا کیا ذخیرہ کیا ہے۔ اگر تم ایمان لے آؤ تو اس میں

---

[۱] مریم ـ ۳۰ و آل عمران ـ ۴۹

[۲] مریم ـ ۲۰ و ۲۱ و آل عمران ـ ۵۹

عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دن بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ کھیل کے دوران ایک لڑکے نے ایک بچے کو قتل کر دیا اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قتل کی تہمت لگائی۔ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقتول کو زندہ کیا۔ اس نے گواہی دی کہ میرا قاتل فلاں لڑکا ہے (کامل ۲۱۶/۱ ۔ یہ وہب کا قول ہے اور وہ بھی بے سند ہے)۔

عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام عاشورہ کے روز پیدا ہوئے (حاکم ۵۹۳/۲ ۔ یہ زید ابن الحواری کا قول ہے۔ اس کا راوی جابر جعفی رافضی ہے اور کذاب ہے)۔

عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اسکندر کی پیدائش کے ۳۶۳ سال بعد پیدا ہوئے۔ جب حضرت مریم حاملہ ہوئیں تو ان کی عمر ۱۳ سال تھی جب عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اٹھائے گئے تو ۳۲ سال کے تھے (حاکم ۵۹۶/۲ ۔ یہ نصاریٰ کا قول ہے جس کو وہب بن منبہ نے تردیداً نقل کیا ہے)۔

جب عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے تو دنیا کے تمام بت سجدہ ریز ہو گئے (حاکم کتاب التاریخ ۵۹۳/۲ ۔ یہ روایت موقوف ہے۔ راوی السدی کذاب ہے لہٰذا یہ روایت جھوٹی ہے)۔

جب وضع حمل کا وقت قریب آیا تو حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا مصر چلی گئیں۔ جب عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑے ہوئے تو مع اپنی والدہ کے مصر سے شام آ گئے اور ناصرہ میں مقیم ہو گئے۔ اسی بستی کے نام سے ان کے متبعین نصاریٰ کہلاتے ہیں۔ (کامل ابن اثیر ۲۰۵ و ۲۰۶/۱ ۔ بے سند ہے)۔

[۳] آل عمران ـ ۴۹

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک بڑی نشانی ہے۔ مجھ سے پہلے جو کتاب آچکی ہے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور بعض ایسی چیزیں جو تم پر (تمہاری سرکشی کی وجہ سے) حرام کر دی گئی تھیں ان کو حلال کرتا ہوں میں تمہارے پاس دلائل و براہین اور حکمت کی باتیں لے کر آیا ہوں اور جن چیزوں میں تم اختلاف کر رہے ہو ان میں فیصلہ کر رہا ہوں کہ کون سی چیز صحیح ہے اور کونسی غلط لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (میں ربّ نہیں ہوں بلکہ) میرا اور تمہارا ربّ صرف اللہ تعالےٰ ہے، اُسی کی عبادت کرو، یہی صراط مستقیم ہے [1]

اگرچہ اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو طرح طرح کے معجزہ دئے تھے اور روح القدس (یعنی جبریل) سے ان کی تائید کی تھی لیکن کفّار نے حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: کون ہے جو اللہ کے راستہ میں میری مدد کرے؟ حواریّوں نے کہا: ہم اللہ کے راستہ میں آپ کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور آپ گواہ رہیں کہ ہم مسلم ہیں۔ اس کے بعد حواریّوں نے اللہ تعالےٰ سے دعاء کی۔ انہوں نے کہا: اے ہمارے ربّ، ہم اس کتاب پر ایمان لائے جو تو نے نازل فرمائی ہے، ہم (تیرے) رسول کی پیروی کرتے ہیں، (توحید و رسالت کی) گواہی دینے والوں کی فہرست میں ہمارا نام بھی لکھ لے۔ کافروں نے حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نقصان پہنچانے کی ٹھان لی۔ وہ ہر قسم کی تدبیریں کرتے رہے لیکن اللہ تعالیٰ ان کی تمام تدبیروں کو ناکام کرتا رہا۔ مصائب اور آلام کے اس دور میں اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلّی دیتے ہوئے فرمایا: اے عیسٰی (گھبراؤ نہیں) میں تمہیں عنقریب اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تمہیں کافروں سے محفوظ و مامون رکھنے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ میں نے یہ بھی فیصلہ کر لیا ہے کہ تمہاری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک کافروں پر برتری و غلبہ عنایت کروں گا، پھر تم سب میری طرف لوٹ کر آؤ گے تو اس وقت میں تمہارے اختلافات کا فیصلہ کروں گا۔ تو جو لوگ کافر ہوں گے ان کو دنیا اور آخرت دونوں جگہ سخت عذاب میں مبتلا کروں گا اور اس عذاب سے بچانے والا انہیں کوئی نہیں ملے گا اور جو لوگ ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا اجر دوں گا اور کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کروں گا [2]

---

[1] اٰل عمران ـ ۴۹ تا ۵۱ والزخرف ـ ۶۳ و ۶۴

[2] البقرۃ ـ ۸۷ و اٰل عمران ـ ۵۲ تا ۵۷

عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا تھا: اللہ کے راستہ میں میرا کون مددگار ہے۔ یہ انہوں نے کیوں کہا تھا اس سلسلہ میں مختلف روایتیں ہیں جن میں سے ایک بھی صحیح نہیں ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے ایک بادشاہ کے بیٹے کو زندہ کیا تھا۔ یہ ایک طویل روایت ہے (تفسیر ابن جریر ۳/۲۸۴ ـ یہ روایت جھوٹی ہے۔ راوی السدّی کذّاب ہے)۔

عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام قوم کو برابر سمجھاتے رہے لیکن وہ اپنی بداعمالی سے باز نہ آئے۔
عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان بداعمالیوں کے سبب ان پر لعنت کی۔
عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام انہیں معجزات دکھاتے رہے لیکن وہ ان معجزات کو جادو کہہ کر ٹالتے رہتے تھے۔

جو لوگ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لے آئے تھے وہ حواری کہلاتے تھے ایک دن حواریوں نے عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا: کیا آپ کا ربّ ایسا کرسکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے ایک دستر خوان نازل فرما دے۔ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب دیا: اللہ سے ڈرو، اگر تم مؤمن ہو (مؤمن ہو کر ایسا مطالبہ اچھا نہیں)۔ حواریوں نے جواب دیا کہ (ایمان تو ہم بے شک لے آئے ہیں) ہم تو بس یہ چاہتے ہیں کہ اس دستر خوان میں سے کھاتے رہیں [1] ہمارے دلوں کو اطمینان ہو جائے اور ہم سمجھ لیں کہ جو کچھ آپ نے ہم سے کہا ہے وہ بالکل سچ ہے۔ حواریوں کا یہ جواب سن کر حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالےٰ سے دعاء کی: اے ہمارے ربّ ہم پر آسمان سے ایک دستر خوان نازل فرما دے تاکہ وہ ہمارے اگلوں اور پچھلوں سب کے لئے بمنزلہ عید کے ہو اور تیری طرف سے (توحید و رسالت کی) نشانی قرار پائے۔ (اے ہمارے ربّ) ہمیں رزق عطاء فرما، بے شک تو بہترین رزق دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تم پر دستر خوان تو نازل کر دوں گا (یہ میرے لئے مشکل تو نہیں ہے) لیکن (یہ یاد رکھو کہ) اس کے نازل ہونے کے بعد جو شخص کفر کرے گا تو میں اس کو ایسا عذاب دوں گا کہ اس جیسا عذاب کسی اور کو نہیں دوں گا [2]

عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایمان والوں کو بھی اور کافروں کو بھی برابر یہی سمجھاتے رہے کہ اللہ اکیلے کی عبادت کرو، وہی میرا بھی ربّ ہے اور تمہارا بھی ربّ ہے۔
عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام بنی اسرائیل کو برابر سمجھاتے رہے اور ان سے کہتے رہے کہ میں تمہاری طرف بھیجا ہوا اللہ کا رسول ہوں، میں تصدیق کرتا ہوں کہ توریت سچی کتاب ہے اور میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ میرے بعد احمد نام کا ایک رسول آئے گا (تم اس پر بھی ایمان لانا)۔ ان کی خیر خواہانہ

---

[1] المآئدۃ - ۷۸ و ۷۹ و ۱۱۰ تا ۱۱۳
[2] المآئدۃ - ۱۱۴ تا ۱۱۵

دستر خوان کے اترنے کی بہت سی روایتیں ابن کثیر نے نقل کی ہیں لیکن سوائے ایک کے سب موقوف ہیں۔ جو مرفوع ہے اس کی سند میں ایک راوی جلاس ضعیف ہے (تفسیر ابن کثیر ۲/۱۱۶)۔
دستر خوان نازل ہوا۔ وہ اس میں سے کھایا کرتے تھے۔ بعد میں ذخیرہ کرنے لگے۔ جو لوگ وہاں نہیں تھے انہوں نے دستر خوان کے نزول کی تکذیب کی۔ وہ لوگ سور بنا دئے گئے اور تین روز بعد ہلاک کر دئے گئے (کامل ۱/۲۰۷۔ نہ قائل معلوم نہ سند معلوم)۔
عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس میں سے نہ کھایا اور نہ حواریوں نے کھایا۔ بیماروں نے اور فقراء نے کھایا۔ بیمار اچھے ہوگئے، فقراء مالدار ہوگئے۔ پھر ان کے سامنے سے اٹھا لیا گیا اور چھپ گیا۔ حواریوں کو اپنے نہ کھانے کا افسوس ہوا (کامل ۱/۲۰۸۔ نہ قائل معلوم اور نہ سند معلوم)۔

نصیحتوں کے باوجود بنی اسرائیل مخالفت پر اڑے رہے اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قتل کرنے کی سازش کی [1]

اللہ تعالیٰ نے حسب وعدہ ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔ بنی اسرائیل عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ قتل کرسکے اور نہ پھانسی دے سکے البتہ انہوں نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شبہ میں کسی اور کو پھانسی دے دی اور وہ یہ سمجھتے رہے کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پھانسی دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بنی اسرائیل کی تمام شرارتوں سے محفوظ رکھا [2]

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑے ہی نیک اور صالح آدمی تھے۔ وہ اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے تھے اور بڑے ہی نرم دل تھے [3]

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایمانی قوت

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (ایک دن) ایک شخص کو چوری کرتے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے اس سے فرمایا: کیا تم نے چوری کی؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم میں نے ہرگز چوری

---

[1] المائدۃ ـ ۱۱۰ و ۱۱۷ و النسآء ـ ۱۵۷ و ۱۵۸ والصف ـ ۶

[2] النسآء ـ ۱۵۷ و ۱۵۸

[3] الانعام ـ ۸۶ و مریم ـ ۳۲

عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب اللہ تعالیٰ نے اٹھایا تو انہیں تین گھڑی کے لئے وفات دی پھر انہیں زندہ کر دیا (حاکم ۲/۵۹۶ ـ یہ وہب بن منبہ کا قول ہے مزید برآں اس کی سند میں ایک راوی عبدالمنعم کذاب ہے لہذا وہب بن منبہ کا قول بھی ثابت نہیں)۔

یہودیوں نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مریم پر تہمت لگائی۔ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان پر بددعا کی۔ وہ سب سؤر بن گئے۔ یہودیوں نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مکان میں چلے گئے جس میں ایک روشن دان تھا۔ وہ اس روشندان سے نکل کر آسمان پر چلے گئے۔ یہودیوں کے سردار نے ایک شخص قطیبانوس سے کہا: اندر جا کر انہیں قتل کر دو۔ وہ اندر گیا۔ اس کی شکل عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسی ہوگئی۔ یہودیوں نے اسے قتل کر دیا (کامل ۱/۲۰۸ ـ بے سند ہے)۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے اصحاب سے کہا: تم میں سے کون چاہتا ہے کہ میری شبیہ بنا دیا جائے اور قتل کر دیا جائے۔ ایک شخص نے کہا: میں۔ وہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شبیہ بن گیا اور پھانسی دے دیا گیا (کامل ابن الاثیر ۱/۲۰۸ ـ نہ قائل کا پتہ اور نہ سند)

روم کے بادشاہ ہیرودس کو جب عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام، ان کے معجزات اور صلیب دئے جانے کا حال معلوم ہوا تو اسے بہت افسوس ہوا۔ وہ عیسائی ہوگیا مصلوب کو اتار کر غائب کر دیا جس لکڑی پر سولی دی گئی تھی اسے اتار لیا اور اس کا احترام کیا اور بہت کثرت سے بنی اسرائیل کو قتل کر دیا (کامل ۱/۲۱۰ ـ نہ قائل کا نام ہے اور نہ سند ہے)۔

نہیں کی. عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میں اللہ پر ایمان لاتا ہوں اور اپنی آنکھ کو جھٹلاتا ہوں۔ [1]

حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شمائل

عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام میانہ قدو قامت کے آدمی تھے۔ وہ سرخ رنگ کی طرح تروتازہ تھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ابھی حمام سے نکلے ہیں۔ ان کے بال گھونگھریالے تھے اور ان کا سینہ چوڑا تھا [2]

حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل

عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کے وقت شیطان ان کو ہاتھ نہ لگا سکا اور نہ ان کی والدہ کی پیدائش کے وقت ان کی والدہ کو ہاتھ لگا سکا اگرچہ وہ دوسرے بچوں کو ہاتھ لگاتا ہے۔ بچہ پیدائش کے وقت شیطان کے ہاتھ لگانے کی وجہ سے ہی روتا ہے [3]

عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں۔ وہ دنیا میں اللہ تعالےٰ کے نزدیک بڑے معزز اور مقرب بندے تھے اور آخرت میں بھی وہ ایسے ہی ہوں گے۔ انہوں نے گہوارہ میں بھی بات کی اور وہ صالحین میں سے ہیں۔ وہ سخت اور بدبخت نہیں تھے۔ وہ بہت بابرکت انسان تھے [4]

لوگ شفاعت کے لئے عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئیں گے۔ وہ ان سے پوچھیں گے بتاؤ میرے علاوہ کوئی کلمۃ اللہ، روح اللہ مادرزاد اندھے کو بینا کرنے والا، برص کے مریض کو اچھا کرنے والا اور مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ وہ جواب دیں گے نہیں [5]

---

[1] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب واذکر فی الکتاب مریم ۴/۲۰۴ وصحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام ۲/۳۴۲ -

[2] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب واذکر فی الکتاب مریم جزء ۴ ص۲۰۲ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب الاسراء ۱/۸۵ -

[3] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب قول اللہ تعالیٰ واذکر فی الکتاب مریم ۴/۱۹۹

[4] آل عمران - ۴۵ و ۴۶ والانبیاء - ۹۱ و مریم - ۳۱ و ۳۲ و النساء - ۱۷۱

[5] حاکم کتاب التاریخ ۲/۵۹۴ - اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

نوٹ: اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ وہ شفاعت کریں گے۔

عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کل کے لئے کچھ بچا کر نہیں رکھتے تھے۔ کہتے تھے جس نے صبح کو کھانے کو دیا وہ رات کو بھی دیگا۔ رات بھر نماز پڑھتے تھے، پورے سال روزے رکھتے تھے (حاکم ۲/۵۹۶ - یہ روایت موقوف ہے۔ مزید برآں جھوٹی ہے۔ سند میں ایک راوی عبدالمنعم کذّاب و وضّاع ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں دنیا و آخرت میں ابن مریم کا سب سے زیادہ حقدار ہوں۔ تمام انبیاء علاتی بھائی ہیں (یعنی سب کا دین اور دین کا سرچشمہ ایک ہے) میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں [۱]

عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت کی نشانی ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ (یعنی عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام) قیامت کی نشانی ہیں لہٰذا تم اس سلسلہ میں ذرا سا بھی شک نہ کرو [۲]

معراج کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام، موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہوئی۔ انہوں نے قیامت کے متعلق مذاکرہ کیا۔ قیامت کا علم نہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس تھا اور نہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس تھا۔ انہوں نے اس معاملہ کو عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف لوٹایا۔ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اس کے واقع ہونے کے وقت کا علم تو کسی کو نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ پھر انہوں نے دجال کا ذکر کیا پھر فرمایا میں اتروں گا اور اُسے قتل کردوں گا [۳]

الغرض عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت کے قریب عادل حکمراں بن کر نازل ہوں گے [۴] نزول کے وقت وہ دو زرد چادریں اوڑھے ہوئے ہوں گے۔ دو فرشتوں کے بازوؤں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے ہوں گے۔ جب وہ سر جھکائیں گے تو سر سے قطرے ٹپکیں گے اور جب سر اٹھائیں گے تو موتی کی طرح قطرے ٹپکیں گے۔ اس حالت میں وہ دمشق کے شرقی سفید منارے کے پاس اتریں گے [۵]

نماز کی اقامت ہو چکی ہوگی۔ مسلمین کا امیر کہے گا نماز پڑھایئے۔ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے نہیں (تم ہی پڑھاؤ) اس لئے کہ اس امّت کی یہ بزرگی ہے کہ ان میں سے ہی امیر ہونا ہے۔ بہرحال اس گفتگو کے بعد عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی نماز پڑھائیں گے اور وہ اس امّت کی قیادت بھی کریں گے۔

---

[۱] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب واذکر فی الکتاب مریم ۴/۲۰۳ وصحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ۲/۲۴۱

[۲] الزخرف - ۶۱

[۳] ابن ماجہ باب فتنۃ الدجال وخروج عیسیٰ علیہ السلام۔ سندہ صحیح ۲/۵۱۷۔ صححہ الحاکم ووافقہ الذھبی۔ بلوغ ۹۰/۲۴

[۴] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب نزول عیسیٰ بن مریم ۴/۲۰۵ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب نزول عیسیٰ علیہ السلام ۱/۱۷۶

[۵] صحیح مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال ۲/۵۷۲۔

دجال نکل چکا ہوگا۔ جب وہ کافر، اللہ کا دشمن عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھے گا تو اگرچہ وہ ان کی خوشبو ہی سے گھل گھل کر مرجاتا لیکن عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام اسے قتل کردیں گے۔ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشبو حد نگاہ تک پھیلے گی [1]

پھر حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام ان لوگوں کے پاس آئیں گے جن کو اللہ تعالےٰ نے دجال سے بچالیا ہوگا۔ وہ شفقت سے ان کے چہروں پر ہاتھ پھیریں گے اور ان کو ان درجات کی خبر دیں گے جو جنت میں ان کو دئے جائیں گے۔ وہ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالےٰ حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی بھیجے گا کہ میں نے اپنے ایسے بندے نکالے ہیں کہ کوئی ان سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتا لہٰذا تم میرے مسلم بندوں کو ان کے شر سے بچانے کے لئے طور پر لے جاؤ۔ پھر اللہ تعالےٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر ایک اونچائی سے نکل پڑیں گے ان میں کے پہلے لوگ طبرستان کے سمندر پر سے گذریں گے اور جتنا پانی اس میں ہوگا سب پی جائیں گے۔ پھر ان میں کے پچھلے لوگ جب وہاں آئیں گے تو کہیں گے کہ کبھی اس سمندر میں پانی تھا؟ پھر چلیں گے یہاں تک کہ اس پہاڑ تک پہنچیں گے جہاں درختوں کی کثرت ہے یعنی بیت المقدس کا پہاڑ تو کہیں گے ہم زمین والوں کو تو قتل کر چکے آؤ اب آسمان والوں کو بھی قتل کریں۔ پھر وہ اپنے تیر آسمان کی طرف چلائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان تیروں کو خون آلود کرکے لوٹائے گا (وہ سمجھیں گے کہ آسمان کے لوگ بھی مارے گئے)۔ حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اصحاب گھرے رہیں گے یہاں تک کہ ان کے نزدیک بیل کا سر سو اشرفی سے بہتر ہوگا۔ پھر عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے ساتھی دعاء کریں گے تو اللہ تعالیٰ یاجوج اور ماجوج پر عذاب بھیجے گا۔ ان کی گردنوں میں کیڑا پیدا ہوگا تو صبح تک وہ سب اس طرح مرجائیں گے جیسے ایک آدمی مرتا ہے۔ پھر عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے ساتھی زمین پر اتریں گے تو زمین پر ایک بالشت برابر جگہ ان کی بدبو اور گندگی سے خالی نہ پائیں گے پھر حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے ساتھی اللہ تعالےٰ سے دعاء کریں گے تو اللہ تعالیٰ ایسے پرندوں کو بھیجے گا جو بڑے اونٹوں کی گردنوں کے مثل ہوں گے۔ وہ ان کو اٹھا کر لے جائیں گے اور جہاں اللہ کا حکم ہوگا وہاں ان کو پھینک دیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایسا پانی برسائے گا کہ مٹی کا اور بالوں کا کوئی گھر اُس پانی سے بے دُھلا نہ رہے گا (سب دُھل جائیں گے) اللہ تعالیٰ زمین کو دھو ڈالے گا یہاں تک کہ زمین کو مثل حوض کے صاف کر دے گا [2]

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب نزول عیسٰی علیہ السلام ۷۷/۱ و کتاب الفتن باب فتح قسطنطینیۃ جزء ۲ ص ۵۵۶

[2] صحیح مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال ۲/۵۷۳ ۔

عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کام اور برکات کا نزول

آسمان سے نازل ہونے کے بعد عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کریں گے، صلیب کو توڑ ڈالیں گے، سوروں کو قتل کر دیں گے، جزیہ اٹھا دیں گے۔ ان کے زمانے میں مال کی بڑی فراوانی ہوگی، کوئی مال کو قبول نہیں کرے گا (اللہ تعالیٰ کی عبادت کی قدر و منزلت بہت بڑھ جائے گی) ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی سمجھا جائے گا [۱]

عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نازل ہوں گے۔ ان کے زمانہ میں صرف اسلام ہوگا۔ شیر اونٹ کے ساتھ، چیتے گائے کے ساتھ اور بھیڑیے بکریوں کے ساتھ چریں گے۔ بچے سانپوں سے کھیلیں گے۔[۲]

زمین سے کہا جائے گا اپنے پھل اُگا۔ اپنی برکت لوٹا دے۔ پھر ایک انار ایک جماعت کے لئے کافی ہوگا۔ اس کے چھلکے کے نیچے لوگ سایہ حاصل کریں گے۔ دودھ والے جانوروں کے دودھ میں بڑی برکت ہوگی، ایک اونٹنی کا دودھ لوگوں کی ایک بڑی جماعت کے لئے کافی ہوگا، ایک گائے کا دودھ پورے خاندان کے لئے کافی ہوگا اور ایک بکری کا دودھ ایک گھر کے تمام آدمیوں کو سیراب کرے گا [۳]

عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں جوان اونٹ چھوڑ دیئے جائیں گے، نہ کوئی ان پر سواری کرے گا اور نہ ان سے بار برداری کا کام لے گا، لوگوں کے دلوں میں نہ کینہ رہے گا اور نہ حسد[۴]

---

[۱] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب نزول عیسٰی بن مریم ۴/۲۰۵ و صحیح مسلم کتاب الایمان باب نزول عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام ۱/۷۶ ۔

[۲] مسند احمد۔ سندہ صحیح۔ صححہ احمد شاکر ۱۸/۴۸ و الحاکم کتاب التاریخ ۲/۵۹۵ ۔سندہ صحیح۔

[۳] صحیح مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال وصفتہ ۲/۵۷۲ ۔

[۴] صحیح مسلم کتاب الایمان باب نزول عیسٰی بن مریم ۱/۷۶ ۔

عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حج

عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب آسمان سے نازل ہوں گے تو فج روحا مقام سے حج کا یا عمرہ یا دونوں کا احرام باندھیں گے [1]

عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر آئیں گے اور سلام کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جواب دیں گے [2]

عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات

عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں تمام ملتیں مٹ جائیں گی سوائے اسلام کے۔ وہ زمین میں ۴۰ سال رہیں گے۔ پھر وفات پائیں گے۔ مسلمین ان کے جنازے کی نماز پڑھیں گے [3]

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحج باب اہلال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہدیہ ۱/۵۲۷۔
[2] حاکم کتاب التاریخ، سندہ صحیح۔ ۲/۵۹۵۔
[3] حاکم کتاب التاریخ ۲/۵۹۵ و ابوداؤد۔ سندہ صحیح۔

اصحاب کہف

اصحابِ کہف (یعنی اصحاب غار) چند نوجوان تھے جو خالص طور پر اپنے ربّ پر ایمان لائے تھے اور شرک سے بیزار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت زیادہ ہدایت دی تھی اور ان کے دل کو ایمان پر مضبوط کر دیا تھا۔ وہ اپنی بستی کو چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کہا: ہمارا ربّ تو وہ ہے جو آسمانوں کا اور زمین کا ربّ ہے۔ ہم اس کے سوا کسی کو ہرگز نہیں پکاریں گے، اگر ہم ایسا کریں تو ہم نے بڑا گمراہ کن کام کا ارتکاب کیا۔ ہماری قوم نے اللہ کے علاوہ دوسرے الٰہ بنا رکھے ہیں۔ وہ اس پر کوئی صریح دلیل کیوں نہیں قائم کرتے۔ (انہوں نے افتراء پردازی کی ہے اور) اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی طرف غلط باتوں کو منسوب کرے۔ انہوں نے آپس میں کہا: جب تم اپنی قوم کو اور اللہ کے علاوہ ان کے معبودوں کو چھوڑ چکے ہو تو چلو فلاں غار میں جا کر بیٹھ جاؤ۔ اللہ اپنی رحمت سے تم کو نوازے گا۔ الغرض جب وہ غار میں آ گئے تو انہوں نے کہا: اے ہمارے ربّ ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں ہماری رہنمائی فرما۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو کئی سال کے لئے سلا دیا۔ وہ ایسی جگہ سو رہے تھے کہ جب سورج نکلتا تھا تو داہنی طرف ان سے بچ کر نکلتا تھا اور جب غروب ہوتا تھا تو بائیں طرف کو کترا جاتا تھا یعنی وہ غار کے اندر دھوپ سے محفوظ ایک کشادہ جگہ میں سو رہے تھے۔ انہیں اگر کوئی دیکھتا تو اسے محسوس ہوتا کہ وہ جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سو رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کبھی داہنی طرف اور کبھی بائیں طرف ان کی کروٹیں بدل دیا کرتا تھا۔ ان کا ایک کتا تھا جو چوکھٹ پر ہاتھ پھیلائے بیٹھا تھا۔ اگر انہیں کوئی دیکھتا تو دہشت کی وجہ سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے کافی عرصہ کے بعد انہیں جگایا۔ وہ آپس میں کہنے لگے: تم کتنے عرصہ سوئے۔ کچھ لوگوں نے کہا ہم ایک

اصحاب کہف سات تھے (طبری ۴۵۴/۱۔ یہ روایت موقوف ہے)۔

اصحاب کہف عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت پر عمل پیرا تھے (طبری ۴۵۵/۱۔ اس کی دو سندیں ہیں۔ ایک میں قائل کا نام نہیں۔ دوسری میں قائل کا نام عمرو بن قیس ہے)۔

عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک حواری اصحاب کہف کے شہر میں آیا۔ جب اس نے شہر میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو اس سے کہا گیا کہ شہر کے دروازے پر ایک بت ہے پہلے اس کو سجدہ کر دپھر شہر میں داخل ہو سکتے ہو۔ اس نے اس چیز کو برا سمجھا اور شہر کے قریب ایک حمام میں چلا گیا۔ اس کے حمام میں جانے سے حمام میں بڑی برکت ہو گئی۔ شہر کے کچھ لوگ بھی اس حواری سے وابستہ ہو گئے اور اس پر ایمان لے آئے۔ بادشاہ کا بیٹا اس حمام میں آ کر مر گیا تو قتل کا الزام حواری پر لگایا گیا۔ بادشاہ نے حواری کو گرفتار کرنا چاہا لیکن وہ فرار ہو گیا۔ بادشاہ نے اس کے نوجوان ساتھیوں کو گرفتار کرنا چاہا لیکن وہ بھاگ کر ایک غار میں جا چھپے۔ غار کی ہولناک حالت کی وجہ سے اندر کوئی نہ جا سکا۔ بادشاہ نے غار کے منہ کو بند کر دیا وغیرہ وغیرہ (طبری ۴۵۶/۱۔ یہ وہب بن منبہ کا قول ہے)۔

دن یا ایک دن سے بھی کم سوتے رہے۔ کچھ لوگوں نے کہا اللہ ہی کو علم ہے کہ تم کتنے عرصہ سوتے رہے۔ انہوں نے کہا اپنے میں سے کسی کو یہ سکہ دے کر شہر کی طرف بھیجو تاکہ وہ تمہارے لئے پاکیزہ کھانا لے آئے۔ اسے چاہئے کہ نرمی سے بات کرے اور تمہاری خبر کسی کو نہ دے اس لئے کہ اگر انہیں تمہاری خبر ہو گئی تو تمہیں سنگسار کر دیں گے یا تمہیں اپنے مذہب کی طرف لوٹائیں گے اور اگر ایسا ہوا تو پھر تم کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔

بہرحال انہیں خبر ہو ہی گئی۔ ان کا اتنے عرصہ تک سونا اور پھر جاگنا قوم کے لئے قیامت کی ایک نشانی بن گیا جس طرح وہ اتنے طویل عرصہ سونے کے بعد جاگ گئے اسی طرح قیامت کے دن زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ قوم کے لوگ (ان کے معتقد ہو گئے اور) آپس میں جھگڑنے لگے۔ بعض لوگوں نے کہا ان (کے غار) پر ایک یادگار تعمیر کرو، بعض لوگوں نے کہا ہم تو ان (کے غار) پر ایک مسجد بنائیں گے۔ (اس کے بعد کیا ہوا اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے) [1]

اصحاب کہف روم کے بادشاہوں کے لڑکے تھے۔ جب اصحاب کہف میں سے ایک شخص کھانا خریدنے آیا تو دکاندار نے اس کے سکہ کو لینے سے انکار کر دیا۔ غرض یہ کہ معاملہ بادشاہ تک پہنچا۔ بادشاہ اس شخص کے ساتھ غار پر گیا۔ پہلے وہ شخص اندر گیا۔ کافی انتظار کے بعد بادشاہ اندر گیا تو دیکھا کہ چند جسم ہیں جن میں کوئی خرابی نہیں ہے البتہ ان میں روح نہیں ہے (طبری - ۴۵۷/۱۔ یہ عکرمہ کا قول ہے)۔

[1] الکہف - ۹ تا ۲۱

حضرت لقمان رحمہ اللہ تعالے

حضرت لقمن کو اللہ تعالیٰ نے حکمت عطاء فرمائی تھی۔ حضرت لقمن بڑے پکّے موحد تھے۔ انہوں نے ایک دن اپنے بیٹے کو نصیحت کی۔ انہوں نے کہا: "اے میرے بیٹے، اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا۔ بے شک شرک (بہت) بڑا ظلم ہے۔ اے میرے بیٹے، اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کوئی چیز (یا عمل) کسی پتھر کے اندر ہو یا آسمانوں میں یا زمین میں کسی جگہ (پوشیدہ) ہو تو اللہ تعالیٰ اُسے لے آئے گا، بے شک اللہ (بڑا) لطیف اور (بڑا) باخبر ہے۔ اے میرے بیٹے، نماز کو قائم رکھو، معروف کا حکم دو، برے کاموں سے روکو اور جو مصیبت تمہیں پہنچے اس پر صبر کرو، بے شک یہ بڑی ہمّت کے کام ہیں۔ لوگوں سے رخسار پھلا کر نہ ملو، زمین میں اکڑ کر نہ چلو، اللہ اترانے والے اور شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا۔ اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو، آواز کو پست رکھو، آوازوں میں سب سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے [1]

---

[1] لقمن ۔ ۱۲ و ۱۳ و ۱۶ تا ۱۸

داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں مدین وایلہ کے علاقہ میں ایک حکیم تھے جن کا نام لقمان تھا۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے بڑی حکمت عطاء کی تھی۔ یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ تک ان جیسا حکیم وزاہد کوئی پیدا نہیں ہوا (المسعودی ۱/۷۰ ۔ نہ قائل ہے اور نہ سند ہے)۔

خالد العبسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد العبسی کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ نبی تھے۔ انہیں ان کی قوم نے ہلاک کر دیا۔ جب خالد نامی ایک شخص کی لڑکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی گئی تو اس نے آپ کو قل ھو اللہ احد اللہ الصمد پڑھتے ہوئے سنا تو کہنے لگی میرے والد بھی یہی پڑھا کرتے تھے (المسعودی ۱/۸۲ ۔ یہ حدیث بے سند ہے)۔

رئاب الشنی رئاب عیسائی تھا۔ وہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد پیدا ہوا تھا۔ لوگوں نے آسمان سے ایک منادی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔ زمین میں سب سے بہترین شخص ہیں۔ رئاب، بحیرہ راہب اور تیسرا وہ شخص جو ابھی تک نہیں آیا یعنی نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم (المسعودی ۱/۸۲ ۔ یہ واقعہ بے سند ہے۔ یہ نہیں معلوم کہ قائل کون ہے)۔

اسعد الحمیری اسعد مؤمن تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ۷۰۰ سال پہلے آپ پر ایمان لایا تھا۔ (المسعودی ۱/۸۲ ۔ نہ قائل کا نام ہے اور نہ حوالہ ہے)۔

حضرت ذوالقرنین رحمۃ اللہ تعالیٰ

حضرت ذوالقرنین بڑی قوت و استحکام والے بادشاہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر قسم کا ساز وسامان عطاء فرمایا تھا۔ انہوں نے مغرب کی طرف جانے کا قصد کیا تو اس سفر کے لئے سامانِ سفر کا اہتمام کیا۔ جب وہ سورج کے غروب ہونے کے مقام پر پہنچے تو انہیں ایسا محسوس ہوا کہ سورج کیچڑ کے چشمے میں غروب ہو رہا ہے۔ وہاں انہیں ایک قوم ملی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ذوالقرنین سے فرمایا:۔ اے ذوالقرنین، تم انہیں تکلیف پہنچاؤ (تو تم کو اس کی قدرت ہے) اور اگر تم ان کے ساتھ حُسنِ سلوک کرو (تو اس کی بھی تمہیں قدرت حاصل ہے)۔ حضرت ذوالقرنین نے کہا: جو شخص ظلم وزیادتی کریگا بس میں اسی کو تکلیف دوں گا پھر وہ (قیامت کے دن) اپنے رب کے پاس لوٹایا جائے گا تو وہ اس کو سخت عذاب دے گا اور جو شخص ایمان لایا اور نیک عمل کرتا رہا تو اس کے لئے بہترین جزا ہے (وہ کسی سزا کا مستحق نہیں بلکہ) ہم اس کو آسان کام کا حکم دیں گے (وہ ہماری طرف سے آسائش و آسانی پائے گا)۔

حضرت ذوالقرنین نے پھر ایک اور سفر کے لئے ساز وسامان تیار کیا پھر وہ مشرق کی طرف روانہ ہوئے۔ جب وہ سورج کے نکلنے کی جگہ پہنچے تو انہیں وہاں ایسی قوم ملی جن کے لئے سورج (کی گرمی یا دھوپ) سے بچنے کے لئے کوئی آڑ نہیں تھی [1]

حضرت ذوالقرنین نے پھر تیسرے سفر کے لئے سامان جمع کیا۔ سفر کرتے کرتے جب وہ دو دیواروں، کے درمیان میں پہنچے تو وہاں انہیں ایک ایسی قوم ملی جو اُن کی بات نہیں سمجھتی تھی۔ انہوں نے کہا: اے ذوالقرنین، یاجوج اور ماجوج ملک میں فساد مچاتے رہتے ہیں تو کیا ہم آپ کے لئے کوئی رقم مقرر کر دیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی دیوار بنا دیں۔ حضرت ذوالقرنین نے فرمایا: میرے رب نے جو کچھ مجھے عطاء فرمایا ہے (میرے لئے بس وہی) بہتر (اور کافی) ہے ہاں اتنا کرو کہ محنت (مزدوری) سے میری مدد کرو تاکہ میں تمہارے اور ان کے درمیان دیوار بنا دوں۔ (پہلا کام تو یہ کرو کہ) میرے پاس لوہے کی (کچھ) سلیں لے آؤ۔ (وہ لوہے کی سلیں لے آئے اور) جب انہوں نے اس خلاء کو پاٹ دیا تو ذوالقرنین نے اُن سے فرمایا: اسے دھونکو۔ (وہ دھونکتے رہے) یہاں تک کہ

---

[1] الکہف ـ ۸۳ تا ۹۰
الاسکندر ذوالقرنین عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد پیدا ہوئے۔ انہوں نے دو صدیوں کے دوران مشرق سے مغرب تک سفر کیا۔ انہوں نے دو صدیوں کے چشم دید حالات اپنی قوم سے بیان کئے۔ اسی بناء پر وہ ان کو ذوالقرنین کہنے لگے (المسودی ۱/۷۹۔ نہ قائل کا پتہ ہے اور نہ سند ہے)۔

اُسے سُرخ انگارا بنا دیا۔ حضرت ذوالقرنین نے ان سے کہا: اب مجھے تانبا لاکر دو تاکہ میں (اسے پگھلا کر) اس پر ڈال دوں۔ الغرض ایسی دیوار تیار ہوگئی کہ یاجوج و ماجوج نہ تو اس پر چڑھ سکتے تھے اور نہ اس میں سوراخ کر سکتے تھے۔ پھر حضرت ذوالقرنین نے فرمایا: یہ میرے ربّ کی رحمت ہے (کہ مجھے ایسے کاموں کی توفیق دی) پھر جب میرے ربّ کے وعدے کے پورا ہونے کا وقت آجائے گا (یعنی قیامت قریب آجائے گی) تو میرا ربّ پھر اسے چورا کر دے گا اور میرے ربّ کا وعدہ سچّا ہے (پورا ہو کر رہے گا)۔ [1]

---

[1] الکہف۔ ۹۲ تا ۹۸

قیس بن ساعدہ الایادی | قیس عرب کا مشہور حکیم تھا۔ قیامت پر ایمان رکھتا تھا۔ جب بنو ایاد کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے اُن سے اس کا حال پوچھا۔ ان لوگوں نے کہا وہ تو مرگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ اللہ قیس پر رحم فرمائے۔ مجھے امید ہے کہ وہ قیامت کے دن اکیلا امت بن کر اٹھایا جائے گا (المسعودی ۸۶/۱۔ اس حدیث کی کوئی سند نہیں)۔

زید بن عمرو بن نفیل | زید بت پرستی سے روکتا تھا۔ وہ دن کو پہاڑی علاقہ میں قیام کرتا تھا۔ لوگ اس کے خلاف تھے۔ پھر وہ شام چلا گیا۔ شام میں عیسائیوں نے اسے زہر دے کر مار ڈالا (المسعودی ۵۶/۱۔ بے سند ہے)۔

کھائی والے مسلمین

ایک بادشاہ تھا۔ اس کا ایک جادوگر تھا۔ جب جادوگر بوڑھا ہوگیا تو اس نے بادشاہ سے کہا: میں بوڑھا ہوگیا ہوں۔ ایک لڑکا میرے پاس بھیج دیجئے تاکہ میں اُسے جادو سکھادوں۔ بادشاہ نے ایک لڑکے کو اس کے پاس بھیجدیا تاکہ وہ جادوگر اُسے جادو سکھادے۔ جب وہ لڑکا اس جادوگر کے ہاں جاتا تو راستہ میں اُسے ایک راہب ملتا۔ وہ لڑکا اس راہب کے پاس بیٹھ جاتا اور اس کی باتیں سنتا۔ وہ باتیں اُسے بہت اچھی معلوم ہوتیں تو جب کبھی وہ جادوگر کے پاس جاتا راہب کے پاس ضرور جاکر بیٹھتا۔ جادوگر اُسے دیر سے آنے پر مارتا۔ اس لڑکے نے اس بات کی شکایت راہب سے کی۔ راہب نے کہا: جب تمہیں جادوگر سے اندیشہ ہو تو کہہ دیا کرو کہ مجھے میرے گھر والوں نے روک لیا تھا اور جب تمہیں گھر والوں سے کسی قسم کا اندیشہ ہو تو کہہ دیا کرو کہ مجھے جادوگر نے روک لیا تھا۔ اسی طرح دن گذرتے رہے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ وہ ایک بڑے چوپائے کے پاس پہنچا جس نے لوگوں کا راستہ روک رکھا تھا۔ اس لڑکے نے سوچا آج میں جان لوں گا کہ راہب افضل ہے یا ساحر۔ اس لڑکے نے ایک پتھر اٹھایا اور اس طرح دعاء کی: اے اللہ اگر راہب کا کام تیرے نزدیک جادوگر کے کام کے مقابلہ میں پسندیدہ ہے تو اس چوپائے کو قتل کردے تاکہ لوگ آجاسکیں۔ پھر اس نے پتھر پھینکا اور اُسے قتل کردیا۔ لوگ چلنے آنے لگے۔ وہ راہب کے پاس آیا اور اُسے اس واقعہ کی خبر دی۔ راہب نے اس سے کہا: اے میرے بیٹے۔ اب تو تم مجھ سے افضل ہوگئے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم کس مقام پر پہنچ گئے ہو اور (دیکھو) تم عنقریب آزمائش میں مبتلا ہوؤ گے تو اگر تم کسی آزمائش سے دوچار ہو جاؤ تو میرا نام نہ لینا۔ الغرض نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ لڑکا مادرزاد اندھے کو بینا کردیتا تھا، برص زدہ کو اچھا کردیتا تھا اور لوگوں کی ہر بیماری کا وہ کامیاب علاج کرتا تھا۔ یہ خبر بادشاہ کے ایک ہمنشین کو پہنچی جو اندھا ہوگیا تھا۔ وہ شخص بہت سے تحفے لے کر اس لڑکے کے پاس پہنچا اور اس سے کہا اگر تم مجھے اچھا کردو تو یہ سب کچھ تمہارا ہے۔ لڑکے نے کہا میں کسی کو اچھا نہیں کرتا، اچھا تو اللہ ہی کرتا ہے۔ اگر تم اللہ پر ایمان لے آؤ تو میں اللہ سے دعاء کروں گا وہ تمہیں شفا دے گا۔ وہ اللہ پر ایمان لے آیا۔ اللہ نے اسے شفا دی (وہ بینا ہوگیا)۔ پھر وہ بادشاہ کے پاس پہنچا اور اس کے پاس بیٹھا جس طرح وہ بیٹھا کرتا تھا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا تمہاری بینائی تمہیں کس نے لوٹائی۔ اُس نے کہا: میرے ربّ نے۔ بادشاہ نے کہا کیا میرے علاوہ تمہارا کوئی رب ہے؟ اس نے کہا: میرا اور آپ کا رب اللہ ہے۔ بادشاہ نے اس کو گرفتار کرلیا اور مسلسل اُسے تکلیف پہنچاتا رہا یہاں تک کہ اس نے اس لڑکے کا نام بتادیا۔ لڑکے کو لایا گیا۔ بادشاہ نے اس سے کہا: اے میرے بیٹے، تمہارا جادو اس حد تک پہنچ گیا کہ تم مادرزاد اندھے اور

برص زدہ کو اچھا کر دیتے ہو اور تم یہ کرتے ہو اور یہ کرتے ہو۔ لڑکے نے کہا، میں کسی کو اچھا نہیں کرتا، اچھا تو اللہ ہی کرتا ہے۔ بادشاہ نے اسے گرفتار کر لیا اور مسلسل اُسے تکلیف پہنچاتا رہا یہاں تک کہ اس نے راہب کا نام بتا دیا۔ بادشاہ نے راہب کو بلوایا اور اس سے کہا: اپنے دین سے لوٹ آؤ۔ اُس نے انکار کیا تو بادشاہ نے ایک آرا منگوایا آرے کو اس کے سر کی مانگ پر رکھا اور اس کے جسم کو چیر کر دو ٹکڑے کر دیا۔ پھر بادشاہ نے اپنے ہم نشین کو بلوایا اور اس سے کہا: اپنے دین سے لوٹ آؤ۔ اس نے انکار کیا تو بادشاہ نے اس کے جسم کو بھی چیر کر دو ٹکڑے کر دئے۔ پھر اُس لڑکے کو لایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ اپنے دین سے پھر جاؤ۔ اس نے بھی انکار کر دیا تو بادشاہ نے اس کو اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے حوالہ کر دیا اور ان سے کہا اس لڑکے کو فلاں پہاڑ کی چوٹی پر لے جاؤ۔ جب تم چوٹی پر پہنچ جاؤ تو اگر یہ اپنے دین سے پھر جائے (تو ٹھیک ہے) ورنہ اس کو پہاڑ پر سے پھینک دینا۔ وہ لوگ اس کو لے کر پہاڑ کی چوٹی پر گئے۔ اس لڑکے نے کہا: اے اللہ تو جس طرح چاہے میرے لئے ان کے مقابلہ میں کافی ہو جا۔ پہاڑ ہلا اور وہ سب گر گئے۔ لڑکا بادشاہ کے پاس پہنچ گیا۔ بادشاہ نے پوچھا: تمہارے ساتھیوں کا کیا ہوا۔ لڑکے نے کہا اللہ ان سب کے مقابلہ میں میرے لئے کافی ہو گیا۔ بادشاہ نے اس کو اپنے اصحاب کے چند لوگوں کے حوالہ کیا اور ان سے کہا اس کو چھوٹی کشتی میں بٹھا کر بیچ سمندر میں جاؤ۔ اگر یہ اپنے دین سے باز آجائے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کو سمندر میں پھینک دو۔ وہ لوگ اس کو لے کر گئے۔ لڑکے نے کہا اے اللہ ان کے مقابلہ میں جس طرح تو چاہے میرے لئے کافی ہو جا۔ کشتی الٹ گئی اور وہ سب غرق ہو گئے۔ لڑکا چلتا ہوا بادشاہ کے پاس پہنچا۔ بادشاہ نے پوچھا تمہارے ساتھیوں کا کیا ہوا؟ لڑکے نے کہا اللہ ان کے مقابلہ میں میرے لئے کافی ہو گیا۔ پھر لڑکے نے بادشاہ سے کہا آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے جب تک وہ کام نہ کرو جو میں تمہیں بتاؤں۔ بادشاہ نے پوچھا وہ کیا کام ہے؟ لڑکے نے کہا ایک میدان میں سب کو جمع کرو اور ایک تنے پر مجھے لٹکا دو پھر میرے ترکش سے تیر نکالو پھر اسے کمان پر چڑھاؤ پھر کہو اللہ کے نام کے ساتھ جو اس لڑکے کا رب ہے پھر میری طرف تیر پھینکو اگر تم نے ایسا کیا تو تم مجھے قتل کر سکو گے۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ تیر اس لڑکے کی کنپٹی میں لگا۔ اس نے کنپٹی پر تیر کی جگہ پر ہاتھ رکھا اور مر گیا۔ لوگوں نے کہا ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے، ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے، ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ بادشاہ آیا تو لوگوں نے اس سے کہا: آپ نے دیکھا جس چیز کا آپ کو ڈر تھا وہ واقع ہو کر رہا۔ لوگ ایمان لے آئے۔ بادشاہ نے راستے کے تمام کونوں پر کھائی کھودنے کا حکم دیا۔ کھائی کھودی گئی اور اس میں آگ جلائی گئی۔ بادشاہ نے کہا جو اپنے دین سے نہ پھرے اسے جلا دو۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ ایک عورت آئی۔ اس کے پاس ایک بچہ تھا۔ وہ رکی تو بچہ نے کہا: اے میری ماں، صبر کرو، بے شک تم حق پر ہو [1]

---

[1] صحیح مسلم کتاب الزھد والرقائق باب قصۃ اصحاب الاخدود والساحر والراھب والغلام جزء ۲ صفحہ ۵۹۸ و صفحہ ۵۹۹۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کھائی والے قتل کر دئے گئے۔ وہ کھائی آگ کی تھی جس میں ایندھن جھونکا گیا تھا۔ وہ (یعنی بادشاہ کے اہل کار) اس کھائی پر بیٹھے ہوئے تھے اور جو کچھ وہ مؤمنین کے ساتھ کر رہے تھے اس کا تماشا دیکھ رہے تھے [1]

---

[1] والسماء ذات البروج۔ ۴ تا ۷

کھائی والے نجران کے باشندے تھے۔ اُن کے زمانہ میں یمن پر ذونواس بادشاہ کی حکومت۔ وہ یہودی تھا۔ اس نے سنا کہ نجران میں کچھ لوگ عیسائی ہیں تو اس نے ان لوگوں پر دین یہود کو پیش کیا۔ جس نے دین یہود اختیار کر لیا اسے چھوڑ دیا اور باقی لوگوں کو کھائی کھدوا کر آگ میں جلا دیا۔ ایک عورت کو لایا گیا اس کے ساتھ اس کا سات مہینہ کا بچہ تھا۔ وہ آگ دیکھ کر گھبرا گئی۔ بچہ نے اس سے کہا: اے میری ماں، اپنے دین پر قائم رہ۔ اس آگ کے بعد کوئی آگ نہیں۔ الغرض اس کو بھی آگ میں ڈال دیا گیا۔ (المسعودی ۱/۸۰۔ نہ قائل کا پتہ ہے اور نہ سند کا)۔

تین آدمی : برص زدہ، نابینا اور گنجا

بنی اسرائیل میں تین شخص تھے : ایک برص زدہ ، ایک گنجا اور ایک نابینا۔ اللہ عزّ وجلّ نے چاہا کہ ان کی آزمائش کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ایک فرشتے کو بھیجا۔ وہ اس شخص کے پاس آیا جس کو برص کی بیماری تھی اور اُس سے پوچھا تجھے سب سے زیادہ کونسی چیز محبوب ہے؟ اس نے کہا : اچھا رنگ ، اچھی جلد ، لوگ مجھ سے دور رہتے ہیں۔ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا۔ وہ بیماری چلی گئی۔ اسے اچھا رنگ اچھی جلد عطاء کی گئی۔ فرشتے نے پوچھا : تجھے کون سا مال پسند ہے۔ اس نے کہا : اونٹ ۔ اس کو دس مہینے کی گیابھن اونٹنی دے دی گئی۔ فرشتے نے کہا : یہ اونٹنی تیرے لئے باعث برکت ہوگی۔ پھر وہ فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا تجھے کونسی چیز سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اس نے کہا : اچھے بال ، یہ گنجا پن مجھ سے دور ہو جائے ، لوگ مجھ سے دور رہتے ہیں۔ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا۔ اس کا گنجا پن دور ہو گیا ، اس کو خوبصورت بال دے دئے گئے فرشتے نے پوچھا تجھے کون سا مال پسند ہے؟ اس نے کہا : بیل ۔ اس کو ایک حاملہ گائے دے دی گئی ۔ فرشتہ نے کہا : یہ گائے تیرے لئے باعث برکت ہوگی۔ پھر وہ فرشتہ نابینا کے پاس آیا اور اس سے پوچھا : تجھے کون سی چیز سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اس نے کہا : اللہ میری بینائی مجھے لوٹا دے تاکہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی لوٹا دی (وہ بینا ہو گیا) فرشتہ نے پوچھا : تجھے کونسا مال پسند ہے؟ اس نے کہا : بکری۔ فرشتے نے ایک حاملہ بکری اُسے دے دی۔ اونٹنی ، گائے اور بکری تینوں نے بچے دئے۔ پہلے شخص کے پاس خوب اونٹ ہو گئے ، ان سے وادی بھر جاتی تھی۔ دوسرے کے پاس اسی قدر گائیں ہو گئیں ، تیسرے کے پاس اسی قدر بکریاں ہو گئیں۔ پھر وہ فرشتہ برص زدہ کے پاس برص زدہ کی شکل میں آیا۔ اس نے کہا : میں مسکین آدمی ہوں۔ سفر میں زادِ راہ ختم ہو گیا ہے اب میں اپنے گھر نہیں پہنچ سکتا سوائے اس صورت کے کہ اللہ میری مدد فرمائے پھر آپ میرے ساتھ حسن سلوک کریں۔ میں آپ کو اس ہستی کا واسطہ دیتا ہوں جس نے آپ کو اچھا رنگ دیا ، اچھی جلد عطا فرمائی اور خوب مال دیا آپ مجھے ایک اونٹ دے دیجئے جس پر بیٹھ کر میں سفر کر سکوں اور اپنی منزل پر پہنچ جاؤں۔ اس نے کہا : (مجھ پر) حقوق بہت زیادہ ہیں (میں تجھے کچھ نہیں دے سکتا) ۔ فرشتہ نے اس سے کہا : میں آپ کو پہچانتا ہوں۔ کیا آپ برص زدہ نہیں تھے؟ لوگ آپ سے دور رہتے تھے ، آپ فقیر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مال دیا۔ اس نے جواب دیا : (یہ غلط ہے) میں نے تو یہ مال اپنے بزرگوں سے وراثت میں پایا ہے۔ فرشتہ نے کہا آپ جھوٹ بولتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو پھر ویسا ہی کر دے گا۔ پھر وہ فرشتہ گنجے کے پاس

اسی کی شکل و صورت میں آیا۔ گنجے سے بھی فرشتے کی اسی قسم کی گفتگو ہوئی۔ فرشتہ نے کہا: اگر آپ جھوٹ بولتے ہیں تو اللہ تعالےٰ پھر آپ کو ایسا ہی کر دیگا جیسے آپ پہلے تھے۔ پھر وہ فرشتہ اندھے کے پاس اسی کی شکل میں آیا۔ فرشتے نے کہا: مسکین آدمی ہوں۔ میرا زادِ راہ ختم ہوگیا ہے۔ اب میں اپنے گھر نہیں پہنچ سکتا سوائے اس صورت کے کہ اللہ میری مدد فرمائے پھر آپ میرے ساتھ حسن سلوک کریں۔ میں آپ سے اس ہستی کے واسطے سے جس ہستی نے آپ کو بینائی دی ایک بکری مانگتا ہوں تاکہ اس کے ذریعہ میں اپنا سفر جاری رکھ سکوں اور منزلِ مقصود پر پہنچ جاؤں۔ اندھے نے کہا: یقیناً میں اندھا تھا۔ اللہ نے میری بینائی لوٹا دی۔ میں فقیر تھا، اللہ نے مجھے غنی کردیا۔ جو تمہارا جی چاہے لے لو۔ اللہ کی قسم آج جو چیز تم اللہ کے لئے لوگے اس چیز کے لئے میں آپ سے ناخوش نہیں ہوں گا۔ فرشتہ نے کہا اپنا مال اپنے پاس رکھو۔ تم لوگوں کی آزمائش کی گئی تھی (آپ آزمائش میں کامیاب ہوگئے) اللہ آپ سے راضی ہوگیا اور آپ کے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہوگیا [1]

---

[1] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب حدیث ابرص واعمیٰ واقرع فی بنی اسرائیل جزء ۴ صـ۲۰۸ و ۲۰۹

تین غار والے

تین آدمی کہیں چلے جا رہے تھے۔ (اچانک) بارش ہونے لگی۔ انہوں نے ایک غار میں پناہ لی۔ غار کا منہ بند ہوگیا۔ انہوں نے آپس میں کہا: اللہ کی قسم کوئی چیز تمہیں اس مصیبت سے نجات نہیں دے سکتی سوائے صدق (یعنی سچائی) کے تو تم میں ہر شخص کو چاہیئے کہ اُس کام کے ذریعہ دعا کرے جس کام کو اس نے صدق (نیّت) سے کیا ہو۔

ایک شخص نے کہا: اے اللہ تو جانتا ہے کہ میرا ایک مزدور تھا۔ اُس نے ایک فَرَق چاول کے بدلہ میرا کام کیا۔ (وہ کسی بات پر ناراض ہوکر) چلا گیا اور مزدوری نہیں لی۔ میں نے ان چاولوں کو بو دیا، پھر زراعت کے ذریعہ میں نے ایک گائے خریدی۔ کچھ عرصہ بعد وہ مزدور آیا اور اس نے اپنی مزدوری طلب کی۔ میں نے اس سے کہا یہ گائے لے جا۔ اس نے کہا: میری مزدوری تو صرف ایک فَرَق چاول تھی۔ میں نے کہا یہ گائے اسی قدر چاولوں سے حاصل ہوئی ہے۔ وہ گائے لے کر چلا گیا۔ اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام صرف تیرے ڈر سے کیا تھا تو اس غار کے منہ کو کھول دے۔ پتھر اس غار پر سے تھوڑا سا ہٹ گیا۔

دوسرے شخص نے کہا: اے اللہ تو جانتا ہے کہ میرے بوڑھے ماں باپ تھے۔ میں ہر رات کو انہیں اپنی بکریوں کا دودھ پلایا کرتا تھا۔ ایک رات کو مجھے دیر ہوگئی۔ میں آیا تو وہ سو چکے تھے۔ میرے اہل وعیال بھوک سے پریشان تھے۔ میں ان کو دودھ نہیں پلاتا تھا جب تک ماں باپ کو دودھ نہ پلالوں۔ میں نے اسے برا سمجھا کہ میں انہیں جگاؤں اور میں نے اس بات کو بھی پسند نہیں کیا کہ ان کو چھوڑ دوں اور وہ کمزور ہوجائیں۔ میں ان کا انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام تیرے ڈر سے کیا تھا تو اس غار کا منہ کھول دے۔ غار کا منہ کسی قدر کھل گیا اور اب ان کو آسمان نظر آنے لگا۔

تیسرے شخص نے کہا: اے اللہ تو جانتا ہے کہ میری ایک چچازاد بہن تھی۔ وہ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھی۔ میں نے اس سے اس کے نفس کی خواہش کی۔ اس نے انکار کر دیا مگر اس صورت میں کہ میں اس کو سو دینار دوں۔ (ایک روایت میں ہے کہ پہلے تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ پھر ایک سال بعد جب قحط پڑا تو وہ مجبوراً ایک سو دینار کے عوض راضی ہوگئی) میں نے سو دینار حاصل کئے اور انہیں لے کر اس لڑکی کے پاس آیا۔ میں نے وہ دینار اس کو دے دئے۔ اس نے مجھے اپنے نفس پر قابو دیا۔ جب میں اس کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا تو اس نے کہا: اللہ سے ڈر اور بغیر حق کے مُہر (عصمت) کو نہ توڑ۔ میں کھڑا ہوگیا اور سو دینار بھی چھوڑ دئے۔ اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ میں

نے یہ کام تیرے ڈر سے کیا تھا تو غار کا منہ کھول دے۔ اللہ تعالیٰ نے غار کا منہ کھول دیا اور تینوں باہر نکل آئے [1]

ایک پارسا عورت

ایک عورت اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔ اس اثناء میں ایک سوار کا وہاں سے گذر ہوا۔ اس عورت نے کہا: اے اللہ میرے بیٹے کو موت نہ آئے جب تک وہ اس سوار کے مثل نہ ہوجائے۔ بچے نے کہا: اے اللہ مجھے اس جیسا نہ بنائیو۔ یہ کہہ کر وہ پھر دودھ پینے لگا۔ کچھ دیر بعد ایک عورت ادھر سے گذری جس کو کھینچا جا رہا تھا اور اس سے کھیلا جا رہا تھا۔ دودھ پلانے والی عورت نے کہا: اے اللہ، میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنائیو۔ بچے نے کہا: اے اللہ، مجھے اس عورت جیسا بنائیو۔ وہ سوار تو کافر تھا اور وہ عورت لوگ اس سے کہتے تھے تو زنا کراتی ہے۔ وہ کہتی تھی اللہ میرے لئے کافی ہے۔ لوگ کہتے تھے تو چوری کرتی ہے۔ وہ کہتی تھی میرے لئے اللہ (گواہ) کافی ہے [2]

ایک قاتل

بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ۹۹ آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ پھر وہ (اپنی توبہ کے سلسلہ میں) دریافت کرنے نکلا۔ وہ ایک راہب کے پاس آیا اور اس سے دریافت کیا۔ کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے۔ راہب نے کہا: نہیں۔ اس نے راہب کو قتل کر دیا۔ وہ پھر اس مسئلہ کو دریافت کرتا رہا۔ ایک شخص نے اس سے کہا فلاں بستی میں چلے جاؤ۔ اس کو راستہ میں موت آگئی۔ اس نے اپنے سینے کو اس بستی کی طرف جھکا دیا جب وہ مرگیا تو رحمت اور عذاب کے فرشتے جھگڑنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو حکم دیا کہ وہ اس شخص کے قریب ہوجائے اور جس بستی سے وہ آرہا تھا اسے حکم دیا کہ وہ اس شخص سے دور ہوجائے پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا: اس شخص اور ان بستیوں کے درمیان کے فاصلے ناپو تو جس بستی کی طرف وہ جا رہا تھا وہ ایک بالشت قریب نکلی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمائی [3]

---

[1] صحیح بخاری کتاب کتاب بدء الخلق باب حدیث الغار جزء ۴ صفحہ ۲۰۹ و ۲۱۰۔ خط کشیدہ عبارت مسند بزار اور طبرانی میں بسند حسن مروی ہے (فتح الباری ۶/۳۱۷ و ۶/۳۲۰)۔

[2] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب (بغیر عنوان) جزء ۴ صفحہ ۲۱۱

[3] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب (بغیر عنوان) جزء ۴ صفحہ ۲۱۱ تا صفحہ ۲۱۲

دو ایماندار آدمی

ایک شخص نے ایک زمین والے سے زمین خریدی۔ خریدار کو اس زمین میں ایک مٹکا ملا جس میں سونا بھرا ہوا تھا۔ خریدار نے فروخت کرنے والے سے کہا اپنا سونا مجھ سے لے لو۔ میں نے تم سے صرف زمین خریدی ہے، تم سے سونا نہیں خریدا ہے۔ فروخت کرنے والے نے کہا: میں نے زمین اور جو کچھ اس میں ہے سب کچھ تمہیں فروخت کر دیا۔ (دونوں میں سے کوئی سونا قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوا بالآخر) وہ دونوں فیصلہ کے لئے ایک شخص کے پاس گئے۔ اس شخص نے کہا کیا تمہاری اولاد ہے۔ ایک نے کہا میرا ایک لڑکا ہے۔ دوسرے نے کہا میری ایک لڑکی ہے۔ اس نے کہا اس لڑکے کا اس لڑکی سے نکاح کر دو اور ان دونوں پر یہ مال خرچ کرو اور صدقہ بھی دو۔[1]

ایک گناہ گار

گذشتہ زمانہ میں ایک شخص تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے بہت مال دیا تھا۔ وہ زندگی بھر اپنے نفس پر ظلم کرتا رہا (یعنی گناہ کرتا رہا) جب وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا اور اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے پوچھا: میں تمہارا کیسا باپ تھا۔ بیٹوں نے کہا: آپ بہت اچھے باپ تھے۔ اس نے کہا: میں نے کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا۔ اللہ کی قسم اگر میرے رب نے میری گرفت کی تو مجھے ایسا عذاب دیگا کہ کسی اور کو ایسا عذاب نہ دیا ہوگا لہذا تم ایسا کرنا کہ میں جب مرجاؤں تو میرے لئے بہت سی لکڑیاں جمع کرنا، پھر آگ جلانا پھر مجھے اس میں ڈال دینا پھر جب آگ میرے گوشت کو جلا دے اور میری ہڈی تک پہنچ جائے تو ہڈی کو پیس ڈالنا پھر میری راکھ کو آندھی کے دن سمندر میں اڑا دینا۔ بیٹوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا: اس کے جسم کا جو کچھ تیرے اندر ہے اسے جمع کر۔ زمین نے ایسا ہی کیا۔ وہ (اپنی انسانی شکل میں) کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو نے جو کچھ کیا اس پر تجھے کس چیز نے آمادہ کیا؟ اس شخص نے کہا: اے میرے رب تیرے ڈر نے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی رحمت سے اُسے بخش دیا۔[2]

---

[1] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب (بغیر عنوان) جزء ۴ ص ۲۱۲۔

[2] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب (بغیر عنوان) عن ابی سعید رضؓ وعن حذیفہؓ وعن ابی ہریرۃؓ جزء ۴ ص ۲۱۴ و ۲۱۵

ایک قرضدار ایک قرض خواہ

بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے دوسرے شخص سے ایک ہزار دینار بطور قرض طلب کئے۔ اس نے کہا: گواہوں کو لاؤ تاکہ میں ان کو گواہ بناؤں۔ قرض مانگنے والے نے کہا: اللہ گواہ کافی ہے۔ قرض دینے والے نے کہا: کوئی ضامن لاؤ۔ قرض مانگنے والے نے کہا: اللہ ضامن کافی ہے۔ قرض دینے والے نے کہا: تم نے سچ کہا۔ الغرض اس نے ایک ہزار درہم ایک وقت مقررہ تک کے لئے قرض مانگنے والے کے حوالہ کر دئے۔ وہ شخص ایک ہزار دینار لے کر سمندر پار سفر کے لئے نکلا۔ اس نے اپنی ضرورت پوری کی۔ پھر سواری تلاش کی تاکہ وقتِ مقررہ پر قرض خواہ کے پاس پہنچ جائے لیکن کوئی سواری نہیں ملی۔ اس نے ایک لکڑی لی۔ اُسے کھوکھلا کیا اور اس میں ایک ہزار دینار ڈال دئے اور قرض خواہ کے نام ایک خط بھی رکھ دیا پھر کھودی ہوئی جگہ کو برابر کر دیا۔ پھر وہ اس لکڑی کو لے کر سمندر کے ساحل پر آیا اور اس طرح دعاء کی: اے اللہ، تو جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض مانگے تھے۔ اس نے مجھ سے ضامن طلب کیا۔ میں نے کہا اللہ ضامن کافی ہے۔ وہ تجھے ضامن بنانے پر راضی ہو گیا۔ اس نے گواہ طلب کیا۔ میں نے کہا: اللہ گواہ کافی ہے۔ وہ تجھے گواہ بنانے پر رضامند ہو گیا۔ میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی سواری مل جائے تاکہ اس کی رقم اس کے حوالہ کر دوں لیکن میں سواری پر قادر نہیں ہو سکا اور اب میں یہ رقم تیرے سپرد کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے لکڑی کو سمندر میں پھینک دیا۔ وہ لکڑی پانی میں داخل ہو گئی۔ پھر وہ شخص لوٹ آیا لیکن وہ برابر سواری کی تلاش میں رہا تاکہ وہ اپنے شہر پہنچ جائے۔ وہ قرض خواہ وقت مقررہ پر سمندر کے ساحل پر پہنچا یہ دیکھنے کے لئے کہ کوئی سواری (بر آنے والا) اس کا مال لے کر آیا ہے (یا نہیں)۔ اس کو اتفاق سے وہ لکڑی دکھائی دی جس میں اس کا مال تھا۔ اس نے اس کو ایندھن کے لئے اٹھا لیا۔ جب اس نے اسے چیرا تو اس نے اپنا مال پا لیا۔ اس لکڑی سے اُسے ایک خط بھی ملا۔ پھر وہ قرضدار بھی ایک ہزار دینار لے کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے قرض خواہ سے کہا: اللہ کی قسم میں برابر سواری تلاش کرتا رہا تاکہ تمہارا مال تمہیں پہنچا دوں لیکن مجھے اس سے قبل کوئی سواری نہیں ملی۔ قرض خواہ نے کہا کیا تم نے مجھے اس سے پہلے کوئی چیز بھیجی تھی۔ قرض دار نے کہا: میں نے تم سے کہا تو ہے کہ اس سے پہلے مجھے کوئی سواری نہیں ملی (بھیجتا کیسے)۔ قرض خواہ نے کہا: اللہ نے تمہاری طرف سے لکڑی کے ذریعہ جو تم نے بھیجی تھی میری رقم ادا کر دی۔ اب تم خوشی خوشی ایک ہزار دینار کے ساتھ لوٹ جاؤ۔[1]

---

[1] صحیح بخاری کتاب الحوالات باب الکفالۃ فی القرض والدیون بالابدان وغیرھا جزء ۳ صفحہ ۱۲۴۔ رواہ ضمنا تعلیقا ووصلہ فی کتاب البیوع فی باب التجارۃ فی البحر جزء ۳ صفحہ ۷۳۔